

تفسير
خود القاري

تالیف

پاره نمبر 8

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب _____ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 8)

مصنف _____ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ _____ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ _____ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ _____ عبدالقدیر فریدی، محمد اشرف فریدی

طباعت _____ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت _____ دسمبر 2008ء

ناشر _____ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685, 4466985

فہرست مضامین پارہ نمبر 8

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	کفار معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے	۶	۱۱۲	۱۵
۲	کفار کی افتراء پرداز یوں پر دھیان نہ دیں	۶	۱۱۴	۱۷
۳	یہود و نصاریٰ کے فیصلوں کی بجائے اللہ کا فیصلہ مانا جائے	۶	۱۱۵	۱۹
۴	محض گمان اور قیاس آرائیوں کی اتباع نہ کی جائے	۶	۱۱۷	۲۰
۵	وہی ذبیحہ کھانا جائز ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو	۶	۱۱۹	۲۲
۶	کفار کا کام گمراہی پھیلانا ہے	۶	۱۲۰	۲۲
۷	گناہ کھلا ہو یا پوشیدہ بہر صورت گناہ ہی ہے	۶	۱۲۱	۲۴
۸	مسلمان نور میں ہیں اور کفار اندھیرے میں ہیں	۶	۱۲۳	۲۵
۹	کفار کی بہانہ بازیوں کا ذکر	۶	۱۲۵	۲۸
۱۰	کفار کے خبث کی وجہ سے انکے سینوں میں تنگی ہے	۶	۱۲۶	۳۰
۱۱	ہدایت یافتہ لوگوں کیلئے جنت ہے	۶	۱۲۸	۳۲
۱۲	بروں کے ساتھیوں کا انجام بھی بُرا ہوگا	۶	۱۲۹	۳۳
۱۳	کافرجنوں اور انسانوں کی جواب طلبی	۶	۱۳۱	۳۵
۱۴	اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا	۶	۱۳۲	۳۵
۱۵	مجرموں کو ان کے جرموں کے مطابق سزا ملے گی	۶	۱۳۳	۳۷
۱۶	قیامت کے دن ہر کسی کو اپنے عمل کی سزا و جزا ملے گی	۶	۱۳۶	۳۸

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	کفار کی بد اعمالیوں کا ذکر	۶	۱۳۷	۴۰
۱۸	مشرکین کو قتلِ اولاد کا نظریہ شیاطین نے دیا	۶	۱۳۸	۴۲
۱۹	کفار و مشیہوں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے	۶	۱۳۹	۴۴
۲۰	کفار و مشرکین کے جانوروں کے متعلق غلط نظریات کا ذکر	۶	۱۴۰	۴۵
۲۱	اللہ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام سمجھنا بڑی کا سبب ہے	۶	۱۴۱	۴۵
۲۲	تمام باغات، کھیتوں، پودوں کو پیدا کر نیوالا اللہ ہے	۶	۱۴۲	۴۷
۲۳	اللہ تعالیٰ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا	۶	۱۴۲	۴۷
۲۴	کفار کے جانوروں کے متعلق غلط نظریات کی تردید	۶	۱۴۳	۴۹
۲۵	آٹھ حلال جانوروں کا ذکر	۶	۱۴۵	۵۱
۲۶	مردار، بہا، ہوا خون، خنزیر اور جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے حرام ہیں	۶	۱۴۶	۵۳
۲۷	یہودیوں پر حرام کی گئی چیزوں کا ذکر (جواب حلال ہیں)	۶	۱۴۷	۵۵
۲۸	مشرکین کا جانوروں کو حلال و حرام قرار دینا محض اٹکل اور تخمینہ ہے	۶	۱۴۹	۵۷
۲۹	اللہ پر بہتان باندھنے پر مشرکین سے گواہوں کا مطالبہ	۶	۱۵۱	۵۸
۳۰	کفار کو بُرے کاموں سے بچنے اور اچھے کام کرنے کا حکم	۶	۱۵۲	۶۰
۳۱	یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین	۶	۱۵۳	۶۲
۳۲	عدل و انصاف کی بالادستی کا حکم	۶	۱۵۳	۶۲
۳۳	اسلام کے علاوہ دوسرے راستوں (مذہبوں) پر مت چلو	۶	۱۵۴	۶۴
۳۴	قرآن کی رحمتوں اور برکتوں کا ذکر	۶	۱۵۶	۶۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵	کفار و مشرکین کی بہانہ بازیوں کا جواب	۶	۱۵۸	۶۷
۳۶	کفار اللہ کی واضح نشانیوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے	۶	۱۵۹	۶۹
۳۷	یہودیوں کے فرقوں کا ذکر	۶	۱۶۰	۷۰
۳۸	ایک نیکی کے بدلہ میں دس نیکیاں جبکہ ایک برائی کا بدلہ ایک گناہ	۶	۱۶۱	۷۰
۳۹	ملت ابراہیمی شرک سے پاک ہے	۶	۱۶۲	۷۲
۴۰	نماز، قربانی، زندگی اور موت سب خدا کیلئے ہے	۶	۱۶۳	۷۲
۴۱	کوئی جان کسی دوسرے کے گناہوں کی ذمہ دار نہیں	۶	۱۶۵	۷۴
۴۲	اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے بعض کو درجات دے کر آزماتا ہے	۶	۱۶۶	۷۶
۴۳	اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے	۶	۱۶۶	۷۶
۴۴	سورۃ الاعراف			۷۷
۴۵	قرآن اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت حاصل کر نیکو ذریعہ ہے	۷	۱	۷۸
۴۶	قرآن پاک کی اتباع کرنے کا حکم	۷	۲	۷۸
۴۷	بستیوں پر اللہ کے عذاب نازل ہونے کا ذکر	۷	۴	۸۱
۴۸	تمام رسولوں اور ان کی امتوں سے سوال و جواب کا ذکر	۷	۶	۸۱
۴۹	اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں	۷	۷	۸۱
۵۰	قیامت کے دن نیکیوں والا پلہ بھاری ہوگا	۷	۸	۸۳
۵۱	نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوا تو عذاب ہوگا	۷	۹	۸۳
۵۲	اللہ نے انسانوں کو زمین پر قبضہ اور رہنے کے اسباب دیئے	۷	۱۰	۸۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	ابلیس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا	۷	۱۱	۸۸
۵۴	ابلیس نے اپنے آپ کو سیدنا آدم علیہ السلام سے بہتر سمجھا	۷	۱۲	۸۸
۵۵	ابلیس کو تکبر کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا	۷	۱۴	۹۰
۵۶	ابلیس کو قیامت تک مہلت دی گئی	۷	۱۵	۹۰
۵۷	شیطان لوگوں کو طرح طرح سے گمراہ کرے گا	۷	۱۷	۹۲
۵۸	شیطان اور اسکے پیروکار دوزخ میں ڈالے جائیں گے	۷	۱۸	۹۴
۵۹	سیدنا آدم اور ان کی اہلیہ کو درخت کے قرب نہ جانیکا حکم	۷	۱۹	۹۴
۶۰	شیطان نے سیدنا آدم کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا اور بہکایا	۷	۲۰	۹۶
۶۱	سیدنا آدم اور اماں حوا علیہما السلام نے درخت سے کھالیا	۷	۲۲	۹۸
۶۲	سیدنا آدم اور اماں حوا علیہما السلام کا اپنے رب سے دُعا کرنا	۷	۲۳	۹۹
۶۳	سیدنا آدم اور اماں حوا علیہما السلام کا جنت سے زمین پر اترنا	۷	۲۴	۹۹
۶۴	اولاد آدم کو پردہ پوشی کیلئے لباس عطا کیا گیا	۷	۲۶	۱۰۱
۶۵	لباس کے مقاصد	۷	۲۶	۱۰۱
۶۶	اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا	۷	۲۸	۱۰۵
۶۷	عدل و انصاف اور نیک اعمال کا حکم	۷	۲۹	۱۰۷
۶۸	عبادت کے وقت صاف ستھرا اچھا لباس پہننے کا حکم	۷	۳۰	۱۰۷
۶۹	فضول خرچی کرنے والا اللہ کا دوست نہیں	۷	۳۰	۱۰۷
۷۰	صاف ستھرا لباس اور مناسب زیب و زینت تقویٰ کے منافی نہیں	۷	۳۲	۱۱۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے دوزخی ہیں	۷	۳۶	۱۱۶
۷۲	اللہ پر بہتان باندھنے والا سب سے بڑا ظالم ہے	۷	۳۷	۱۱۸
۷۳	غلام احمد قادیانی کا جنازہ			۱۲۰
۷۴	کفار کا جہنم میں سزا بھگتنے کا ذکر	۷	۳۹	۱۲۱
۷۵	اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کا جنت میں داخلہ محال ہے	۷	۴۰	۱۲۳
۷۶	اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا	۷	۴۲	۱۲۵
۷۷	جنتیوں پر انعامات و اکرامات کا ذکر	۷	۴۳	۱۲۷
۷۸	ظالموں پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے	۷	۴۴	۱۲۹
۷۹	(جنت اور دوزخ کے درمیان) مقام اعراف کا ذکر	۷	۴۶	۱۳۱
۸۰	اصحاب اعراف کا دوزخیوں سے گفتگو کرنے کا ذکر	۷	۴۹	۱۳۴
۸۱	جہنمیوں کی جنتیوں سے التجا	۷	۵۰	۱۳۶
۸۲	قرآن مومنین کیلئے ہدایت اور رحمت ہے	۷	۵۲	۱۳۸
۸۳	کفار قیامت کے دن دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کریں گے	۷	۵۳	۱۳۹
۸۴	اللہ تعالیٰ نے زمینوں، آسمانوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا	۷	۵۴	۱۴۱
۸۵	اللہ تعالیٰ سے آہستہ اور گڑ گڑاتے ہوئے دعا کرو	۷	۵۵	۱۴۳
۸۶	زمین میں فساد نہ پھیلانے کا حکم	۷	۵۶	۱۴۳
۸۷	بارش جیسی عظیم نعمت کا ذکر اور اسکے فوائد	۷	۵۷	۱۴۵
۸۸	بارش کے نتائج اچھی اور گندی زمین پر مختلف ہیں	۷	۵۸	۱۴۷

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	سیدنا نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر	۷	۶۰	۱۴۹
۹۰	قوم نوح پر عذاب کا ذکر	۷	۶۳	۱۵۳
۹۱	ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا ذکر	۷	۶۵	۱۵۵
۹۲	ہود علیہ السلام کے تبلیغ دین کا ذکر	۷	۶۸	۱۵۷
۹۳	قوم ہود کا غلط رویہ اور سخت جوابات	۷	۷۰	۱۵۹
۹۴	قوم ہود بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے	۷	۷۲	۱۶۱
۹۵	صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ	۷	۷۳	۱۶۲
۹۶	قوم ثمود پر اللہ کی نعمتوں اور احسانات کا ذکر	۷	۷۴	۱۶۳
۹۷	قوم ثمود کیا انکار اور سرکشی	۷	۷۵	۱۶۶
۹۸	قوم نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو تکلیف پہنچائی	۷	۷۷	۱۶۷
۹۹	قوم ثمود پر عذاب الہی کا نزول	۷	۷۹	۱۶۹
۱۰۰	سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر	۷	۸۱	۱۷۱
۱۰۱	قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل ہونے کا ذکر	۷	۸۳	۱۷۳
۱۰۲	شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر	۷	۸۵	۱۷۵
۱۰۳	شعیب علیہ السلام کی قوم کی بد اعمالیاں	۷	۸۶	۱۷۷
۱۰۴	فہرست مضامین (پارہ نمبر ۹)			۱۸۰
۱۰۵	قوم شعیب کی نالائقی، سخت رویے اور دھمکیوں کا ذکر	۷	۸۹	۱۸۰
۱۰۶	قوم شعیب نافرمانی کی وجہ سے برباد ہو گئے	۷	۹۲	۱۸۲

وَلَوْ اَنَّآ نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ
 الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا
 مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ
 اَكْثَرُهُمْ يَّجْهَلُوْنَ ﴿١١٢﴾

اللہ
 اعظم

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان
 سے مُردے باتیں کرتے اور جمع کر دیں ہم ان
 پر ان کی ہر شئی سامنے، جب بھی وہ ایمان لانے
 والے نہ تھے مگر یہ کہ اللہ چاہتا لیکن ان میں بہت
 جاہل ہیں (۱۱۲)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ارشاد تھا اگر کفار کے پاس ان کی مطلوبہ نشانیاں بھی آجائیں تو بھی ایمان نہیں
 لائیں گے۔ اس آیہ مبارکہ میں وضاحت فرمادی گئی اگر فرشتے بھی ان پر اتر آئیں، مُردے بھی اُن سے
 اسلام کی صداقت و حقانیت پر باتیں کرنے لگ جائیں یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، قریش کے چند بڑے بڑے لیڈر اسود ابن عبد یغوث، عاص
 بن وائل، ولید بن مغیرہ، حارث بن حظلہ وغیرہ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی، ہمارے
 اکابر بزرگوں میں دو بڑی عظیم شخصیتیں قصی ابن کلاب اور جدعان بن عمر عرصہ ہوا فوت ہو گئے، آپ ان
 دونوں کو زندہ کر دیں اور وہ ہمارے سامنے آپ کی سچائی آپ کی نبوت کی تائید کر دیں تو ہم بھی اسلام میں
 آجائیں گے، ان کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن)

ان کا یہ مطالبہ محض ایک بہانہ یا دل لگی تھی ورنہ معجزات تو وہ بڑے بڑے دیکھ چکے تھے جو اُن کے اس
 مطالبہ سے بھی بڑے تھے، پتھروں کا کلمہ پڑھنا معمولی تو نہ تھا، چاند کا پھٹنا انہوں نے دیکھا مگر ایمان نہ
 لائے اور جاؤ کہہ کر بات ٹال دی اور گمراہی کے دلدل میں پھنس گئے، مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے کفار کے
 مطالبات کی طرف توجہ نہ کرو اور اُن مطالبات کے پورا کرنے کی سفارش نہ کرو وہ تو بارہا اس سے بھی بڑے
 بڑے معجزات دیکھ چکے ہیں اور پھر بھی کافر کے کافر رہے، ایمان سے محروم رہے اگر یہ لوگ فرشتوں کو دیکھ

بھی لیں اُن کی باتیں بھی سن لیں کہ وہ اسلام کی صداقت کا اعلان کر رہے ہیں ان کے سامنے ایک دو کیا کئی مُردے زندہ ہو کر گواہی دیں کہ اسلام سچا دین ہے، حضور سچے رسول ہیں یہ پھر بھی نہیں مانیں گے چند مُردوں کے زندہ ہو کر اعلان کرنے کی بات نہیں اگر دنیا کی ہر شئی بھی ان کے سامنے آپ کی سچائی کی گواہی دے، یہ لوگ ایمان پھر بھی نہیں لائیں گے کہ ان لوگوں میں ہدایت حاصل کرنے کا جذبہ ہی نہیں، ایسے لوگوں کا راہِ راست پر آنا ممکن نہیں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی انہیں ہدایت دیتا تو یہ اسلام قبول کر لیتے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا اگر اللہ چاہتا تو یہ ایمان لے آتے، اس نے چاہا ہی نہیں۔ چاہنا اور ہے رضا اور ہے، اُن کا کفر مشیت سے تو ہے مگر اللہ اس پر راضی نہیں، سزا اسی سبب ہوگی کہ وہ راضی نہیں۔ چند آیات پہلے اس کی وضاحت مثال سے کر دی گئی ہے، اس کا یہ معنی بھی ہے کہ اگر اللہ انہیں جبراً ایماندار بنائے تو ہو سکتا ہے مگر کسی کو جبراً ایماندار بنانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے، اگر وہ جبراً مسلمان بنانا چاہتا تو ساری دنیا کو بنا دیتا اللہ کی یہ حکمت بتاتی ہے کہ اسلام میں جبر نہیں۔

اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہوا کہ حقیقتاً ہدایت کا نصیب ہونا، اللہ کے فضل و کرم سے ہی ہے، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ یہ سب کچھ اسباب ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ
الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ
زُخْرَفَ الْقَوْلِ عُرُودًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا
فَعَلُوهُ فَلَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ وَلِتَضَعِي
الْيَدَ أَقْبَدُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَتَذَكَّرُوا أَلَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے انسانوں اور
جنوں کے شیاطین کو دشمن بنا دیا جو دھوکے میں
ڈالنے کیلئے ایک دوسرے کو بے یقینی باتیں القاء
کرتے رہتے ہیں (۱۱۳) اگر تیرا رب چاہتا تو
وہ یہ نہ کرتے آپ انہیں ان کی افتراء پر دازیوں
کے حال پر چھوڑ دیں تاکہ وہ لوگ جو آخرت پر
یقین نہیں رکھتے ان کے دل ان کی طرف مائل
ہوں اور ان کو پسند کریں اور ان برائیوں کو کرتے
رہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں۔ (۱۱۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ کفار معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے اب اس کی وجہ بیان کی جا رہی
ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ضد پر اڑ چکے ہیں اور ان سے دشمنی ان کے دلوں میں رچ بس گئی ہے یہی وہ
بیماری ہے جس کے باعث یہ دولتِ ایمان سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے، محبوب! (ﷺ) پریشان نہ ہوں جیسے یہ لوگ آپ
سے دشمنی کر رہے ہیں یہی طریق کار پہلے انبیاء علیہم السلام سے بھی رہا ہے ان کے بھی مقابلہ میں انسانی
شیطان اور جناتی شیطان دشمنی کرتے رہے اور ایک دوسرے کے مددگار بنے رہے، ایک دوسرے کو بُری
باتیں سکھاتے رہے (آیہ مبارکہ میں شیطانوں کے ایک دوسرے کو سکھانے، سرگوشی کرنے کو لفظ ”وحی“ سے
ذکر کیا گیا ہے چونکہ دشمنی کی ساری باتیں انتہائی رازداری سے ہوتی تھیں، شیاطین کے سارے عمل کو قرآن
مقدس نے ”زخرف القول“ کے الفاظ سے بیان کیا ہے جس کا معنی ظاہراً حسن و خوبی ہے، حقیقت میں

کچھ نہیں) اور انبیاء علیہم السلام کی دشمنی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے یہ سب کچھ اللہ کے چاہنے سے ہو رہا ہے اگر اللہ نہ چاہتا تو ایسا نہ ہوتا اس میں اس کی کئی حکمتیں ہیں۔ محبوب! آپ ان کی شرارتوں سے پریشان نہ ہوں انہیں جھوٹ افتراء کرنے دیں ان کی مخالفت تیری بلندی کا سبب ہے ہر نبی کی دشمنی ہوتی رہی، موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں فرعون پیش پیش رہا، خلیل علیہ السلام کی دشمنی میں نمرود نے پورا زور لگایا، ان مخالفتوں میں بھی حکمتیں ہوتی ہیں سچ جھوٹ کا پتہ چلتا ہے، اللہ کے دوستوں، دشمنوں کا امتیاز ہو جاتا ہے، محبت والے لوگ ان دشمنوں سے ناراض ہوتے ہیں، مخالفین ان دشمنوں کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جب قدرت یہ چاہتی ہے کہ دنیا میں دونوں قوتیں حق و باطل، سچ و جھوٹ، نیکی و بدی، پیار و دشمنی کا ٹکراؤ رہے تو آپ ان کی پرواہ نہ کریں اپنے صحیح موقف پر ڈٹ کر کام کرتے رہیں اور انہیں ان کی افتراء پرداز یوں کے حال میں چھوڑ دیں تاکہ وہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل ان کی طرف مائل رہیں اور ان کو پسند کریں اور ان برائیوں کو کرتے رہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں۔

یہ بھی حکمت ہے کہ کچھ لوگ ان شیاطین کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہوں اور ان شیاطین کو قیامت کے دن سزا دے اور نیک لوگوں کو اس امتحان میں کامیابی پر، مشکلات و مصائب میں صبر کرنے پر قیامت کو عظیم جزا سے نوازے۔ اندھیرے کے وجود سے روشنی کی قدر ہے، رات کے وجود سے دن کی شان ہے، کفر کے اندھیرے سے اسلام کی عظمت نمایاں ہوتی ہے، شیطانوں کی شیطنت سے نبوت کی روشنی کو مزید فروغ ہوتا ہے، محبوب! آپ پرواہ نہ کریں، ان کی شرارتیں آپ کی بلندی کا باعث بن رہی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَفَعَيِّرُ اللَّهُ آبَتَيْ حَكَمٍ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ
إِلَيْكُمْ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا
الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْذَرٌ مِّنْ رَبِّكَ
بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَبَيَّنَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

ﷺ
الصلوة
العظيمة

کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ تیرے رب کی طرف سے سچ اُترا ہے، تو اے (سننے والے) تو ہرگز شک لانے والوں میں سے نہ ہو (۱۱۵) اور تیرے رب کی بات پوری ہے، سچ و انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا ہے اور جاننے والا ہے (۱۱۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک بار کفار مکہ کے سربراہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی آپ اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اسلام کو نئے دین کے طور پر پیش کرتے ہیں، قرآن کے متعلق کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے کتاب ہے ہم آپ کی ان ساری باتوں کا انکار کرتے ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان پیدا ہونے والے اختلاف کا حل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے بڑے بڑے راہنماؤں سے فیصلہ کر لیں یہ لوگ ثالثی کا کام دیں گے ان کا تعلق نہ ہم سے ہے نہ آپ سے اور پھر یہ لوگ آسمانی کتابوں کے بھی قائل ہیں اگر ان لوگوں نے آپ کی تصدیق کر دی تو ہم مان جائیں گے اگر ہمیں سچ پر کہا تو آپ اپنا موقف چھوڑ دیں، اس طرح ہمارا اور آپ کا جھگڑا ختم ہو جائے گا، معاشرے میں امن ہوگا لوگوں کو بھی سچ جھوٹ کا پتہ چل جائے گا۔ کفار مکہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کے راہنماؤں کو رشوت کا تحفہ دے کر اسلام کے خلاف فیصلہ کرالیں گے، تب یہ آیا یہ پاک نازل ہوئی کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی کا فیصلہ چاہوں؟

کفار مکہ بھی یہود و نصاریٰ کے خلاف تھے مگر مسلمانوں کی دشمنی میں اُن سے ملنے، کام لینے میں عیب نہیں سمجھتے تھے۔ آج بھی یورپ کے عیسائی مسلمانوں کے مقابلہ میں یہود کی مدد کر رہے ہیں حالانکہ یہودیوں کی نسبت مسلمان عیسائیوں کے قریب ہیں، مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں جبکہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام سے دشمنی رکھتے ہیں، مسلمان حضرت مریم علیہا السلام نبی کی ماں کو طیبہ، طاہرہ تسلیم کرتے ہیں، یہود اُن پر افتراء، بہتان اور الزام لگاتے ہیں، یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں انہیں سولی چڑھانے کی کوشش کی تھی، کفر کی جتنی بھی قسمیں ہیں وہ ساری کی ساری اسلام دشمنی میں اکٹھی ہیں ”الکفر ملة واحد“ کفار سارے ایک ہی جماعت ہیں۔

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی قوت نبوت کو ظاہر فرمایا جا رہا ہے، محبوب! آپ سارے عالم کفر سے بر ملا کہہ دیجئے میں اللہ کے بغیر کسی کو حاکم نہیں مانتا مجھ سے یہ امید کرنا کہ میں اللہ سے ہٹ کر غیروں کو اپنا فیصلہ سپرد کروں، یہ محال ہے، قرآن حکیم کی صداقت تمہارے سامنے ہے تم سارے مل کر بھی اس کے مقابلہ میں ایک سورت نہیں لا سکتے پھر جن لوگوں پر توراۃ انجیل اُتری ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم آپ پر اتارا گیا ہے یہ لوگ یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ کے کمالات و معجزات کا جواب نہیں پھر انہیں چاہئے کہ یہ ایمان لائیں اور مانیں اللہ بخیر ہے، علیم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ
 عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَكْفُرُونَ إِلَّا الظَّنُّ
 وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
 أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ
 بِالْمُهْتَدِينَ
 اور (اے مخاطب) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں
 کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ
 کر دیں گے وہ محض گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور
 صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں (۱۱۷) (اے
 محبوب!) بے شک تیرا رب زیادہ بہتر جانتا ہے

اللہ
 صَلَّی
 عَلَیْہِ
 وَآلِہٖ
 وَسَلَّمَ

کہ کون اس کے راستہ سے گمراہ ہوگا اور وہ
ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے (۱۱۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک بار مشرکین مکہ کی ایک جماعت دربار نبوی ﷺ میں آئی اور کہا اگر ذبح کئے بغیر جانور اپنی موت مر جائے تو اس کے مارنے والا کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ ہے، مشرکین نے کہا عجیب بات ہے اگر جانور کو آپ ذبح کر دیں، مار دیں تو وہ حلال ہے مگر اللہ مار دے تو وہ حرام ہے، آپ لوگ اپنے مارے کو تو حلال کہتے ہیں اور خدا کے مارے کو حرام کہتے ہیں یہ کیسی عبادت ہے؟ ان کی تردید میں یہ آیہ پاک نازل ہوئی کہ اگر آپ زمین کے اکثر لوگوں کے کہے پر چلے تو تجھے حق کی راہ سے بھٹکا دیں گے، ایمانداروں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ کفار کے مکرو فریب میں نہ آئیں اگر تم مکہ کی اکثریت کفار کی بات پر توجہ دو گے تو وہ تمہیں اسلام سے دور کر دیں گے اور تمہارے دلوں میں اسلامی اصولوں کے متعلق وہم ڈالیں گے اور اسلام سے ہٹانے کی راہ ہموار کریں گے، ان کفار کو تو اپنے عقائد و نظریات پر اعتماد نہیں صرف اندازے اور گمان سے کام چلارہے ہیں۔

اے مسلمان! تو کبھی ان کی اطاعت میں نہ آ جانا، ان کی صحبت سے بچے رہنا یہ اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کون اس کی راہ سے بھٹک جائے گا اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت پر رہے گا کفار سے دور رہو یہ لوگ ایمان کے دشمن ہیں۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلہ میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، آیہ مبارکہ میں وہم و گمان سے بچنے کا اشارہ بھی واضح مل رہا ہے، اس سے بچا جائے اللہ پر بھروسہ کیا جائے اور اسی سے بخشش کی امید رکھی جائے، کفار صرف اپنے وہم و گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور تمہیں گمراہ کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے پاس تو وہم و گمان کے علاوہ کوئی ٹھوس علمی دلیل نہیں اگر تم ان کی

اتباع کرو گے تو بہک جاؤ گے۔ ان کے گمراہ کرنے کے کئی طریقے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارہ میں غلط نظریات رکھ کر گمراہ کر دیں یا حضور ﷺ کے بارہ میں نبوت کا انکار کر کے گمراہ بنادیں یا پھر شریعت کے اصولوں کا مذاق اڑا کر گمراہ کر دیں، قرآن مقدس پر پھبتیاں کس کر گمراہ کریں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمادیا گیا اے محبوب ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں وہ بہتر جانتا ہے، ہدایت پر کون ہے، گمراہ کون ہے کفار اگر چہ اپنے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں مگر وہ جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حالات جانتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
فَكُلُّوا مِنَّا ذِكْرَ اسْمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ
يَايْتِيْهِ مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَأْكُلُوْا مِنَّا
ذِكْرَ اسْمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَضَّلَ لَكُمْ
مَا حَزَمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنْ
كَثِيْرًا لِّيُضِلُّوْنَ يَا هُوَ اَيُّهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ
رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝

اللہ
الصادق
العظیم

اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اسی ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو (۱۱۹) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس ذبیحہ سے نہیں کھاتے ہو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ انتہائی مجبوری کے سوا جو چیزیں تم پر حرام کی گئیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتادی اور بے شک بہت لوگ اپنی جہالت سے اپنی خواہشات سے گمراہی پھیلاتے ہیں بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے (۱۲۰)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ تم کفار کے بہکاوے میں آ کر مرنے والے کھانا بلکہ ذبح کئے گئے جانوروں کو کھانا، اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، مشرکین اعتراض کرتے تھے کہ مسلمان خدا کا

مارا ہوا جانور حرام کہتے ہیں اور جس جانور کو خود ذبح کر کے مارتے ہیں اسے حلال کہتے ہیں، تب یہ حکم نازل ہوا کہ اگر تم آیات پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ کو کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے جب تم یہ سن چکے کہ ذبیحہ اور مردار میں فرق نہ کرنے والے لوگ گمراہ ہیں اور آگے لوگوں میں توہمات پیدا کر کے گمراہ کرتے بھی ہیں تو تم ان کی بات نہ سناؤ وہی جانور کھاؤ جسے خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے۔

ذبیحہ اور مردار میں فرق بڑا واضح ہے کہ ذبیحہ کا خون اللہ کے نام پر بہا دیا گیا ہے اور مردار کا خون اس کے نام پر نہیں۔ حضور ﷺ نے خدا کے فرمان کے مطابق حلال جانوروں کی تفصیل بیان فرمادی ہے ہاں ان حرام جانوروں میں جن کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ (مردار تم پر حرام ہے، خون حرام ہے، خنزیر کا گوشت حرام اور وہ جانور جسے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، بسم اللہ کی جگہ بسم فلاں کہہ کر ذبح کیا گیا ہو)

اگر کبھی کسی موقع پر تم حرام کھانے پر مجبور ہو جاؤ، مجبوری کی صورت یہ بھی ہے کوئی تمہیں کہتا ہے اسے کھاؤ ورنہ گولی مارتا ہوں، مجبوری کی صورت یہ بھی ہے کہ تم بھوکے مر رہے ہو، نہ کھاؤ تو جان نکل جائے گی اور اس حرام کے بغیر کوئی دوسری شئی موجود نہیں جسے کھا کر جان بچا سکتا ہے تو رعایت کے طور پر تمہیں اجازت دے دی گئی ہے، بقدر ضرورت کھاؤ اور جان بچا لو کفار کی یہ سازش ہے کہ وہ حرام کو حلال کہتے پھر رہے ہیں اور مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔ خدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کہنا اور حرام چیزوں کو حلال کہنا کفر ہے اور خدا سے بغاوت ہے مسلمانو! کفار کی شرارت، بغاوت سے بچو، اُن سے الگ تھلگ ہو جاؤ وہ تمہارے دین کے دشمن ہیں۔

آیہ مبارکہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ خدا کی نعمت کو کھاؤ تو اس کا نام لے کر کھاؤ، ایسا نہ ہو کہ نعمتیں کھاتے خدا کو بھول جاؤ۔ اسلام نے مردار جانور کے کھانے سے اس لئے روکا ہے کہ اس کی جان خدا کے نام پر نہیں نکلی اور ذبح کئے گئے جانور کو کھانے کا حکم دیا ہے کہ اس کی جان خدا کے نام پر نکلی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَذُرُوا ظَاهِرَ الْأَشْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ
يَكْسِبُونَ الْأَشْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٠﴾
وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ أَسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَ
إِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيَوْحُونَ إِلَى
أُولَئِهِمْ لِيُحَادِّثُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمْهُمْ
إِنَّكُمْ لَشُرَّ كُونٍ ﴿١١﴾

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ بے شک جو
لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو عنقریب اُن کے
اعمال کی سزا دی جائے گی (۱۲۱) اور اس ذبیحہ کو
نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بے شک اس
کا کھانا گناہ ہے بے شک شیطان اپنے دوستوں
کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ
تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت
کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے (۱۲۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حلال ذبیحہ کے کھانے کی اجازت تھی، اس آیہ پاک میں مُردار کھانے سے روکا
جا رہا ہے، اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، اسلام سے قبل کچھ لوگ زنا کو بُرا سمجھتے تھے مگر اُسے خفیہ
کرنے میں گناہ نہیں جانتے تھے گو ظاہر اُنا کو بُرا جانتے اور خفیہ میں کوئی حرج نہ جانتے تھے۔ اس آیہ پاک
میں گناہ کی برائی ذکر کی گئی کہ گناہ اعلانیہ بھی جرم ہے اور خفیہ بھی، زنا کی بُری عادت سے بہر حال بچا جائے۔
قرآن مقدس نے اس بُرے فعل کی مذمت ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمائی ہے ”وَلَا تَقْرُبُوا
الزَّنا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا“ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بُری راہ ہے۔

یہود و نصاریٰ میں بھی زنا بُرا ہے تو رات و انجیل نے اس کی برائی بیان کی ہے مگر یہود و نصاریٰ اور
مسلمانوں کے درمیان زنا کو بُرا سمجھنے میں فرق بہت زیادہ ہے۔ یورپ میں لڑکا لڑکی رضا مندی سے جو کر
لیں، جرم نہیں اگر زبردستی ہو تو قانون حرکت میں آتا ہے، اسلام نے زنا کو بہر حال حرام قرار دیا ہے وہ
رضا مندی سے ہو یا زبردستی سے۔ اس فرق کو اس طرح زیادہ واضح کیا جاسکتا ہے، ایک شخص لکڑیاں جمع کر

لیتا ہے پھر اس پر تیل ڈال کر آگ لگا دیتا ہے آگ بھڑکنے پر فائر بریگیڈ والے کو بلاتا ہے کہ مدد کرو آگ لگ گئی، یہی حال اہل یورپ کا ہے کہ لڑکوں لڑکیوں میں آزادی بے پناہ دے رکھی ہے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں جب میل جول گفتگو پر کوئی پابندی نہیں، اس آزادی میں ظاہر ہے نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔

اسلام نے نوجوان لڑکے لڑکی کو اکٹھا رہنے، بے تکلف ہونے کی اجازت ہی نہیں دی اور فرمایا زنا کے قریب بھی نہ جاؤ ایسی حرکات و سکنات سے ہی روک دیا گیا ہے جس سے زنا ہونے کا اندیشہ ہو، اعلانیہ خفیہ دونوں صورتوں میں زنا سے روک دیا گیا ہے اور فرما دیا جو گناہ کرتے ہیں قریب ہی اپنے کئے کی سزا پائیں گے، لوگوں کو ارشاد ہے گناہوں سے بچو جس کام سے حضور منع فرمادیں وہ گناہ ہے جسے پسند فرمائیں وہ ثواب ہے کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر بھی نہ کرو معمولی چنگاری بھی گھر جلا دیتی ہے کسی نیکی کو معمولی سمجھ کر بھی نہ چھوڑو کہ راستہ سے کانٹے کا ہٹا دینا بھی بخشش کا سبب بن جاتا ہے، پیاسے کو پانی کا گھونٹ دے دینا بھی رحمت بن جاتا ہے۔

جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اُسے نہ کھاؤ، یہ گناہ ہے شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو مشرکین سے ہو جاؤ گے، مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی اطاعت سے روکا جا رہا ہے ان کی محفلوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اَوْمَنْ كَانَ مِثْلًا فَحَبِيبُهُ وَجَعَلْنَا لَهُ
 نُورًا يَكْشِفُ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ
 فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ
 زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۳﴾
 کیا وہ شخص جو مردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا
 اور اُس کیلئے ایک نور بنا دیا جس سے لوگوں میں
 چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں
 میں ہے اُن سے نکلنے والا نہیں اسی طرح کفار کیلئے
 ان کے اعمال اچھے کر دئے گئے ہیں (۱۲۳)

اللہ
 اعظم

تفسیر

بچھلی آئیہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ تمام قسم کے گناہوں سے بچو ہر حال میں بچو، گناہ چھپ کر کرنا بھی بُرا اور اعلانیہ بھی بُرا۔ اس آئیہ میں ارشاد ہے کہ خفیہ اور اعلانیہ گناہوں سے بچنے والا ایک روشنی میں ہوتا ہے جو اُس کیلئے ساتھی مددگار ہوتی ہے، گڑھوں میں گرنے سے بچاتی ہے ٹھوکر لگنے سے محفوظ کرتی ہے، اور ہمارے بیان کردہ اصولوں سے پھرنے والا اندھیروں میں ہوتا ہے جس سے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے گرتا ہے زخمی ہوتا ہے۔

اس آئیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک موقعہ پر ابو جہل نے حضور ﷺ پر نجاست پھینکی، حضور ﷺ کو ابو جہل کی اس حرکت سے دُکھ ہوا، آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے واپس آئے تو آپ کو بتایا گیا، حمزہ آج تیرے بھتیجے محمد ﷺ کو ابو جہل نے تنگ کیا ہے، اُن پر گندگی پھینکی ہے، بُرا کیا ہے۔ حضرت حمزہ ابھی تک دولت ایمان سے بہرہ ور بھی نہیں ہوئے تھے مگر حضور ﷺ سے پیار نے انہیں ابو جہل پر غضب ناک کر دیا کہ اس نے یہ کمینی حرکت کیوں کی؟ حضور پر گند کیوں پھینکا؟ آپ یہ خبر سنتے ہی سیدھے ابو جہل کے ہاں آئے اور اس کے سر پر زور سے کمان ماری وہ روکتا رہا آپ مارتے رہے، ابو جہل نے کہا آپ اپنے بھتیجے محمد سے کچھ نہیں کہتے جو ہمارے بتوں کو گالیاں دیتا ہے، آپ نے ابو جہل سے فرمایا تم لوگ انتہائی بے وقوف ہو اپنے ہی ہاتھوں پتھر تراشتے ہو، مورتیں بناتے ہو اور پھر انہیں سجدے کرتے ہو؟ خدا مانتے ہو؟ اور پھر وہاں سے سیدھے حضور ﷺ کے ہاں تشریف لائے اور ایمان قبول کیا۔

یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں مومن کو زندہ اور کافر کو مردہ فرمایا گیا، حضرت حمزہ اسلام قبول کر کے زندہ ہیں، ابو جہل کفر میں رہ کر مُردہ ہے۔ حضرت زید بن اسلم روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر دُعا فرمائی اے اللہ! ابو جہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کو مسلمان ہونے کی توفیق بخش اور اسے غلبہ اسلام کا سبب بنا دے، یہ دونوں کفر میں رہ کر مردہ تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب کو اللہ تعالیٰ نے

اسلام سے نواز کر زندہ کیا، ابو جہل اپنی گمراہی میں رہا۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا نور والا اور اندھیرے والا برابر نہیں ہو سکتے، اسلام نور ہے کفر اندھیرا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ نور سے مراد قرآن پاک ہے یہ بھی تفسیر ہے کہ نور سے مراد دین اسلام ہے، جیسے آنکھ کیلئے باہر سے روشنی بھی ضروری ہے آنکھ درست ہے مگر سورج نہیں، چاند نہیں، اندھیرا ہے تو آنکھ کام نہیں دے گی ایسے ہی عقل فکر کیلئے ضروری ہے کہ باہر سے بھی نور ہو وہ نور قرآن پاک ہے وہ نور وحی الہی ہے، کافر اس نور سے محروم ہے اسی وجہ سے اندھیرے میں ہے مومن اس نور سے فیضیاب ہے اسی لئے روشنی میں چلتا ہے۔ آخر میں فرمایا گیا کافر جو کام کر رہے ہیں وہی ان کیلئے خوشنما بنائے گئے ہیں انہیں میں محور تہتے ہیں اور حق سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

وہ بندہ جسے ہم نے نور ایمان دیا ہے اس کی روشنی میں چلتا ہے وہ جس گلی کو چپے سے گزرتا ہے روشنی ہو جاتی ہے کیا یہ خوش نصیب بندہ اس بد نصیب جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں مارا مارا پھر رہا ہے اور پھر ان اندھیروں سے نکل بھی نہیں سکتا اور اس بندے کی گمراہیاں اسے اچھی لگتی ہیں وہ سمجھتا ہے میں حق پر ہوں اور مسلمان غلطی پر ہیں یہ کہنا بھی اس کا اسی اندھیرے کے سبب ہے، عمر فاروق اسلام لا کر زندہ ہوئے ابو جہل کفر میں رہ کر گمراہی میں گھرا رہا اندھیرے میں رہا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْثَرَ مُجْرِمِينَ
يَسْمُرُونَ فِيهَا وَأُيَاسِرُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا
يَشْعُرُونَ ۝ وَلَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا الْاِنُّ نُنُومُنَ
حَتَّىٰ نُنُوتِي مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۚ اللَّهُ
أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ
الَّذِينَ أَجْرُمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ
شَدِيدٌ يُنَالُونَ ۝

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کو سردار بنا دیا تا کہ وہ وہاں فریب کاری کریں وہ صرف اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے (۱۲۳) اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا عنقریب مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا کیونکہ وہ فریب کاری کرتے تھے (۱۲۵)

تفسیر

بچپلی آئیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ مسلمان نور میں ہیں اور کفار اندھیرے میں۔ روشنی اور اندھیرا برابر نہیں ہو سکتے، روشنی والے جہاں جاتے ہیں روشنی ہو جاتی ہے اندھیرے والے اپنے اندھیرے میں ہی پریشان رہتے ہیں۔ اس آئیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ صرف مکہ مکرمہ میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ ہیں اور ہمیشہ سے ہیں حضور ﷺ کو اطمینان دلایا جا رہا ہے محبوب آپ پریشان نہ ہوں کفار کی سازشوں کی پرواہ نہ کریں، کامیاب و کامران آپ ہی ہیں ان کا کفر ان کیلئے سجا دیا گیا ہے ان کے کفر یہ کام انہیں اچھے لگتے ہیں۔

اس آئیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ اُس زمانہ میں مکہ شریف کو جانے کیلئے چار راستے تھے دنیا

بھر سے لوگ عمرہ یا حج کرنے آتے تو انہیں چار مختلف راستوں سے آتے۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ سے عداوت، حسد کی بناء پر چاروں راستوں پر ایک ایک بندہ بٹھا رکھا تھا جو آنے والوں سے کہتا مکہ جا رہے ہو وہاں پر ایک جادوگر رہتا ہے اس سے بچنا کفار کا یہ پروپیگنڈہ حضور ﷺ کے حق میں جاتا، باہر سے آنے والوں کو احساس ہوتا دیکھیں تو سہی وہ کون ہے جس سے دور رہنے کو کہا جاتا ہے کچھ لوگ تو حضور ﷺ کو دیکھتے ہی ایمان لے آتے اور کہتے یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا اور وہ اسلام لانے والے واپس اپنے علاقوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرتے، کفار کا یہ مکر و فریب کامیاب نہ رہا۔

قرآن مقدس نے فرمایا وہ اپنے آپ کو ہی فریب دیتے تھے مگر انہیں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود مکرو فریب کا شکار ہو رہے ہیں۔ آیہ مبارکہ کا یہ حصہ ”کہ جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم پر بھی وحی آئے جیسے لوگوں پر آتی ہے“ یہ حصہ ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوا یہ کہتا تھا کہ اگر نبوت کوئی اچھی شے ہے تو مجھے بھی نبی ہونا چاہئے تھا کہ عمر میری زیادہ ہے مال میرے پاس زیادہ ہے تو اس کی تردید میں یہ حصہ نازل ہوا۔ ”اللہ اعلم“ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ رسالت کو کہاں رکھے کفار کی سرکشی کا عالم یہ ہے جب انہیں کوئی حضور ﷺ کا معجزہ بتایا جائے تو انکار کر دیتے ہیں اور اپنے نبی ہونے کی خواہش کرتے ہیں حالانکہ نبوت تو خاص اللہ کی نعمت ہے وہ جسے چاہے دے جہاں چاہے رکھے اور پھر حضور کے بعد نبوت ہو بھی کیسے کہ حضور ﷺ تو خاتم النبیین ہیں آپ کے علاوہ قیامت تک کسی نبی کا آنا ہے ہی محال۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا جن لوگوں نے حضور کی مخالفت سے توبہ نہ کی ان کی عزت برباد ہو گئی، عظمت و شان کا جنازہ نکل گیا، ذلیل و خوار ہو گئے، قیامت کو شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَكْسِرْهُ صَدْرَهُ
لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ
صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ
كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ

اللَّهُ
صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ
اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے
اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی
سے آسمان پر چڑھ رہا ہے اللہ یوں ہی عذاب
میں ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو (۱۲۶)

پچھلی آیہ پاک میں کفارِ مکہ کی بہانہ بازیوں کا ذکر تھا کہ اگر حضور سچے ہیں تو جبریل ہمارے پاس
کیوں نہیں آتا؟ نبوت ہمیں کیوں نہیں ملتی؟ جس کا جواب تھا کہ اللہ بہتر جانتا ہے اس نے نبوت کو کہاں رکھنا
ہے اس آیہ پاک میں اُن کے خبث کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ اُن سینوں میں تنگی ہے انہیں اسلام قبول کرنا
ایسے مشکل ہے جیسے آسمان پر چڑھنا۔

آیہ مبارکہ میں سینہ کھولنے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اسلام کیلئے اس کا سینہ
کھول دیتا ہے جو شخص حضور ﷺ کے کمالات، معجزات کو دیکھ کر ایمان لے آتا ہے اور برضا و رغبت اسلام
قبول کر لیتا ہے دوسری طرف اس بندے کا ذکر کیا گیا ہے جس کے متعلق یہ فیصلہ ہو چکا ہے وہ گمراہ ہی رہے
گا اللہ تعالیٰ اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے اور ناقابل ہدایت بنا دیتا ہے اُس سینہ میں ایمان، ہدایت، اسلام
کے داخل ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی اس لئے اسلام قبول کرنا ایسے مشکل ہو جاتا ہے جیسے آسمان پر چڑھنا
مشکل ہے۔ ایسے ہی اس شخص کو بارگاہ رسالت میں حاضر ہونا، حضور ﷺ کے ارشادات کو قبول کرنا سخت
مشکل نظر آتا ہے اور وہ دور رہنے میں اپنی بھلائی سمجھتا ہے۔

جن لوگوں کے مقدر میں ایمان نہیں ان پر دنیا میں لعنت ہے اور آخرت میں عذاب۔ اے محبوب
کریم! آپ ان کے ایمان نہ لانے سے پریشان نہ ہوں۔ آیہ مبارکہ میں شرح صدر (سینہ کھول دینے) کا

ذکر ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کی گئی حضور! شرح صدر کیا ہے؟ تو فرمایا یہ ایک غیبی نور ہے جسے اللہ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے جس سے اُسے نیک اعمال کی توفیق ہوتی ہے، عرض کی گئی حضور اس کی نشانی کیا ہے؟ تو فرمایا دنیا سے نفرت، آخرت کی رغبت۔ گمراہ کیلئے سینہ کی تنگی کا ذکر فرمایا گیا ہے اُسے نیکی قبول کرنے کی توفیق نہیں ملتی، اطاعت سے دور بھاگتا ہے اس کے حق میں بھلائی کیلئے کوئی راستہ نہیں رہتا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب وہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو اس کو وحشت ہونے لگتی ہے اور جب کفر کی باتیں سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اس کا جی لگتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے اور سورہ فاتحہ شریف کے اندر ”اهدنا الصراط المستقیم“ کے ارشاد سے پتہ چلتا ہے ہدایت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جسے مل جائے یہ نعمت ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی جس پر اللہ کا خاص کرم ہو اُسے نوازا جاتا ہے، دل کی تنگی عذاب الہی ہے اور دل کی وسعت انعام خدائی ہے جسے نصیب ہو۔

آیہ مبارکہ میں کافر کے دل کو تنگ فرمایا گیا ہے، ”حرجاً“ فرمایا گیا بہت ہی تنگ، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا ”حرجاً“ کا کیا معنی ہے اس نے کہا حرج اس درخت کو کہتے ہیں جو شدید گھنے درختوں میں ہوتا ہے جہاں کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا منافق کا دل بھی ایسا ہی ہوتا ہے وہاں بھلائی کی کوئی شے نہیں پہنچ سکتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَضَّلْنَا الْآلِ
لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَهُوَ دَلِيلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

للہ
الصلوات
الکثیرہ

اور یہ تیرے رب کی سیدھی راہ ہے ہم نے
آیتیں تفصیل سے بیان کر دیں نصیحت ماننے
والوں کیلئے (۱۲۷) ان کیلئے اپنے رب کے ہاں
سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا مولا ہے کہ وہ نیک
کام کرتے تھے (۱۲۸)

تفسیر

یہ مقدس دین دین اسلام ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا سینہ کھول دیا ہے یہی وہ راستہ ہے
جس کو اللہ نے لوگوں کیلئے پسند کیا ہے اور یہی سیدھی راہ ہے، آیہ مبارکہ میں دارالسلام سے مراد جنت ہے
اس لئے کہ جنت میں ہر قسم کی تکلیف سے سلامتی ہے یا اس وجہ سے جنت کو دارالسلام فرمایا گیا ہے کہ
ایمانداروں کو جنت میں داخل ہوتے ہوئے فرشتے سلام کہیں گے جیسے قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر
وضاحت کی ہے ”یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنة بما کنتم تعملون“ (اور کہیں گے تم پر سلام
ہو جنت میں داخل ہو جاؤ کہ تم نیک کام کرتے تھے) یا دارالسلام سے مراد حضور ﷺ کی بارگاہ ہے کہ یہ کس
قدر نعمت ہے حضور کی بارگاہ دارالسلام بھی ہے، دارالامن بھی ہے اور دارالرحمت بھی ہے۔ جنت صرف
انسانوں کیلئے ہے مگر حضور کی بارگاہ کائنات بھر کیلئے ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں دارالسلام کے
معنی ہیں خدا کا گھر اور ظاہر ہے خدا کا گھر سلامتی کا گھر ہے۔

آیہ مبارکہ کے شروع میں ارشاد ہے ”هَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا“ (یہ تیرے رب کی سیدھی
راہ ہے) کہ اسلام تیرے رب کی سیدھی راہ ہے یہ بھی معنی ہے کہ قرآن پاک پر عمل سیدھی راہ ہے یہ بھی معنی
ہے حضور ﷺ کی اطاعت سیدھی راہ ہے، حضور کے دامن گیر ہو جاؤ خدا تک پہنچ جاؤ گے، ارشاد ہوتا ہے ہم
نے نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے قرآن مقدس کی آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے جیسے یہ ارشاد ہے

قرآن پاک ”ہدی للمتقین“ ہے، پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے، ہدایت تو سبھی کیلئے ہے مگر فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو عقلمند ہیں، سورج کی چمک، روشنی تو دنیا بھر کیلئے ہے مگر فائدہ وہی اٹھائے گا جس کی آنکھیں روشن ہوں گی۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے دربار پر انوار سے جو راہ نکلتی ہے وہ سیدھی بارگاہ قدس تک جاتی ہے اس راہ میں کسی قسم کی کجی نہیں یہ راہ سیدھی راہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 و یومر یحشرہم جہیعاً یبعثہم یومر یحشرہم
 استکثرتہم من الانس و قال اولیئہم
 من الانس ربنا اسمتہم بعضنا ببعض
 و بکننا اجلنا الذی اجلت لنا قال انما مثلوکم
 خلدین فیہا الا ماشاء اللہ ان ربک
 حکیم علیہم و کذلک نولی بعض الظالمین
 بعضاً ایما کانوا ینسبون ۝

اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا
 اور فرمائے گا اے جو! تم نے بہت سے
 انسانوں کو گمراہ کر دیا اور انسانوں میں سے ان
 کے دوست کہیں گے اے ہمارے رب بعض
 لوگوں نے بعض سے فائدے اٹھائے اور ہم
 اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے مقرر فرمائی تھی اللہ
 فرمائے گا دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے اس میں ہمیشہ
 رہو گے مگر جیسے اللہ چاہے بے شک آپ کا رب
 حکمت والا ہے اور خوب جاننے والا ہے (۱۲۹) اور
 اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتے
 ہیں کہ وہ (گناہوں) کے کام کرتے تھے (۱۳۰)

صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ ایمان داروں کو قیامت کے دن امن ہوگا، سلامتی ہوگی۔ اس آیہ میں ارشاد ہے کہ کفار کیلئے قیامت کے دن نہ امن ہوگا، نہ سلامتی اور نہ کوئی اُن کا مددگار ہوگا۔ قیامت کے دن

جنات سے سوال ہوگا تم نے بہت سے انسانوں کو قبضہ میں کیوں کر لیا تھا؟ تم نے انہیں گمراہ کیوں کیا تھا؟ وہ جنات تو جواب نہ دے سکیں گے ان کے دوست کا فرمانِ انسان عرض کریں گے کہ اے مولیٰ! ہم دھوکا کھا گئے تھے کہ ہم میں سے بعض نے بعض سے نفع کمایا، جنات نے ہمیں بہکایا کفر و سرکشی میں ہماری مدد کی، برائیوں کو ہماری نگاہ میں اچھا کر دکھایا، زنا، شراب، قتل و غارت تمام برائیاں اچھی دکھائی دینے لگیں اور ہمارے بہکانے کی وجہ سے بہکانے والے جنات ہمارے سردار بنے رہے مگر افسوس یہ سرداری ایک عارضی شی ٹکلی جو تو نے ہمیں موت کی مدت مقرر فرمائی تھی وہ آگئی اور سب کچھ برباد ہو گیا۔

اُن کی اس گفتگو پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا، اب اپنے کئے کی سزا بھگتو، تم سب کفار جن و انس کا ٹھکانا دوزخ ہے ہاں اللہ ہی تم کو کبھی نکال کر ٹھنڈے طبقہ میں پہنچائے، جہاں کا عذاب آگ سے بھی زیادہ سخت ہے اے محبوب آپ کا خدا علم والا بھی ہے، حکمت والا بھی۔

جیسے ہم نے کافرجنوں، انسانوں کو اکٹھا کر دیا ویسے ہی بعض کافرانسانوں کو دوسرے کافروں کا عارضی دوست بنا دیتے ہیں یا ظالم لوگوں پر ظالم حکمران مقرر کر دیتے ہیں یا بعض کفار دوسرے بعض سے دوزخ میں قریب رہیں گے کہ کفر میں برابر تھے اور یہ اس کا صلہ ہوگا جو دنیا میں کماتے تھے ان دونوں گروہوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جیسے دنیا میں اکٹھے تھے آج دوزخ میں بھی اکٹھے ہوں گے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت رکھتا تھا، اللہ کے فضل سے حضور ﷺ سے محبت رکھنے والے قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَمَعُشَرِ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ
مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا
وَعَزَّيْنَاهُمُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ
أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُنْ
رَبُّكَ مُهِلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے جنوں، انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں ہماری آیات سناتے تھے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے وہ کہیں گے ہاں ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں اور اب انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے اور انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دی کہ وہ کافر تھے (۱۳۱) یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔ (۱۳۲)

تفسیر

قیامت کے دن کافر جنوں اور انسانوں کی جواب طلبی کا ذکر ہے ان کا حساب کتاب ہوگا یہ حساب صرف ان دونوں گروہوں کا ہوگا قیامت کے دن فرشتے بھی حساب کتاب سے بری ہوں گے، عتاب اور سختی کے انداز میں ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تمہاری جماعت میں سے تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں آئے تھے جنہوں نے تمہیں تورات و انجیل، زبور یا قرآن حکیم کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائیں اور تمہیں قیامت کے دن سے ڈرایا، شروع میں تو یہ گروہ انکار کریں گے مگر چونکہ اس وقت ان کے خلاف فرشتوں کی گواہیاں ہوں گی ان کے اعضاء کی گواہیاں ہوں گی اب مجبوراً کہیں گے اے اللہ! ہم اقرار کرتے ہیں کہ تیرے رسول ہمارے پاس پہنچے تیرے احکام پہنچائے مگر ہم غافل رہے منکر ہوئے آج وہ اپنے پر خود گواہی دے رہے ہیں کہ کافر تھے۔ اقرار کرایا گیا ہے کہ کسی مجرم کو بغیر اقرار کے سزا نہ دی جائے یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

اس آیہ مبارکہ سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جنوں میں بھی رسول آئے ہیں تو یہ محض کمزور اشکال ہے اس پر ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ رسول صرف انسانوں میں آئے ہیں کوئی جن، کوئی فرشتہ بحیثیت رسول نہیں آیا قرآن مقدس سے اس طرح تائید ہوتی ہے ”وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم“ یہاں رسول سے صرف انسان مراد لئے ہیں۔ جنات کے رسول سے مراد محض پیغام پہنچانے والے وہ جن مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر آگے اپنی قوم کو پیغام پہنچایا، انسانوں میں رسول وہ ہیں جس پر وحی اُتری اُسے کتاب دی گئی۔ آیہ مبارکہ میں جنات کے رسول سے مراد انہیں پیغام پہنچانے والے مراد ہیں، حضور ﷺ سے قبل تمام انبیاء و رسل انسانوں میں ہی آئے کوئی نبی جنات میں سے نہیں آیا۔ حضور ﷺ کے بعد نہ کوئی انسانوں میں سے نبی آیا، نہ جنات میں سے۔ حضور دونوں گروہوں کے رسول ہیں بلکہ ساری کائنات کے رسول ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ”انسی ارسلت الی الخلق کافہ“ میں پوری مخلوق کا رسول ہوں۔ تمام مفسرین و محدثین کا یہی موقف ہے کہ نبی، رسول صرف انسانوں میں ہی ہوئے ہیں، علماء و محدثین نے نبی کی تعریف ہی یہ کی ہے ”نبی وہ انسان ہے جسے اللہ نے تبلیغ احکام کیلئے بھیجا ہو“

قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین“ اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم، آل عمران کو (تمام جہانوں میں) منتخب فرمایا۔

یہاں پر ”اصطفیٰ“ کا معنی نبوت کیلئے چناؤ ہے، آیہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آدم، نوح اور ابراہیم و عمران کی اولاد کو نبوت کیلئے چن لیا، ظاہر ہے جنات نہ آل ابراہیم ہیں، نہ آل عمران بلکہ نہ اولادِ آدم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمِلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ
إِنْ يُشَآئِدْ هَبْنَكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ
لَكُمْ أَشْفَاكُمْ مِنْ ذُرِّيَةِ قَوْمٍ آخِرِينَ ۝ إِنْ مَا
تُوعَدُونَ لَأْتِيَنَّكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝

اللَّهُ
صَلَّى
الْحَطِّمِ

اور ہر ایک کیلئے اس کے عمل کے مطابق درجات
ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں
(۱۳۳) اور (اے محبوب) تیرا رب غنی ہے رحمت
والا ہے (اے کفار) اگر وہ چاہے تو تمہیں لے
جائے اور تمہاری جگہ جن لوگوں کو چاہے لے آئے
جس طرح تم کو ایک اور قوم سے پیدا کیا ہے (۱۳۴)
بیشک (قیامت کا دن) جس کا تم سے وعدہ کیا گیا
ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم (اللہ) کو عاجز
کرنے والے نہیں (۱۳۵)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کافر جنات و انس کا ذکر تھا اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان کفار جن و انس کے دوزخ
میں درجات الگ الگ ہوں گے کوئی سقر میں، کوئی حطہ میں، کوئی سعیر میں۔ یہ بات ذہن میں نہ آئے وہ
اتنی مخلوق کو اس کے ہر عمل کی سزا کیسے دے گا؟ فرمایا جا رہا ہے وہ ہر مخلوق کے ہر عمل سے خبر رکھتا ہے کسی سے
غافل نہیں ایسے علیم و خبیر پر کوئی مشکل نہیں کہ مجرموں کو ان کے جرموں کے مطابق سزا دے ان کے جرموں
کی سزا دنیا میں نہ دینے کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ کو ان کی حرکتوں سے خبر نہیں (معاذ اللہ) بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ بے
نیاز ہے ہاں ساتھ رحمت والا بھی ہے اپنے بندوں کو موقع دیتا ہے اُن میں انبیاء بھیجتا ہے۔ کفار سے خطاب
فرمایا گیا اے کفار! اگر وہ چاہے تو تمہیں اس زمین سے نکال دے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لے آئے اور
تمہاری زمین اس مخلوق سے آباد کر دے، پہلی قوموں کو ہلاک کر کے تمہیں ان کی جگہ آباد کیا وہ قومیں جو تم
سے پہلے برباد ہو گئیں ان سے عبرت حاصل کرو۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کسی قوم کا بھلا چاہتا ہے تو ان پر اچھے حکمران مسلط کر دیتا ہے اگر بھلا نہ چاہے تو ان پر بدترین حکام مسلط کر دیتا ہے۔ فقہاء نے اس آیہ پاک سے استدلال کیا ہے کہ رعیت اللہ سے منحرف ہو جائے تو اللہ اس قوم پر ظالم مسلط کر دیتا ہے، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے جسے ابن کثیر نے نقل کیا کہ جو شخص کسی ظالم کے ظلم میں مدد کرتا ہے اللہ اسی ظالم کو اس کے ستانے کیلئے مسلط کر دیتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی کئی صفات مقدسہ کا ذکر ہے وہ لوگوں کے کردار سے غافل نہیں، وہ بے نیاز ہے، وہ رحمت والا ہے، وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ کسی اور کو آباد کر دے، اُسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا، انسانوں کے اندر جو استغناء ہے یا رحم ہے یا کسی کو آباد کرنے کی ہمت ہے تو یہ ساری قوتیں انسانوں کو اسی کی عطا کردہ ہیں، حقیقی طور پر وہی کارساز ہے، وہی مالک ہے وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰی مَا كُنْتُمْ لِيْ عَامِلِيْنَ
 فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ كُنُوْنَ لَهُ عَاقِبَةُ
 الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
 (اے محبوب) آپ کہئے اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں (اپنی جگہ) قریب ہے تم جان لو گے آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے (۱۳۶)

اللہ
 الصّٰلِحِ
 العظِیْمِ

تفسیر

اے محبوب! آپ ان کفار سے بطور اظہار بیزاری فرمادیں اگر تم اپنے اس عمل کفر سے باز نہیں آتے تو اپنی اس حرکت پر کام کرتے جاؤ ہم اپنے طور پر عمل کئے جائیں گے، قیامت کے دن تمہیں پتہ چل جائے گا کہ انجام کس کے حق میں ہوتا ہے اور کس کے خلاف چونکہ تم نے اپنی جان پر، اولاد، اعزاء، اقرباء پر اپنی

رعایا پر ہر طرح کے ظلم کئے اور اپنے ظلم کو ایک اچھا عمل سمجھا، یاد رکھو کوئی ظالم کامیاب نہیں ہوگا، کامیابی تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہے۔

کفار سے یہ فرمانا تم اپنی حالت پر کام کرتے جاؤ یہ کفر کرنے کی اجازت یا حکم نہیں یہ تو ان سے بیزاری کا اظہار ہے جیسے ہم بھی آج کل استعمال کرتے ہیں کوئی شخص بات نہیں مانتا تو ہم کہہ دیتے ہیں ”اچھا یار جاتیری مرضی میں اپنا کر رہا ہوں تو اپنا کر“ یہ انداز بیزاری ہے رضا نہیں ہے اس ارشاد کے آگے ”انسی عامل“ فرمایا میں اپنا کام کر رہا ہوں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ کبھی کسی کو نصیحت کیلئے اپنے کام کا اظہار بھی جائز ہے۔ انجام کار کا ذکر فرمایا گیا قیامت کو پتہ چل جائے گا کہ نتیجہ کس کے حق میں ہے کافر کا انجام جہنم اُس کے ظلم کا نتیجہ ہے۔

آیہ کریمہ سے یہ اشکال پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ کفار کو اجازت دی گئی ہے وہ جو چاہیں کرتے رہیں یہ حکم تنبیہ کے طور پر ہے، ڈرانے دھمکانے کے انداز میں ہے اس کی مثال سورہ کہف میں ملتی ہے ارشاد ہوتا ہے ”من شاء منکم فلیؤمن و من شاء منکم فلیکفر“ جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے یہ جھڑک ہے، تنبیہ ہے۔ آخری فقرہ میں فرمایا گیا ظالم کامیاب نہیں ہوتا، اے کفار! اگر تم نے کفر پر بضد رہنا ہے تو رہتے رہو، میں تو تبلیغ کا فریضہ انجام دیتا ہی رہوں گا جب موت آئے گی تو یہ تمہاری بد مستی اُتار دے گی اور پھر تمہیں صورت حال کا خود ہی پتہ چل جائے گا حق پر کون تھا اور باطل پر کون؟ کامیابی کس کی ہے اور ذلت کس کی؟

آیہ کے آخری حصہ ”لہ عاقبة الدار“ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ایک علمی نکتہ درج ہے ”عاقبة الدار“ فرمایا ہے ”عاقبة الدار الاخرہ“ نہیں، یہ نہیں فرمایا کہ دار آخرت کا انجام، بلکہ صرف ”دار کا انجام“ ہے جس میں اشارہ ملتا ہے مومن دار آخرت سے پہلے دار دنیا میں بھی کامیاب ہے، ایماندار کامیاب ہوئے کفر زسوا ہوا، حضور ﷺ کے زمانہ میں یمن سے لے کر شام تک حکومت پھیل گئی، اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ

”لا غلبن انا و رسلی“ میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب ہوں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
وَجَعَلُوا لِلّٰهِ وَمَا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ
نَصِیْبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا
لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ
اِلَى اللّٰهِ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى
شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

صَلَّى
الْعَظِيمِ

اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور
موشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کیلئے مقرر کیا
اور یہ کہا کہ یہ اللہ کیلئے ہے اور یہ ہمارے شرکاء
کیلئے ہے جو حصہ ان کے شرکاء کیلئے ہے وہ اللہ
کی طرف نہیں پہنچتا اور جو اللہ کیلئے ہے وہ ان
کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے یہ لوگ کیسا بُرا
فیصلہ کرتے ہیں (۱۳۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ اے کفار! تم اپنا کام کئے جاؤ میں اپنا کر رہا ہوں اس کا معنی یہ نہیں
کہ انہیں بد عملیوں کی اجازت دی جا رہی ہے۔ اس آیہ کریمہ میں ان کی بد عملیوں کا ذکر کر کے بتایا جا رہا ہے
کہ پہلی آیہ کا حکم ”تم اپنا کام کئے جاؤ“ اجازت کیلئے نہیں بلکہ روکنے کیلئے ہے وہ لوگ تو ایسے کام کرتے تھے
جو عقل سے بھی دور تھے کیا انہیں ایسے بُرے اور احمقانہ کاموں کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ گویا
پہلی آیہ پاک ”اعملوا علی مکانتکم“ کی وضاحت فرمادی گئی ہے، کہ ان کے کام بُرے تھے اس پر
تنبیہ ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، کفارِ عرب کا طریقہ یہ تھا کہ ان کے باغات اور کھیتوں میں
سے جو پیداوار ہوتی اس کے تین حصے کرتے تھے ایک حصہ اللہ کے نام پر غریبوں، فقیروں، مسکینوں کو دیتے
ایک حصہ بتوں کے نام کا طے کر لیتے جو بت خانوں کی تعمیر ان کے محافظین، خدام پر خرچ کرتے، یہی طریق

کار جانوروں میں بھی کرتے جانوروں کے بچوں میں بھی یہی تقسیم کا تھی، تیسرا حصہ اپنے اخراجات کیلئے رکھتے۔ اگر اللہ کے حصہ والا جانور مر جاتا تو اس کی پرواہ نہ کرتے مگر بتوں کے حصہ والا جانور ضائع ہو جاتا تو اللہ کے نام والے جانوروں سے نکال کر بتوں والے جانوروں میں شامل کر دیتے مگر بتوں کے حصہ سے نکال کر اللہ کے نام والے حصہ میں نہ ڈالتے اور کہتے اللہ غنی ہے، اُسے ضرورت نہیں۔

اس آئیہ مبارکہ میں کفار کے اسی دستور کا ذکر فرمایا گیا ہے، اللہ کے نام کا جو حصہ نکالتے، اس سے ثواب کی اُمید رکھتے قرب الہی کا تصور کرتے مگر ان کا یہ نظریہ غلط تھا کہ ایمان کے بغیر کسی قسم کی نیکی معتبر نہیں ایمان اصل ہے اُن کے یہ کام محض حماقت و جہالت ہیں اور دوزخ میں جانے کا سبب ہیں۔

اس آئیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ کفار کے صدقات و خیرات ان کی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتے کہ وہ دولت ایمان سے محروم ہیں، خدا کی دی ہوئی دولت کو کفار نے بتوں کیلئے صرف کیا اس کی مذمت کی گئی ہے اگر مسلمان بھی خدا کے دئے ہوئے مال اعضاء کو اس کی رضا کے خلاف استعمال کریں تو مجرم ہیں، زندگی کے اوقات کو غلط کاموں میں تقسیم کر لیا تو بھی مجرم ہوئے، چاہئے یہ کہ انسان اپنی زندگی کے سارے لمحات اوقات کو اللہ کی عبادت و اطاعت کیلئے صرف کرے اسی میں نجات ہے غرضیکہ اس آئیہ پاک میں مشرکین عرب کی گندی اور احمقانہ عادت کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی دولت مال سے بتوں کیلئے حصہ نکالتے ہیں اور گمراہی میں مگن رہتے ہیں۔

آئیہ پاک کے آخر حصہ ”ساء ما یحکمون“ فرما کر اُن کے فیصلہ کو انتہائی برا فیصلہ قرار دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَذَلِكَ زَيَّنَ لِكَافِرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ
أَوْلَادِهِمْ شُرَكَائِهِمْ لِيُزِدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا
عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ
فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿۱۳۸﴾

صَلَّى
الْعِظَمِ

اور یوں ہی بہت مشرکوں کی نگاہ میں ان کے
شریکوں نے اولاد کا قتل بھلا کر دکھایا کہ انہیں
ہلاک کر دیں اور ان کا دین اُن پر مشتبہ کر دیں
اور اگر اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے، سو آپ اُن کو اور
ان کے بہتانوں کو چھوڑ دیں (۱۳۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کے اُس عمل کا ذکر تھا جو وہ اپنے باغات، کھیتوں اور جانوروں میں کرتے
تھے، ایک حصہ خدا کے نام کا دوسرا شریکوں کے نام کا یہ ان کی بد عملی تھی، شریکوں کے نام کے حصہ سے کوئی کمی
ہو جاتی تو خدا کے نام کے حصہ سے ادھر ڈال دیتے مگر خدا کے نام کا کوئی جانور مرجاتا تو شریکوں کے نام
کے جانوروں سے ادھر کوئی حصہ نہ ڈالتے اور کہہ دیتے خدا تعالیٰ تو غنی ہے۔

اس آیہ کریمہ میں ان کے معاملات کا ذکر ہے وہ لوگ جو اپنے معاملات میں ہی برباد ہو گئے اور
دھوکہ کھا گئے، اولاد پر ظلم کرنے لگے گویا اُن کے حقوق العباد کو پامال کرنے کی مذمت ہے کہ ان کے شرکاء
ان کے بد خواہ ہیں دشمن ہیں، انہوں نے ان کفار کو ایسی راہ پر چلا دیا ہے کہ یہ لوگ اپنی اولاد کو قتل کرنے میں
دین سمجھنے لگے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، دورِ جاہلیت میں نعمان ابن منذر نامی ایک شخص نے عرب
کے ایک قبیلہ پر ڈاکہ ڈالا اور عورتوں کو قید کر لیا، ان عورتوں میں قیس بن عاصم کی بیٹی بھی تھی کچھ وقت گزر
جانے کے بعد دونوں قبیلوں میں اس طرح صلح ہو گئی کہ قیدیوں میں جو آزاد ہو کر اپنے قبیلہ میں جانا چاہے چلا
جائے اور جو نعمان بن منذر کے ہاں رہنا چاہے رہ جائے۔ عورتوں میں سے قیس بن عاصم کی بیٹی نے واپس
قبیلہ میں جانے سے انکار کر دیا اور نعمان بن منذر کے ہاں ہی رہنا پسند کیا، اس واقعہ پر قیس نے قسم کھالی کہ

میرے ہاں اب جو لڑکی پیدا ہوگی اُسے زندہ دفن کر دوں گا کہ میری بیٹی نے واپس نہ آکر میری ناک کٹوا دی اس واقعہ کے بعد لوگوں میں رواج ہو گیا کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے اور اولاد کو ذبح کرنے کی نذر مان لیتے کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو بیٹے کو ذبح کر دوں گا وہ کام ہو جاتا تو نذر ماننے والا اپنے بچے کو ذبح کر دیتا ان کی تردید میں یہ آیا یہ پاک نازل ہوئی اور دور جاہلیت کی اس بُری رسم کی مذمت کی گئی۔

کفار کی بری رسموں میں ایک یہ بھی تھی کہ بحیرہ، سائبہ جانوروں کا دودھ بھی مردوں کیلئے حلال اور عورتوں کیلئے حرام سمجھتے تھے، ایک رسم یہ بھی تھی جن جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے اُن پر سواری نہ کرتے تھے، ایک بُری رسم یہ بھی تھی کہ بتوں کے نام پر چھوڑے گئے جانوروں کو ذبح کرتے، اگر پیٹ سے بچہ زندہ نکلتا تو اُسے بھی ذبح کر دیتے مگر اُسے صرف مردوں کیلئے حلال اور عورتوں کیلئے حرام سمجھتے تھے، اگر بچہ مُردہ ہوتا تو پھر یہ جانور بھی کیلئے حلال ہوتا تھا یہ ساری روایات حضرت ابن عباس سے درمنثور میں منقول ہیں مشرکین کو قتل اولاد کا یہ منصوبہ شیطان نے سکھایا کہ اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیں تاکہ جو ذلت کا سامنا ہوتا ہے اس سے بچ جائیں۔ آیا یہ مبارکہ میں ہے کہ مشرکین کو قتل اولاد کا نظریہ ان کے شرکاء نے دیا یہاں شرکاء سے مراد وہ شیاطین ہیں جن کی اطاعت میں اللہ کی نافرمانی کرتے تھے، شیاطین نے ایسا گمراہ کیا کہ اولاد کی محبت بھی ختم ہو گئی حالانکہ اولاد سے محبت جانور بھی کرتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعُمُهُا إِلَّا مَنْ لَبَّاسًا يَزْعُمُهُمْ وَأَنْعَامٌ حَرِّمَتْ
ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا
افْتَرَاءٌ عَلَيْهِمْ سَجِيذَةٌ يَمَكِّنُوا بِهَا ثُبُوتَ الْفِتْرِ ۝

اللَّهُ
الْعَظِيمُ

اور انہوں نے کہا یہ جانور اور کھیتی روکی ہوئی ہے
اُسے وہ ہی کھائے جسے ہم چاہیں اپنے گمان
سے اور کچھ مویشی ہیں جن پر چڑھنا حرام ٹھہرایا
اور کچھ مویشی کہ ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے یہ سب
اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے عنقریب وہ انہیں ان
بہتانات کا بدلہ دے گا (۱۳۹)

تفسیر

اس آیه مبارکہ میں کفار عرب کی بد عملیوں کا مزید ذکر ہے اپنی کھیتوں کے دو حصے کرتے، ایک حصہ
اپنی ضرورت کیلئے رکھ لیتے، دوسرا حصہ بتوں کی دیکھ بھال اور بت خانوں کی تعمیر پر خرچ کرتے تھے۔ ایک
اور بد عملی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اپنے جانوروں کے کئی حصے کرتے کچھ جانور اپنے کاروبار کیلئے رکھ لیتے کچھ
جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے جن پر نہ سواری کرتے نہ بوجھ لادتے کچھ جانور جنہیں کام تو لاتے مگر
انہیں ذبح نہ کرتے وہ اپنی موت مر جاتے۔

اس آیه کریمہ میں مشرکین کے ان مختلف نظریات کی تردید فرمائی گئی ہے، آیه کریمہ کے آخر میں فرمایا
گیا عنقریب اللہ انہیں ان بہتانات اور غلط نظریات کی سزا دے گا۔ مشرکین اپنی طرف سے من گھڑت
باتیں بنا لیتے، اور پھر ان باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے، اُن کے یہ بہتانات ان کیلئے قیامت کے
دن جہنم میں جانے کا سبب بن جائیں گے اور وہ اس سزا سے بچ نہ سکیں گے یا سزا سے مُراد دنیا اور آخرت
دونوں جہانوں میں سزا ہے دنیا میں سزا کی یہ صورت ہے کہ یہ کفار مسلمانوں سے مغلوب ہوں گے جنگوں
میں مار کھائیں گے سارے عرب میں مسلمانوں کا غلبہ ہوگا ان کا مصنوعی طور پر بنایا گیا دینی نظام ناکام ہوگا
البتہ دنیا میں ان کا نام رہے گا ان کے بت خانے گر جے، عبادت گاہیں نیست و نابود کر دی جائیں گی اسلامی

ریاست میں ان کا وجود مانا گیا ہے، ذمی کی حیثیت سے رہیں گے اور اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر زندگی گزاریں گے، اپنے اپنے نظریات و عقائد کی بناء پر رہنے میں اسلام کو اعتراض نہیں البتہ یہ لوگ اسلام کے خلاف بغاوت سرکشی نہیں کر سکیں گے۔

آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا گیا تو وہ حرام ہوگا وہ نام کسی انسان کا ہو یا بت کا، ذبح کے علاوہ کسی جانور پر کوئی دوسرا نام استعمال کیا جاتا ہے تو جانور حرام نہیں ہوگا، عقیقہ کا بکرا، قربانی کی گائے وغیرہ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
اور انہوں نے کہا جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں
میں ہے وہ صرف ہمارے مردوں کیلئے ہے اور
ہماری عورتوں پر وہ حرام ہے اور اگر بچہ مردہ پیدا
ہو تو اس میں مرد اور عورتیں سب شریک ہیں وہ
انہیں ان کی خود ساختہ باتوں کی سزا دے گا بے
شک وہ حکمت والا ہے، بہت جاننے والا ہے
(۱۴۰) بے شک ان لوگوں نے خسارہ پایا
جنہوں نے جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر
دیا اور جو رزق اللہ نے دیا تھا بہتان باندھ کر اس
کو حرام قرار دیا بے شک یہ گمراہ ہو گئے اور
ہدایت حاصل کرنے والے تھے ہی نہیں (۱۴۱)

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ
لِّذُنُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا اِنْ يَكُنْ
مِنْ نَسَبِنَا فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيْهِمْ
وَصَفَّهُمْ اِنَّهُمْ حٰكِمٌ عَلَیْهِمْ ۝ قَدْ خَسِرَ
الَّذِیْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اِفْتِرَاءً عَلٰی اللّٰهِ
قَدْ ضَلُّوا وَاَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝

اللہ
الصلوات
الکرام

تفسیر

بچھلی آیہ پاک میں کفار و مشرکین کے جانوروں کے متعلق غلط نظریات کا ذکر تھا، اس آیہ پاک میں ان کی ایک بڑی حماقت و جہالت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اپنی اولاد کو قتل کرنے سے بھی نہیں رکتے تھے۔ اس آیہ کریمہ کے اُترنے کے سلسلہ میں سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو رجالیہ میں قبیلہ ربیعہ اور مضر کا عام رواج تھا لڑکی پیدا ہوتی تو بچی کا باپ اپنی بیوی سے کہتا اگر تو نے اسے زندہ دفن نہ کیا تو تُو مجھ پر حرام ہے یہ ماں جو نہی نفاس کی حالت سے فارغ ہوتی تو اپنی سہیلیوں کے ساتھ جنگل چلی جاتی وہ ساری عورتیں اس بچی کو باری باری گود لیتیں پھر یہ ماں اپنے ہاتھوں اُسے قبر میں اُتار دیتی جو پہلے تیار کر لی جاتی تھی پھر ساری عورتیں اس پر مٹی ڈالتیں۔

کفار و مشرکین کے اولاد کو قتل کرنے کے بارہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قتل اولاد کا طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ لڑکوں کو قتل کر دیتے کہ اخراجات سے بچ سکیں اور بچیوں کو پالتے کہ بڑی ہو جائیں گی تو انہیں بچ کر زندگی گزاریں گے مشرکین کے ان دونوں گروہوں کے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کے غلط نظریات و عقائد کی تفصیل بیان فرمادی گئی ہے۔

کفار بتوں کے نام پر چھوڑے گئے جانوروں کے بارہ میں کہتے تھے، جو بچہ اُن کے پیٹوں میں ہے وہ زندہ پیدا ہو جائے تو وہ صرف مرد کھا سکتے ہیں عورتوں پر حرام ہے اگر یہ بچہ مردہ پیدا ہو تو مردوں، عورتوں دونوں پر حلال ہے ان کی جہالت سے اولاد کو قتل کرنے کی مذمت فرمائی گئی ہے ان کی جہالت و حماقت کا ذکر ہے بچوں کو قتل کر کے اپنی نسل کشی بھی کرتے ہیں اور آخرت کی سزا کے مستحق بھی بنتے ہیں، سنگدلی کی بھی انتہاء ہے اولاد کو قتل کرنے میں کوئی جھجک شرم محسوس نہیں کرتے حالانکہ جانور بھی اپنے بچوں کو محبت سے پالتے ہیں ان کی ایک اور حماقت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی حلال روزی کو حرام جانتے ہیں کہ حلال جانوروں کو حرام سمجھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام سمجھنا بربادی کا سبب ہے اس آیت سے وہ لوگ سبق سیکھیں جو بات بات پر حرام حرام کہتے ہیں حالانکہ اس شے کے حرام ہونے کی ان کے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
 وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَأَ جَلَّتْ مَعْرُوسَتٌ وَغَیْرَ مَعْرُوسَتٍ
 وَالتَّخْلُ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَ
 الرُّمَّانَ مُشَابِهًا وَغَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ
 ثَمَرِهِ اِذَا اَثْمَرُوا وَاَوْحَافُهُ یَوْمَ حَصَادِهِ
 وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝

ﷺ
 الْعَظِیْمِ

اور وہی ہے جس نے بیلوں والے باغ پیدا کئے
 اور جس نے درختوں والے باغ پیدا کئے اور
 کھجور کے درخت اور کھیت اُگائے جن کے
 کھانے مختلف ہیں زیتون اور انار اُگائے جو
 ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور مختلف
 بھی جب وہ درخت پھل دار ہوں تو اُن کے
 پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن
 آئے تو ان کا حق ادا کرو اور بے جا خرچ نہ کرو بیشک
 اللہ تعالیٰ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا (۱۴۲)

تفسیر

پچھلی آیت کریمہ میں ذکر تھا کہ کفار کی بدعادات میں ایک عادت یہ بھی تھی کہ اپنے باغات اور اپنی
 کھیتوں میں سے جس قدر آمدن ہوتی اُسے اس طرح تقسیم کرتے ایک حصہ خدا کے نام پر چھوڑتے، دوسرا
 حصہ بتوں کیلئے وقف کرتے، تیسرا حصہ خود خرچ کرتے۔

اب اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ تمام باغات کھیتوں، پودوں کے پیدا کرنے والے تو ہم ہیں اس
 میں بُت شریک کیسے ہو گئے، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کا ذکر فرماتا ہے کہ جس نے ایسے

باغات پیدا فرمائے جو چھتوں پر پھلتے ہیں جیسے انگور کہ اس کی نیل چھتوں پر پھیل جاتی ہے اور ایسے سبزے پیدا کئے جو زمین پر ہی پھلتے ہیں انہیں کسی چھت کی ضرورت ہی نہیں پڑتی جیسے کدو وغیرہ کی بلیں اور اس نے کھجوروں کے درخت پیدا فرمائے جو اپنی جڑوں پر قائم ہیں اور سالہا سال تک پھل دیتے رہتے ہیں اس نے کھیتیاں پیدا کیں جو زمین پر اُگتی ہیں کٹ جاتی ہیں پھر اس نے کھیتوں، پھلوں میں مختلف جسامت رکھی مختلف ذائقے رکھے، اس نے زیتون اناج پیدا کئے جن کے درخت تو ایک طرح کے مگر پھل مختلف ہیں پھر حکم فرمایا گیا کہ پھلوں کے ٹوٹنے اور دانوں کے گاہنے تک ان کی زکوٰۃ ادا کرو اور کسی قسم کا خرچہ وضع نہ کرو۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ کھیتوں کی ساری آمدن ہی غرباء میں تقسیم کر کے اپنے بچوں کیلئے پریشانی کا سامان نہ بناؤ یہ اسراف ہے زیادتی ہے، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آیہ کریمہ کا یہ حصہ حضرت ثابت بن قیس کے حق میں نازل ہوا آپ کے کھجوروں کے پانچ سو پودے تھے بہت پھل آیا آپ نے ایک ہی دن میں ساری کھجوریں تقسیم کر دیں اپنے بال بچوں کیلئے کچھ نہ چھوڑا تو یہ حکم نازل ہوا جس میں سارا مال خیرات کرنے سے منع فرما دیا گیا، انسان جب اپنا تمام مال صدقہ کرے اور اہل و عیال کیلئے کچھ نہ چھوڑے تو بھی اسراف ہے اس سے مراد صدقہ نقلیہ ہے واجبہ نہیں وہ تو حساب سے جتنا واجب ہوگا ادا کرنا ہی ہوگا۔

اس آیہ کریمہ میں کھیتوں سے ہونے والی پیداوار کی زکوٰۃ ہے جسے عشر کہا جاتا ہے ان پھلوں کھیتوں کی زکوٰۃ اس طرح نہیں کہ سال گزرے بلکہ کٹتے ہی زکوٰۃ واجب ہوگی اور جس قدر آمدن ہوگی اس کی پوری کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی، مزدوری یا دوسرے اخراجات وضع نہیں کئے جائیں گے۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اسی آیہ سے استدلال فرماتے ہیں کہ ہر پیداوار کی زکوٰۃ ہے زیادہ ہو یا کم ”واتوا حقہ“ اور کٹائی پر اس کا حق ادا کرو یعنی عشر ادا کرو یہ ساری آمدن کا دسواں حصہ ہے جو باغ یا

کھیت بارش سے یا چشموں سے یا نہری پانی سے سیراب ہوں اُن میں عشر (دسواں) ہے اور جو کنویں کے پانی سے سیراب کئے جائیں ان میں بیسواں (۲۰) حصہ ہے۔ یہ تشریح سیدنا عبداللہ ابن عمر کی روایت سے ملتی ہے جسے ترمذی اور مسلم نے بیان کیا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا دینے والے کا ہاتھ اونچا ہوتا ہے (نفلی) صدقہ کی ابتداء اپنے عیال سے کرو اپنی ماں اپنے باپ اپنی بہن اپنے بھائی سے کرو پھر جو تمہارے زیادہ قریب ہوں اور جو اُن کے قریب ہوں۔ (نسائی شریف)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا تَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ
 قَبْلَ حَرْثِهِ وَلَا تَقْبَلُوا خُطُوبَ الشَّيْطَانِ اِنَّ
 لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ۝ ثُمَّ نَبَا اَزْوَاجٍ مِنَ الطَّانِ
 الثَّانِيْنَ وَمِنَ الْمَعْزِ الثَّانِيْنَ قُلْ مَا لَكُمْ كَرِهَ
 حَزْمًا اَمَّا الْاَنْشِيْنَ اَمَّا اَسْتَمَلْتُ عَلَيْكُمْ اَرْحَامُ
 الْاَنْشِيْنَ نَبُوْنِي يَعْلَمُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝

اور اُس نے بعض مویشی پیدا کئے (بڑے قد کے) جو بوجھ اٹھانے والے ہیں اور بعض چھوٹے قد کے اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۱۴۳) اللہ نے آٹھ جوڑے پیدا کئے دو بھیر کی قسم کے، دو بکری کی قسم کے آپ کہئے کیا اس نے دو (۲) نر حرام کئے یا دو (۲) مادہ حرام کیں یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے پیٹوں میں لئے ہوتے ہیں مجھے علمی دلیل سے خبر دو اگر تم سچے ہو (۱۴۴)

صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ پاک میں باغات اور کھیتوں کے ذریعہ سے توجہ دلائی گئی ہے کہ قدرت کے کرشمے میں ان پر غور کرو اور سوچو وہ کتنا بڑا کارساز ہے مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے، پھلوں کے پیدا کرنے، کھیتوں کو

پروان چڑھانے میں اس کی قدرت کا کس قدر تعلق ہے، انسانو! تم اپنے کو سمجھنے کیلئے اپنی معرفت کیلئے ہمارے ان کارناموں پر غور کرو، اس آیہ پاک میں جانوروں کے ذریعہ سے اپنی معرفت کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، کفار عرب نے جانوروں کے حلال اور حرام ہونے کا اپنا عقلی ڈھکوسلا بنا رکھا تھا کہ فلاں جانور حلال ہے، فلاں حرام ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے اس طریقہ کی مذمت فرمائی کہ حلال و حرام کا ضابطہ تو قدرت کی طرف سے ہے اللہ جسے حلال فرمائے وہ حلال ہے جسے حرام فرمائے وہ حرام ہے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد پر ایک شخص مالک ابن عوف دربار رسالت میں حاضر ہوا اور کہا آپ جانوروں کے حلال و حرام ہونے کے ضابطہ کو مٹا رہے ہیں جو صدیوں سے ہمارے باپ دادا مانتے چلے آئے ہیں بزرگوں کی رسمیں تو قائم رکھنی چاہئے، آپ مٹا رہے ہیں حضور ﷺ نے مالک ابن عوف سے فرمایا بے عقلی، جہالت سے بنائے گئے ضابطے تو مٹانے ہی چاہئے، جانوروں کے حلال و حرام ہونے کے ضابطے تو شریعت اور نبوت سے ہی ہونے چاہئے تم نے محض اپنی عقل سے بنا رکھے ہیں، جنہیں عقل سلیم بھی قبول نہیں کرتی، مالک! بھلا بتاؤ ایک ہی جانور مردوں کو حلال ہو اور عورتوں کو حرام، مرجائے تو سب کو حلال یہ کس قاعدے سے ہے اس کے حرام ہونے کی وجہ کیا ہے؟ نہ ہونا یا مادہ ہونا یا ماں کے پیٹ میں رہنا وہ اس گرفت پر حیران ہو گیا اور جواب نہ دے سکا، فرمایا مالک ابن عوف جواب دو بولتے کیوں نہیں، کہا جواب کیا دوں آپ کا استدلال ہی لا جواب ہے۔ حضور ﷺ کی تائید میں یہ آیہ پاک نازل ہوئی

حضور ﷺ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کہ باپ دادا کی غلط رسموں کو مٹاؤ اور اسلام و شریعت کے تابع ان کی عادات کو زندہ رکھو، یہ بھی پتہ چلا کہ ہزار اندھے ایک راستہ کو سیدھا کہیں تو وہ ٹیڑھا ہی ہے، ہاں آنکھوں والا ایک اُسے سیدھا کہے تو وہ صحیح سیدھا ہی ہوگا اگرچہ یہ ایک ہے مگر اس کی آنکھیں صحیح دیکھ رہی ہیں اور اندھے اگرچہ ہزار ہیں مگر ہیں تو اُندھے۔ حضور ﷺ ایک ہیں مگر نورِ وحی کے ساتھ ہیں کفار کتنے ہی

کیوں نہ ہوں اندھے ہیں کہ نور ایمان سے محروم ہیں۔

آیہ مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ لوگو! جیسے اللہ نے تمہارے لئے پھل باغات کھیتیاں پیدا کیں ایسے ہی جانور پیدا کئے جو تمہارے کام آتے ہیں کوئی جانور سواری کیلئے جیسے اونٹ، خچر وغیرہ اور کوئی تمہارے کھانے کیلئے ہے جیسے بکری، بھیڑ، مرغی، انہیں کھاؤ شیطانی خیالات کے پیچھے نہ چلو تمہارے کھانے کیلئے آٹھ جوڑے پیدا فرمائے بھیڑ سے نر مادہ اور بکری سے نر مادہ اگر ان میں سے بعض حرام ہیں تو ان کی حرمت کی وجہ بتاؤ کیا ہے؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَمِنَ الْاٰیٰتِ الْاٰثِنٰیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ الْاُثْنٰیْنِ قُلْ
اَلَّذِکْرٰیْنِ حَرَمٌ اَمِ الْاُتْنٰیْنِ اَمَّا اَشْتَمَلْتُ
عَلَيْهِ اَزْحَامُ الْاُتْنٰیْنِ اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ
اِذْ وَحَّضَکُمُ اللّٰهُ هٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَدٰی عَلٰی
اللّٰهِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ
لَیَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ؕ
صلی اللہ علیہ وسلم
العظیم

اللہ نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو (جوڑے) پیدا کئے آپ کہتے کیا اس نے دو نر حرام کئے ہیں یا دو مادہ جسے دونوں مادہ اپنے بیٹوں میں لئے ہوئے ہیں یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا؟ جو اللہ پر افتراء پر دازی کرے تا کہ وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۱۴۵)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں چار جانوروں کا ذکر تھا اور چار کا ہی اس آیہ مبارکہ میں ہے، یہ آٹھ جانور ہیں جنہیں کفار بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے پھر ان کے حلال و حرام ہونے کو اپنے ذہنی ڈھکوسلوں سے بیان کرتے، کفار سے سوال فرمایا گیا ہے چار جوڑوں کے متعلق تم سے پوچھا گیا ہے اب بقیہ چار جوڑوں کے

بارے میں بتاؤ جو تم بتوں کے نام پر چھوڑتے ہو اونٹ یا اونٹنی گائے یا بیل کبھی مردوں پر حلال اور عورتوں پر حرام کہتے ہو، ان کے حرام ہونے کی وجہ کیا ہے؟ رُہو یا مادہ اگر رُہو نا حرام ہونے کی دلیل ہے تو تمام اونٹوں کو حرام ہونا چاہئے اگر مادہ ہونا حرام ہونے کی دلیل ہے تو تمام اونٹنیاں حرام ہونی چاہئے، اگر ماں کے پیٹ میں رہنا دلیل بناؤ تو سبھی رُہو مادے حرام ہونے چاہئیں مگر تم بعض کو حلال بعض کو حرام جانتے ہو جب اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ جانور حرام قرار دیئے کیا تم اس وقت موجود تھے؟ اُس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے اور خود بعض چیزوں کو حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کرے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے کسی چیز کے حرام ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو اُسے اللہ حرام فرمادے یا پھر حضور ﷺ کے ذریعہ سے حرام ثابت ہو ان دونوں صورتوں کے علاوہ کسی شے کے حرام ہونے کا محض عقلی ڈھکوسلا کام نہیں دیتا یہ انداز سرا سر گمراہی ہے اور بے دینی ہے۔

ان آیات میں صرف چار جانوروں کا ذکر ہے بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے یا تو اس لئے کہ کفار انہیں چار جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے، انہیں پر ہی پابندیاں لگاتے تھے ان جانوروں کے ذکر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان جانوروں کو انبیاء علیہم السلام سے نسبت ہے، حضور ﷺ بکری کا دودھ اور گوشت پسند فرماتے تھے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ذکر موجود ہے انبیاء علیہم السلام نے بکریاں بھی چرائی ہیں۔ آئیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں میں سے کسی قسم کو حرام نہیں کیا ان کے بارہ میں حرام و حلال کے جھوٹے دعوے محض باطل ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ لَا أَمْرٌ فِي مَا أُوتِيَ إِلَىٰ مُؤَمَّا عَلَىٰ طَاعِهِ
يُطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثْلَهُ أَوْ دَمًا مَّقْتُوحًا
أَوْ لَحْمَ خَيْزُرٍ فَإِنَّهُ رَجَسٌ أَوْ فَسَقًا أَهْلًا
لِغَدِّ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ
فَإِنَّ رِبَاكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

آپ کہتے میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس
میں کسی کھانے والے پر ان چیزوں کے سوا اور
کوئی چیز حرام نہیں پاتا وہ مُردار ہو یا بہا ہوا خون
یا خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ نجس ہے یا نافرمانی کے
باعث اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام
پکارا گیا ہو پس جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی
کرنے والا ہو نہ حد سے بڑھنے والا تو بے شک
آپ کا رب بہت بخشنے والا ہے اور بے حد رحم
فرمانے والا ہے (۱۴۶)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ کے اُترنے کے سبب میں ایک شخص مالک بن عوف حبشی کا ذکر ہوا ہے وہ بارگاہ
رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور بحث کی جب وہ حضور ﷺ کے ارشادات سننے پر لا جواب ہو گیا اور خاموشی
اختیار کر لی اور اُن جانوروں کے حرام ہونے میں کوئی قطعی معقول دلیل نہ دے سکا تو خود ہی کہا کہ ہمارے
پاس تو کوئی دلیل نہیں آپ خود کوئی قاعدہ بتادیں جس کا تعلق وحی الہی سے ہو تو تب آیہ کریمہ نازل ہوئی،
اے محبوب کریم! آپ ان کفار سے فرمادیں کہ تمہارے حرام ٹھہرائے ہوئے جانوروں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ،
حام کسی جانور کو اپنے پر کی گئی وحی میں حرام نہیں پاتا لہذا ان میں سے کوئی جانور حرام نہیں حضور ﷺ کا یہ فرمانا
کہ میں وحی میں ان کی حرمت نہیں پاتا یہ قطعی دلیل ہے یہ حرام ہیں ہی نہیں ہاں میری وحی میں حرام ہونے
کیلئے ضابطہ یہ ہے کہ جانور یا تو مُردار ہو اس کا کھانا تمام مسلمانوں پر حرام ہے یا سور کا گوشت وہ بھی پوری
ملت اسلامیہ کیلئے حرام ہے وہ نجس العین ہے، گندہ ہے یا پھر وہ جانور حرام ہے جسے ذبح کرتے وقت اللہ کے

نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو یہ چیزیں حرام ہیں اور پوری ملت اسلامیہ پر حرام ہیں۔ اس کا معنی یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام میں حرام چیزیں صرف یہی ہیں حرام اور بھی ہیں مگر اس وقت تک مکہ شریف میں حرمت تھی اور اس کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا اور چیزیں حرام ہوتی رہیں۔

ہاں جو مجبوری میں پھنس جائے کہ اُسے جان بچانے کیلئے کوئی چیز کھانی پڑ جائے بشرطیکہ نہ لذت کیلئے کھائے، نہ ضرورت سے زیادہ کھائے تو اللہ غفور ہے رحیم ہے وہ ایسی مجبوریوں کی پکڑ نہیں فرماتا انہیں معاف کر دیتا ہے۔

آیہ کریمہ کے ارشاد ”لا اجد“ ”میں وحی الہی میں تمہاری حرام کردہ چیزوں کی حرمت نہیں پاتا، اس سے معلوم ہوا کسی شے کے حرام ہونے کی دلیل نہ ملے تو وہ حلال ہے، اس ارشاد پر وہ لوگ غور کریں جو بلا وجہ، بلا دلیل حرام، حرام کے فتوے دیتے ہیں حالانکہ اس شے کی حرمت قرآن و حدیث سے نہیں ملتی، ایسے لوگ جو یہ کہتے ہیں یہ نہ کرو وہ نہ کرو یہ حرام ہے، اُن سے مطالبہ کر لینا چاہئے کہ اس شے کے حرام ہونے کی دلیل قرآن و حدیث سے بیان کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزْمًا مِّمَّا كَفَىٰ ظُفُرًا
وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَزْمًا عَلَيْهِمْ
شَحْمُ مَهْبَأٍ إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا
أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِغَيْرِهِمْ
وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بَدْلًا
بِحَبْلٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرْذِلُ بَأْسَهُ عَنِ الْقَوْمِ
الْجَاهِلِينَ

اللَّهُ
الْعَظِيمُ

اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر
دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی
حرام کر دی تھی مگر جو چربی ان کی پیٹھوں پر ہو یا
اُن کی آنتوں پر ہو یا جو چربی اُن کی ہڈی پر ہو یہ
ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور بے
شک ہم ضرور سچے ہیں (۱۴۷) پس اگر وہ آپ
کی تکذیب کریں تو آپ کہئے کہ تمہارا رب
بہت وسیع رحمت والا ہے اور اُس کا عذاب
مجرموں سے ٹالائیں جاسکتا (۱۴۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں تین جانوروں کے حرام ہونے کا ذکر تھا اور ایک خون کے حرام ہونے کا ذکر تھا اس
آیہ پاک میں ذکر ہے یہود پر ان چار چیزوں کے علاوہ اور چیزیں بھی حرام کی گئیں جو اب حرام نہ رہیں،
اس آیہ پاک کے اُترنے کا سبب یہ بنا یہودی اُونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اسے حرام جانتے تھے اور
کہتے تھے یہ جانور آدم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کے دین میں حرام رہا، مسلمانوں نے اسے
حلال مان کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ ان لوگوں کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہم نے یہود پر ہر ناخن
والا جانور حرام کر دیا تھا جیسے اُونٹ، شتر مرغ وغیرہ اور گائے بھینس بکری جو اُن پر حلال تھیں ان پر بھی سخت
پابندی لگا دی تھی، ان جانوروں کی چربی حرام کر دی گئی تھی ہاں تین قسم کی چربی حلال کر دی گئی تھی پیٹھ کی چربی
آنتوں کی چربی، ہڈیوں پر لگی ہوئی چربی یہ اُن کیلئے حلال تھیں۔ ان چربیوں کے حرام ہونے کی وجہ یہ نہ تھی
کہ یہ چربیاں نجس ہیں، خراب ہیں بلکہ ان چیزوں کے حرام ہونے کی وجہ ان کی بغاوت تھی سرکشی تھی، انبیاء

علیہم السلام کو قتل کرنا، لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کرنا، احکام الہیہ کو بدل دینا ہے۔

اے محبوب! یہ کہیں گے یہ چیزیں ہمیشہ سے ہر نبی کے دین میں حرام تھیں مگر ان کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے ہم سچے ہیں حرام کرنے والے تو ہم ہیں، ہم جانتے ہیں یہ چیزیں کس پر حرام ہوئیں اور کب حرام ہوئیں؟ اگر یہ لوگ اپنی ضد پر اڑے رہیں تو آپ فرما دیں تم ہو تو بتا ہی و بربادی کے قابل مگر اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا ہے، وہ جلد عذاب نہیں دیتا، مہلت دیتا ہے، اس مہلت سے دھوکہ نہ کھانا جب اس کا عذاب کسی قوم پر آتا ہے تو کسی تدبیر سے ٹالنا نہیں جاسکتا۔

آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے حلال چیزوں کی محرومی عذاب الہی ہے اور بری چیزوں کا حرام ہونا اس کی رحمت ہے اسلام میں جس جانور کا گوشت حلال ہے اس کی چربی بھی حلال ہے، یہود میں یہ تھا کہ گائے بکرے کا گوشت حلال مگر چربی حرام، یہ ان پر عذاب الہی تھا حضور ﷺ کی آمد رحمت الہی ہے کہ جرموں پر دنیاوی سزائیں بند ہو گئیں چاہئے تو یہ تھا کہ جو بھی حضور پر ایمان نہ لاتا اُسے فوراً ہلاک کر دیا جاتا مگر اللہ کی رحمت ہے کہ بچے چلے آتے ہیں۔ اگر انہوں نے اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو بالآخر بتا ہی ہوگی اور کوئی انہیں بچانہ سکے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْلَا إِشْرَافُ اللَّهِ مَا أَشْرَكْنَا
وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَكَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَبَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ
مَنْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ
إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تُخْرِصُونَ قُلْ
قَدْ خَلَتْ السَّجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْلَا شَاءَ لَهْدَكُمْ أَجْمَعِينَ

صَلَّى
الْحَقِّ
عَظِيمِ

اب مشرک کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہی ہمارے باپ دادے اور نہ ہی ہم کوئی چیز حرام کر لیتے اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا آپ کہہ دیجئے تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے کہ اُسے ہمارے سامنے ظاہر کرو تم تو محض اٹکل پر چلتے ہو اور صرف تخمینہ ہی کرتے ہو (۱۳۹) (محبوب) آپ کہہ دیں اللہ ہی کی حجت پوری ہے وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا (۱۵۰)

تفسیر

کفار اپنے کفر و شرک کو اور جانوروں کو اپنی طرف سے ہی حلال حرام قرار دینے کی یہ دلیل پیش کرتے کہ یہ سارے کام اللہ کے چاہنے سے ہو رہے ہیں اور پھر مکہ مکرمہ اور بیت اللہ میں ہو رہے ہیں اور صدیوں سے ہو رہے ہیں، ہزاروں افراد ان کاموں کو اچھا جان رہے ہیں اور یہ دلیل ہے کہ یہ کام اللہ کو پسند ہیں ان لوگوں کے اس استدلال کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ محبوب! ان کفار کے پاس بحث کیلئے کوئی قطعی دلیل تو ہے نہیں اور نہ ہی یہ آپ کے قوی اور قطعی دلائل کا جواب دے سکتے ہیں صرف اور صرف یہی ضد ہے کہ سب کچھ اس کے حکم سے ہو رہا ہے ہمارے یہ عقائد بھی اسی کی رضا سے ہیں (معاذ اللہ)

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب! آپ ان کی احمقانہ گفتگو سے پریشان نہ ہوں، پچھلی امتوں نے بھی اپنے رسولوں، نبیوں کو جھٹلایا تھا انبیاء کو جھٹلانا یہ اُن کی بہت پرانی رسم ہے جب تک ان پر عذاب الہی نہ آیا یہ اسی ڈگر پر ہی چلتے رہیں گے اور مخالفت کرتے رہیں گے ان کے بڑے بھی اپنے غلط نظریات پر

ڈٹے رہے اور عذاب دیکھ کر ماننے لگے مگر اس وقت کا ماننا انہیں کام نہ دے سکا۔ آپ ان سے فرمادیں تم لوگ اپنے دعویٰ پر کوئی قطعی دلیل تو قائم کرو کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے رب اس سے راضی ہوتا ہے، تمہارا یہ قاعدہ کس آسمانی کتاب نے بیان کیا ہے تم محض اندازہ تخمینہ اور اٹکل سے چل رہے ہو۔

آپ یہ بھی فرمادیں کہ مضبوط اور کامیاب دلیل تو وہی ہے جو اللہ نے قائم فرمادی جس سے جائز، ناجائز کاموں کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ کس کام سے راضی ہے کس سے ناراض ہے وہ حجتہ اللہ البالغہ کیا ہے؟ وہ رسول ﷺ کی ذات گرامی ہے آپ کا کلام حق و باطل کی کسوٹی ہے، آپ کا ہر کام، ہر قول، ہر حرکت، ہر سکون اللہ کی مکمل حجت ہے۔ کفار کا یہ استدلال کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ اس پر راضی ہے یہ غلط ہے کہ انہوں نے مشیت اور رضا کا فرق نہیں سمجھا (اس پر پچھلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 قُلْ هَلْ مَثَلٌ شُهِدَ آتَمُّ الدِّينِ يَشْهَدُونَ أَنَّ
 اللَّهُ حَزَمَ هَذَا فَاِنْ شَهِدُوا فَالَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ
 وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ
 لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ

(محبوب) آپ کہئے لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے حرام فرمایا پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو اے سننے والے ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیات جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کرتے ہیں (۱۵۱)

اللہ
 الصّٰلِحِ
 الْعَظِيْمِ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار سے دلیل مانگی گئی تھی کہ کوئی علمی دلیل پیش کرو جس میں جانوروں کے حرام و حلال ہونے کا ضابطہ ہو مگر وہ ناکام ہو گئے دلیل نہ دے سکے اب اس آیہ پاک میں گواہ کا مطالبہ کیا گیا ہے

جو اس حرمت کی گواہی دے تمہیں کوئی گواہ بھی نہ مل سکے گا اگر کوئی گواہ ہے تو لاؤ جب کوئی گواہ نہیں تو پھر بے شکے اور بے ہودہ معاملات سے چمٹے رہنا محض جہالت ہے۔

تمہارے گواہ بھی اٹکل ڈھکوسلا ہونگے تمہارے گواہ یہ نہ بتا سکیں گے کہ تمہارا یہ ضابطہ فلاں نبی کی کتاب میں موجود ہے یا فلاں نبی نے فرمایا تھا کہ یہ جانور حرام ہیں۔ ایمانداروں سے فرمایا گیا یہ الٹی سیدھی بات کریں کہ اُن کے باپ دادا کا معمول بھی رہا وہ ان جانوروں کو حرام کہتے رہے، تو اے مومن انکی ہاں میں ہاں نہ ملانا ان کی حمایت نہ کرنا اُن کے بارہ میں یہ شبہ بھی نہ کرنا کہ وہ سچے ہیں یہ کفار ہی ہیں جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہمارے رسول ﷺ کے معجزات کی تکذیب کی، یہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے مرنے کے بعد جی اٹھنے کے قائل نہیں، حساب دینے اور جزا پانے کے قائل نہیں، ان ساری باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اپنے سرداروں کو میرے برابر سمجھتے ہیں، قرآن کریم کے واضح احکام کے ہوتے ہوئے اُن کی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں گواہ لانے سے مراد کتاب اللہ کی آیات یا انبیاء کے فرمان ہیں۔ آیہ کریمہ میں جھوٹ کی تائید نہ کرنے کا حکم بتاتا ہے جھوٹوں سے الگ تھلگ رہو ان کی صحبت سے بچو، بُروں کی صحبت برباد کر دیتی ہے، قیامت کا عقیدہ یہ بھی ایمانیات کا اہم حصہ ہے جس کا انکار کفر ہے قیامت کے اقرار کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہاں پر حساب کتاب اور جزا و سزا کا بھی قائل ہو، امن اور سلامتی کا راستہ یہی ہے اور صرف یہی ہے کہ حضور ﷺ کی اتباع کی جائے اور اپنے کو انہیں کے قدموں پر نثار کیا جائے اور اُن کے خلاف بات سننے کو بھی گوارہ نہ کیا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ تَعَالَوْا اٰتِلْ مَا حَزَمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَا
تَشْكُرُوْا يٰۤاَيُّهَا شَيْخَاؤُ يٰۤاَوَالِدِيْنَ اِحْسَانًا وَلَا
تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ فَمِنْ اِمْلَاقٍ لَّهٖمُنْ نَزَرُكُمْ
وَإِنَّا هُمْ وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَطَعْنَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اللہ
عظیم

آپ کہنے کہ آؤ میں تم پر تلاوت کروں کہ
تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں یہ
کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں
باپ سے اچھا سلوک کرو اور اپنی اولاد کو رزق کی وجہ
سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں
بھی اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ وہ
ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے اور جس کے قتل کو اللہ نے
حرام قرار دیا اس کو ناحق قتل نہ کرو یہی وہ کام ہے
جس کا اللہ نے حکم دیا ہے تاکہ تم عقل کرو (۱۵۲)

تفسیر

پہلی آیت کریمہ میں کفار کو انہیں اپنی طرف سے حلال و حرام کرنے اور کہنے سے روکا گیا تھا اس آیت
کریمہ میں انہیں بُرے کاموں سے بچنے اور اچھے کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اُن کے باطل عقیدوں، خراب
معاملات اور بُرے اعمال کی وضاحت فرمائی گئی ہے اور حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے (انہیں کہو) کہ میرے
پاس آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں، کسی شی کو خدا کا شریک نہ مانو،
اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرو، ہر طرح سے اُن کی خدمت کرو اگر انہیں تمہاری خدمت کی ضرورت نہ
بھی ہو کہ اللہ نے انہیں غنی بنایا ہے تمہاری محتاجی سے بے نیاز کیا ہے تو بھی خدمت کو سعادت سمجھ کر انجام دو
تمہارے والدین خود صاحب ثروت ہیں مالی طور پر مضبوط ہیں تو بھی اُن سے محبت، پیار، خدمت بجالاؤ یہ
تمہاری خوش قسمتی ہوگی اگر تمہارے ماں باپ کافر بھی ہیں تو بھی ان کی گستاخی سے بچو اور اُن کے ماں باپ
ہونے کا حق ادا کرو۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں حضور! میری ماں کافرہ ہے میں اس سے کیسا سلوک کروں فرمایا اُس سے حسن سلوک کرو، والدین کے عزیزوں سے اچھا برتاؤ کرو اگر اُن کے قرضے ہیں یا وعدے ہیں تو پورے کرو ان کی جائز رسموں کو اپنانے میں حرج نہیں ان کی غیر اسلامی عادات سے بچو، اور خلاف اسلام حکم ماننے سے اچھے انداز سے معذرت کر دو ”لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق“ خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔

رزق کی تنگی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو کہ تمہیں اور اُنہیں رزق دینے والے ہم ہی ہیں، تمہاری ماں کے پیٹ میں تمہاری روزی کا سامان کس نے مہیا کیا وہ ہم ہی ہیں، جب تم کمانے کے قابل نہیں رہتے معذور ہو جاتے ہو اس وقت بھی تمہاری روزی کا سامان ہم ہی کرتے ہیں اگر تم محنت سے کماتے ہو تو محنت کرنے کی قوت طاقت ہمت ہم ہی تمہیں دیتے ہیں جب تم معصوم بچے تھے کمانے کے قابل ہی نہ تھے اُس وقت تمہیں ہم نے روزی دی، زنا کے قریب نہ جاؤ اُس کے اسباب سے بچو وہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے، زنا کو بُرا تو دوسری قومیں بھی کہتی ہیں مگر جس قدر اسلام نے اس سے الگ تھلگ رہنے کا حکم دیا ہے دنیا بھر کے کسی مذہب میں نہیں۔

اسلام نے غیر محرم خاتون سے دل لگی، خوش طبعی سے بھی منع کیا، اُسے دیکھنے سے بھی روکا، تخلیہ میں بیٹھنے سے بھی روکا، ایک جگہ پر بے تکلف بے پردہ کام کاج کرنے سے بھی منع کیا، اس قسم کی جامع ممانعت کا ذکر کسی مذہب میں نہیں ملتا، ہاتھ پاؤں کے ظاہری گناہوں سے بچو، دل و دماغ کے گناہوں سے بچو، بُری نیت بُرے خیالات سے بچو کسی کو بلا وجہ قتل نہ کرو، اور ہاں اگر اس نے کسی کو قتل کیا ہے تو اس کی سزا بصورت قتل ہوگی کہ اسلامی ریاست کے باغی، شادی شدہ، زانی، قاتل کا قتل سلطانِ اسلام کے حکم سے جائز ہے بلکہ ضروری ہے یہ وہ احکام ہیں جن کا حکم تمہیں اللہ نے دیا ہے، انہیں معمولی نہ سمجھو کچھ عقل سے کام لو ان احکام میں سب سے پہلے شرک کا ذکر فرمایا گیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے شرک عظیم ظلم ہے، عقیدے کی

اصلاح سب سے پہلے ہے اعمال بعد میں عقیدہ صحیح ہے تو اعمال مفید ہیں ورنہ نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ دُخْلِهِ خَلْقَهُ
وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالْحَقِّ هِیْ اَحْسَنُ
حَتّٰی یَبْلُغَ اَشْكَاهُ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ
بِالْقِسْطِ لَا تُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا
قُلْتُمْ فَاَعِدُّوْا وَاِنْ لَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی وَیَعْهَدُ
اللّٰهُ اَوْفُوا ذٰلِکُمْ وَطَعْنُوْهُ لَعَلَّکُمْ تَتَّکِرُوْنَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

اور یتیموں کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اچھے
طریقے سے حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور
انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرو ہم ہر شخص
کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف کرتے ہیں
اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ کہو،
خواہ وہ تمہارے قرابت دار ہوں اور اللہ کے عہد
کو پورا کرو یہی وہ کام ہیں جن کا تمہیں اللہ نے
حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (۱۵۳)

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں والدین سے حُسن سلوک کا ذکر تھا، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنے کا حکم تھا، اس آیہ
مبارکہ میں دوسروں کی اولاد کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا جا رہا ہے تاکہ معاشرہ میں بہتری رہے اور مالی
معاملات کی اصلاح ہو، کفار کو کئی گنا ہوں سے روکا جا رہا ہے، یتیم بچوں کے والیوں سے حکم دیا جا رہا ہے کہ
یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ وہ مال اُسے کسی طرح بھی ملا ہو کہیں سے تحفہ ملا ہے، وراثت میں آیا ہے
خود کمایا ہے تم اس کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ، ہاں وہ استعمال جو یتیم کے لئے مفید ہو کر سکتے ہو مثلاً یتیم کے
مال سے تجارت کر کے فائدہ پہنچاؤ تو کوئی حرج نہیں، اس کی زمین کو کاشت کراؤ، تو حرج نہیں، یتیم کا مکان
یا دکانیں ہیں تو انہیں یتیم کے فائدہ کے لئے کرایہ پردے دو یہ ساری صورتیں یتیم سے حُسن سلوک اور
تعاون کی ہیں اور یہ کام اس کے جوان، سمجھدار، عاقل، بالغ ہو جانے تک کرتے رہو جب وہ یتیم جوان،

عاقل، بالغ ہو جائے تو یہ سب کچھ اس کے سپرد کر دو۔

ایک اور گناہ سے بچنے کا ذکر فرما دیا کہ جب تم ناپنے اور تولنے کا کام کرو تو پیمانہ اور ترازو کا وزن درست کر لو، انصاف سے وزن ناپا کرو، تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ ایک ارشاد اور فرمایا گیا جب کوئی بات کرو یا گواہی دو تو انصاف سے کرو اس میں اپنے کسی عزیز رشتہ دار اور دوست کی رعایت بھی نہ ہو فرمایا گیا اللہ کے وعدے پورے کرو جو اُس نے تمہیں حکم دیئے ہیں ان پر عمل کرو اور جو تم کسی سے وعدہ کر لو تو اُسے پورا کرو اللہ تمہیں ان چیزوں کا حکم دیتا ہے تاکہ تم انہیں یاد رکھو۔

آیہ کے شروع میں یتیم کا ذکر فرمایا گیا یتیم وہ بچہ ہے جس کا باپ فوت ہو گیا جو ان ہونے تک اس پر یتیمی کا اطلاق رہے گا، جو ان ہو گیا تو یتیمی کا دور ختم ہو گیا۔ ایک اور بات فرمائی گئی یتیم کا والی اس کی بہترین بھلائی کیلئے اس کے مال میں کام کر سکتا ہے یتیم کے مال میں نقصان کی صورت ہو تو استعمال نہیں کر سکتا، یتیم کا مال کھانے والوں کیلئے قرآن مقدس نے فرمایا ہے وہ لوگ جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، یتیم کا مال ظلماً کھانا جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں ناپ تول کی اصلاح، عدل و انصاف کا حکم دیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں حقوق العباد کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے کم تول کر کسی کا حق نہ مارا جائے، غلط فیصلہ کر کے کسی پر ظلم نہ کیا جائے، وعدہ توڑ کر کسی کو پریشان نہ کیا جائے۔

اس آیہ کریمہ اور پچھلی آیہ پاک، ان دونوں آیات میں احکام فرمائے گئے، پہلی میں پانچ احکام ہیں (۱) شرک سے بچنا (۲) والدین کی نافرمانی سے بچنا (۳) اولاد کے قتل سے بچنا (۴) بے حیائی سے بچنا (۵) کسی ناحق خون سے بچنا، دوسری آیہ پاک میں چار احکام فرمائے گئے (۱) یتیم کا ناحق مال نہ کھانا (۲) ناپ تول میں کمی نہ کی جائے (۳) بات کہنے میں حق، انصاف ہو (۴) اللہ کے عہد پورے کئے جائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضَعْنَا
لَكُمْ لَعْنَةً تَنْفَعُونَ ۚ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
تِمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ
شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَالَمٍ يَلْقَآ رَبَّهُمْ
يُؤْمِنُونَ ۝

اللَّهُ
صَلَّى
الْعَظِيمِ

بے شک یہ میری سیدھی راہ ہے سو تم اسی راستہ پر
چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ رستے
تمہیں اللہ کے رستے سے الگ کر دیں گے، اسی
بات کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم گمراہی
سے بچو (۱۵۴) پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی
اس شخص پر نعمت پوری کرنے کیلئے جس نے
نیک کام کئے حالانکہ وہ ہرشی کی تفصیل ہے اور
ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کی
ملاقات پر ایمان لے آئیں (۱۵۵)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں یتیموں کے مال نہ کھانے، ناپ تول صحیح رکھنے، عدل و انصاف کرنے، اللہ کے
عہد پورے کرنے کا حکم تھا۔ اس آیہ کریمہ میں انہیں احکام مبارکہ پر پکے رہنے کی تاکید کی جا رہی ہے کہ یہی
سیدھا راستہ ہے اسی پر چلنا مختلف راستوں پر نہ چلنا وہ راستے تمہیں حق کی راہ سے الگ کر دیں گے۔
لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ اسلام، قرآن ہی سیدھا راستہ ہے جس پر چل کر انسان رب تک پہنچ جاتا
ہے اسلام کے علاوہ دوسرے راستوں، مذاہب، نظریات پر نہ چلنا، منسوخ شدہ آسمانی دین بھی اسی حکم میں
آگئے کہ ان پر بھی نہ چلنا وہ منسوخ ہو گئے ہر نبی کے دور میں اس کا بتایا راستہ ٹھیک تھا اور ہر نبی کی راہ خدا
تک جاتی تھی مگر حضور ﷺ کی آمد پر تمام راستے بند کر دیئے گئے اب تو ایک ہی شاہراہ ہے وہ شاہراہ مصطفیٰ
ہے، دین اسلام ہے، قرآن پاک کی اتباع ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں اپنے اپنے دور میں روشنی دیتے رہے اب

آفتاب نبوت کے طلوع ہو جانے پر ستاروں کی روشنی ماند پڑ گئی آفتاب ہی کی روشنی ہے جس سے خدا تک پہنچا جاسکتا ہے، تمام انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں موجود تو ہیں مگر آفتاب کی آمد نے انہیں نظروں سے چھپا دیا ہے، مسجد اقصیٰ میں سب کا آنا بتاتا ہے کہ موجود ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ”ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء“ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کو ضائع کرے“ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو چند خط کھینچ کر دکھائے جن میں ایک خط سیدھا تھا، باقی ٹیڑھے تھے فرمایا یہ سیدھا خط اسلام ہے باقی خطوط دوسرے دین ہیں جو اب ختم ہو گئے تم اسی سیدھے خط پر چلو اسی پر چل کر ہی خدا کو پایا جاسکتا ہے پھر یہی آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی، لوگو یہ پھر سن لو ہم نے تم سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جس میں احکام، اخلاقیات، عقائد، عبادات سب تفصیل سے بیان کئے گئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے لوگ ان پر عمل کریں اور گمراہی سے بچیں یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ بنی اسرائیل قیامت پر ایمان لائیں اور نیک بن جائیں۔

سیدھی راہ پر چلنے کیلئے ضروری ہے کہ عقائد ٹھیک ہوں، عبادات ادا ہوں، معاملات درست ہوں، حقوق ادا ہوں اگر یہ معاملات درست ہیں تو صراط مستقیم پر چلنا ہے اگر یہ غلط ہیں تو یہ صراط مستقیم نہیں، اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا ارشاد کہ یہی میرا سیدھا راہ ہے، یہی راستہ رسول اللہ ﷺ کا ہے، حضور ﷺ کی اطاعت ہی اس راستہ پر چلا سکتی ہے یہی بنیاد ہے یہی اساس ہے اگر اطاعت رسول والی بنیاد کمزور ہو جاتی ہے تو آدمی راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَهَذَا كِتَابُنَا أَنْزَلْنَاهُ بِالْحَقِّ وَالْقَوْلِ الْعَلَائِكُمْ
تُرْحَمُونَ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ إِلَهُكُمُ الْكِتَابَ عَلَى
طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ
لَغَافِلِينَ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور یہ کتاب جو ہم نے اُتاری ہے برکت والی
ہے لہذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو تاکہ
تم پر رحم کیا جائے (۱۵۶) (یہ کتاب اس لئے
نازل کی گئی) کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے صرف
دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی اور ہم اس کے
پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے (۱۵۷)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں سیدھی راہ پر چلنے اور ٹیڑھی راہوں سے بچنے کا حکم تھا اس آیہ مبارکہ میں قرآن
مقدس کی برکتوں اور رحمتوں کا ذکر ہے جو انسانوں کو اس سیدھی راہ پر چلانے والی ہیں اور غلط راستوں سے
بچانے والی، پچھلی آیہ کریمہ میں تورات کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا ہے اس میں قرآن پاک کی برکتوں کو واضح
فرمایا جا رہا ہے کہ یہ مقدس کتاب قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوئی جو برکت والی زبان ہے، رمضان
پاک میں نازل ہوئی جو برکت والا مہینہ ہے اس کے ارشادات و احکام پر عمل کرنے والا بھی بابرکت ہے۔

لوگوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ اس کی پیروی کرو اس کی مخالفت سے ڈرو، رب قدوس کی عنایات و رحمت
کو حاصل کرنے کا آخری ذریعہ یہی کتاب ہے، مشرکین عرب سے کہا گیا ہے کہ قرآن تمہاری زبان میں
اس لئے اُتارا ہے کہ تمہیں اعتراض نہ رہے کہ اس سے پہلے جو کتابیں تورات و انجیل اُتاری گئیں وہ عبرانی
زبان میں تھیں ہم اس زبان سے محروم تھے یہ معلوم نہ کر سکے کہ کن کاموں سے رُکنا ہے کن کاموں کو انجام
دینا ہے ہم نے یہ آخری کتاب عربی زبان میں اُتاری کہ تم یہ اعتراض نہ کر سکو اب اس زبان کو جانتے سمجھتے
ہوئے پھر احکام نہ مانو تو یہ تمہاری بد قسمتی ہے، گمراہی ہے اس گمراہی سے بچو۔

قرآن مقدس کے بابرکت ہونے کا اعلان فرمایا گیا ہے جس سے واضح ہے اس کتاب کا پڑھنا

برکت، لکھنا برکت، عمل کرنا برکت، دیکھنا برکت، ادب و احترام برکت، اس کے الفاظ برکت، مضامین و ارشادات برکت، ساری کتاب برکت ہی برکت ہے۔

اس آیہ مبارکہ کا خلاصہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اہل مکہ قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ اس سے پہلے توراۃ و انجیل یہود و نصاریٰ پر نازل ہوئیں چونکہ ہم عبرانی زبان سے ناواقف تھے اور ہم پر کوئی کتاب نازل نہ ہوئی جس کی ہم پیروی کرتے ہمیں کسی چیز کا نہ حکم دیا گیا نہ روکا گیا اللہ کی یہ جنت تو صرف دونوں گروہوں پر ہی ہے، یہ حکم نازل ہو گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
یا تم یہ (نہ) کہو اگر ہم پر ہی کتاب نازل کی جاتی تو
ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے اب تمہارے
پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی
اور ہدایت اور رحمت، اس سے زیادہ کون ظالم ہو
گا؟ جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرے اور ان سے
اعراض کرے عنقریب ہم ان لوگوں کو بڑے
عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے
تھے کیونکہ وہ اعراض کرتے تھے (۱۵۸)

أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا
أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ
وَهُدًى وَرَحْمَةٌ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ
بَيِّنَاتِ اللَّهِ وَصَدَّقَ عَنْهَا لَنَجْزِي الَّذِينَ
يَصْدِفُونَ عَنَّا آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا
كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٨﴾

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، عرب میں مشہور تھا کہ پہلی قوموں پر توریت، انجیل نازل ہوئیں اور وہ لوگ اپنی ان کتابوں سے فائدہ نہ اٹھا سکے اگر ہم پر کوئی آسمانی کتاب اُترتی تو ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے کہ ہم ان لوگوں کی طرح بے عقل نہیں، اُن بے عقلوں نے اپنے ہی بیٹوں کو دکھ پہنچائے

یہ اُن کی جہالت تھی، حماقت تھی مگر جب قرآن مقدس نازل ہوا تو یہ لوگ حضور ﷺ کے دشمن بن گئے کفار سے فرمایا گیا ہے اب تم قیامت کے دن یہ بہانہ نہ بنا سکو گے کہ اگر ہم پر آسمانی کتاب آتی تو ہم ہدایت حاصل کرتے اور اُن یہود و نصاریٰ کی طرح صاحب کتاب نبی کو تنگ نہ کرتے ادب و احترام سے رہتے، یہود و نصاریٰ نے تو اپنی کتابیں بگاڑ دیں تھیں تحریف کر دی تھی مضامین بدل دیئے، احکام کا انکار کر دیا ان کفار سے فرمایا گیا ہے اب تو تمہارے پاس افضل ترین کتاب قرآن پاک موجود ہے جو ساری کتابوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور یہ کتاب اس رسول پر نازل ہوئی جو تمام رسولوں سے افضل ہے اعلیٰ ہے، اب اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ یہ کتاب تو رحمت ہے برکت ہے ہدایت ہے اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو آیات قرآنیہ کو جھٹلائے اور لوگوں کو اس کے ماننے سے روکے اور گمراہی پھیلانے ایسے لوگوں کو ہم سخت عذاب دیں گے۔

آیہ کریمہ میں قرآن پاک کو رب کی دلیل فرمایا گیا ہے اب یہ دلیل توڑی جاسکتی ہے نہ کمزور کی جاسکتی ہے کہ رب کائنات جو خالق و مالک ہے نہ اُسے کمزور کیا جاسکتا ہے نہ اس کی دلیل کو، نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے نہ اس کی دلیل کا، تمہیں چاہئے کہ سرکشی سے باز آؤ اور قرآنی احکام پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوارو ورنہ آخرت کو رسوا کرنے والے عذاب سے بچ نہ سکو گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ
يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي
بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا
لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ
فِي إِسْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا
مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۵۹﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

وہ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے
آئیں یا آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی
کوئی نشانی آئے جس دن آپ کے رب کی
بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو
ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو اس سے پہلے
ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں نیکی نہ
کی ہو آپ کہئے کہ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی
انتظار کر رہے ہیں (۱۵۹)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ قرآن مقدس اُتار کر کفار کی بہانہ بازیاں ختم کر دیں آپ حضور ﷺ
سے ارشاد ہے، محبوب! ان کے ایمان لانے کی اُمید نہ رکھیں، آخرت کا عذاب اُن کا مقدر بن چکا ہے، اس
آیہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب جو لوگ تجھے دیکھ کر، تیرے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے یہ کس چیز کا
انتظار کر رہے ہیں کہ قیامت کی وہ نشانیاں ظاہر ہو جائیں جنہیں دیکھ کر ایمان لانا معتبر ہی نہ ہو وہ نشان
قیامت کے دن دیکھ کر ایمان لانے سے فائدہ نہ ہوگا، ہاں وہ مخلص ایماندار جو پہلے ہی نیک کام کرتا تھا اس
کی نیکیاں قبول ہوگی، محبوب آپ فرمادیجئے تم بھی انتظار کرو، ہم بھی منتظر ہیں کہ تم ایسے حالات میں ایمان لاؤ
اور وہ ایمان قبول نہ ہو تو تم سزا میں مبتلا ہو جاؤ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ سورج
مغرب سے طلوع ہو، جب ایسا ہوگا تو سارے کفار ایمان لے آئیں گے مگر اب ایمان لانا معتبر نہ ہوگا
اور پھر حضور ﷺ نے یہی آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک موقع پر صحابہ کو دیکھا جو مصروف گفتگو ہیں، فرمایا کیا باتیں کر رہے ہو؟ عرض کی قیامت کا ذکر کر رہے ہیں آپ نے صحابہ کے سامنے قیامت کے نشانات کا ذکر اس طرح فرمایا، دجال آئے گا، دابۃ الارض کا ظہور ہوگا (سورۃ النمل میں دابۃ الارض کے خروج کا ذکر ملتا ہے) مغرب سے سورج طلوع ہوگا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے، یاجوج، ماجوج نکلیں گے، یمن سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو مشرق کی طرف لے جائے گی، دھواں ظاہر ہوگا، عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں دھواں ظاہر ہوگا جس سے کفار کا دم گھٹنے لگے گا یہ دھواں چالیس روز تک رہے گا، قرآن مقدس میں دھوئیں کا ذکر اس طرح ہے ”فارتقب یوم تاتى السماء بدخان مبین“ (سورۃ الدخان) اس دن کا انتظار کریں جب آسمان دھواں لائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے
 ٹکڑے کر دیا اور وہ بہت سے فرقے بن گئے
 آپ کا اُن سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ
 کے سپرد ہے پھر وہ اُن کو خبر دے گا جو کچھ وہ
 کرتے تھے (۱۶۰) جو شخص اللہ کے پاس نیکی
 لے کر آئے گا اس کیلئے اس جیسی دس (۱۰) نیکیوں
 کا اجر ہوگا اور جو شخص برائی لے کر آئے گا اس کو
 صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور اُن پر ظلم نہیں
 کیا جائے گا (۱۶۱)

إِنَّ الَّذِينَ فَتَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا
 لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ وَإِنَّا أَمْرُهُمْ إِلَى
 اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۖ مَنْ
 جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا ۖ وَمَنْ
 جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ
 لَا يُظْلَمُونَ ۖ

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

بچھلی آیہ کریمہ میں کفار پر غضب کا ذکر تھا اب اس آیہ پاک میں ایمانداروں پر کرم کا ذکر ہے کہ ان کی ایک نیکی کی جزا دس گنا ہوگی اور ایک برائی کی سزا ایک گنا، یہ ایمانداروں پر اللہ کا کرم ہی کرم ہے۔

اس آیہ پاک کے اُترنے کا سبب یہ ہوا، حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں یہود و نصاریٰ کے بہت سے فرقے تھے اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا تھا ان کی تردید میں یہ آیہ پاک نازل ہوئی جو یہود و نصاریٰ اچھے طور پر اپنے دین پر قائم تھے وہ تو محبوب پاک کو دیکھتے ہی ایمان لے آئے جیسے عبد اللہ بن سلام بحیرہ راہب، ورقہ بن نوفل، اصحمہ نجاشی ایسے لوگ تو حضور ﷺ کے کمالات، حقائق سے متاثر ہو گئے، انہیں کا دوسرا طبقہ جو سرکشی میں بڑھا ہوا تھا، وہ حضور کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے تھے خود ان کا یہ حال تھا کہ بکھرے ہوئے تھے ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس گروہ کے متعلق یہ آیہ نازل ہوئی۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ محبوب! جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ایک دوسرے سے بگڑ گئے دشمن بن گئے، آپ کو اُن سے کوئی تعلق نہیں ان کی سزا کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، دنیا میں تو انہیں ڈھیل دی گئی ہے مگر آخرت کو کسے کی سزا بھگتیں گے پھر انہیں پتہ چلے گا کہ وہ دنیا میں کیا کیا کرتے تھے، محبوب! ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ نیکی کا ثواب دس گنا دیں گے اور ایک برائی کی سزا صرف ایک گنا ہی ہوگی ہم اس پر زیادتی نہیں کریں گے، زیادتی ظلم ہے اور ہم ظلم سے پاک ہیں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا اپنے بندوں پر ذکر اس طرح فرمایا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اعمال لکھنے والے فرشتوں کو فرمایا جب میرا بندہ گناہ کا خیال کرے تو نہ لکھو، جب گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ دو، اگر میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو اس کی نیکی لکھ لو کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اور اگر نیکی کرے تو دس گناہ سے سات سو گنا تک لکھ لو (خازن)

اس کرم کو حدیث شریف میں اس طرح بھی فرمایا گیا ہے ”جو میری طرف ایک باشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں جو میری طرف تیزی سے آتا ہے میں دوڑ کر جاتا ہوں (میری رحمت اسے دوڑ کر لیتی ہے)“

اس آئیہ مبارکہ میں فرقہ بازی، گروہ بندی کے عمل کو نفرت سے فرمایا گیا ہے اس سے بچنے کی ہدایت ہے مسلمانوں کو اس قبیح عمل سے دور رہنے کا حکم ہے، حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے، عرض کی گئی حضور! حق پر کون ہوگا؟ فرمایا ”ما انا علیہ و اصحابی“ جس پر میں اور میرے صحابہ ہوں گے، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اہلسنت و جماعت کا فرقہ ہی نجات یافتہ اور حق پر ہے۔

دین میں تفریق ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ دین کے اصولوں کو چھوڑ کر محض اپنی رائے اور قیاس سے نئے نئے نظریات گھڑ لئے، ایمانداروں کیلئے یہ راستہ ہے کہ ہر کام کو قرآن و حدیث کے اتباع میں انجام دیں اور کسی بھی عمل کا ارتکاب قرآن و حدیث کے اصول کو چھوڑ کر نہ کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ
(محبوب) آپ کہہ دیجئے بیشک میرے رب نے
مجھے سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی ہے مضبوط دین
ملت ابراہیم ہر باطل سے الگ اور مشرکوں میں
سے نہ تھے (۱۶۲) آپ کہہ دیجئے بیشک میری نماز
اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب
اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے (۱۶۳)
اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ
میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (۱۶۴)

قُلْ إِنَّمَا هَدَيْتُ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
وَيُنَاقِضُ مَا لَهُمُ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَ
مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنْ صَلَاتِي
وَسُكُوتِي وَخَيْمَاتِي وَمِمَّا يُبْنَىٰ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ
الْمُسْلِمِينَ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

بچپلی آیہ پاک میں فرمایا گیا تھا کہ کفار نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا یہ دین محض اُنکل سے تھا، ذہنی تخلیق تھا جس کے متعلق حضور سے فرمایا گیا محبوب! ایسے لوگوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ اس آیہ پاک میں اصل دین کی رہنمائی بتائی جا رہی ہے کہ اصل دین ملت ابراہیمی ہے جس پر محبوب آپ ہیں۔

اس آیہ پاک کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک موقع پر کفار نے حضور ﷺ کو بت پرستی کی دعوت دی اور کہا یہی راستہ ہمارے آباد و اجداد کا تھا یہی حق ہے آپ ہماری مخالفت نہ کریں ان کی تردید میں یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں جن میں کفار کو حضور ﷺ کے بارہ میں مکمل مایوس کر دیا گیا اور حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ محبوب تم اعلان کر دو میرے رب نے مجھے سیدھی راہ پر چلا دیا ہے ہدایت دیدی ہے، اور جسے خدا ہدایت دے اُسے بھٹکا یا نہیں جاسکتا۔

اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی کئی صفات مقدسہ کا ذکر ہے، پہلی صفت تو یہ فرمائی گئی کہ حضور رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں، دوسری صفت یہ فرمائی گئی کہ آپ کی ساری زندگی اللہ کیلئے ہے، تیسری صفت استقلال، مضبوطی، ثابت قدمی کا ذکر فرمایا گیا کہ آپ کفار کے کہنے پر حق سے پھسل نہیں سکے۔ ملت ابراہیمی کا ذکر فرما دیا گیا ہے کہ یہی دین حنیف ہے یہی سیدھی راہ ہے تم دعویٰ تو کرتے ہو کہ اولاد ابراہیم سے ہو مگر ان کے نقش قدم پر چلنے سے بہت دور ہو مشرک ہو گئے ہو ابراہیم تو مشرکین سے نہ تھے محبوب انہیں فرما دیجئے میری زندگی دیکھو کس قدر صاف ہے، کس قدر ستھری ہے میری زندگی، میری نماز، میری قربانی، میری موت و حیات یہ سب کچھ اللہ کیلئے ہے کہ وہ راضی ہو جائے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کائنات میں سب سے رب کا مطیع اور فرمانبردار میں ہوں، پوری کائنات نے اللہ کی فرمانبرداری مجھ سے سیکھی ہے، ساری کائنات اللہ کے تابع ہے، چاند تارے، سورج، عرش، کرسی، جن و انس غرضیکہ ہر شے اللہ کے تابع ہے موت و حیات، مرنے جینے، بیماری و صحت، دُکھ سکھ میں سبھی تابع ہیں، جس سے ارشاد ملتا ہے سبھی کے اندر اطاعت و تسلیم کا جذبہ تو ہے اسلام تو ہے مگر قبول اسلام کا بہتر صلہ اسی کیلئے ہے، جو برضا و رغبت اسلام قبول کرے اور گمراہی سے بچے۔

اس آیت میں چند ایک باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے میرا راستہ سیدھا ہے، وہ دین ابراہیمی ہے، ابراہیم مُشرک نہ تھے، میری ساری عبادات و ریاضات اللہ کیلئے ہیں، اور پہلا مسلمان میں ہوں، اس اعلان کی تصدیق حدیث شریف سے ہوتی ہے ”اول ما خلق اللہ نوری“ ساری کائنات سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (روح المعانی)

ایک دوسری حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ”كنت اول الانبياء فى الخلق“ میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی، آنے میں سب سے بعد ہوں۔ ایک تیسری حدیث شریف میں بھی تائید ملتی ہے ”كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد“ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسد میں تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 قُلْ اَعْبُدُوا اللَّهَ اَبْنِیْ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَيُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝
 آپ کہہ دیجئے کیا اللہ کے سوا اور رب چاہوں؟
 حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے جو کوئی کچھ کمائے وہ
 اس کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان
 کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر تمہیں
 اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے وہ تمہیں بتا دے گا
 جس میں اختلاف کرتے تھے (۱۶۵)

صلی اللہ علیہ وسلم
 الحظیم

تفسیر

پہلی آیت کریمہ میں اس بات کا ذکر تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری زندگی میری عبادات میرے سبھی معاملات اللہ کیلئے ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اب اس کی دلیل فرمائی جا رہی ہے کہ میرا سارا کچھ اسی کیلئے ہے کہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔ اس آیت کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ولید بن مغیرہ حضور سے یا عام مسلمانوں سے کہتا تھا تم ہمارے دین میں آ جاؤ اگر تمہیں دنیا، آخرت میں کوئی نقصان ہوا، صدمہ ہوا تو وہ میں خود برداشت کر لوں گا میں تمہارے سارے نقصان کا ذمہ دار ہوں اس کی تردید میں یہ آیت پاک نازل ہوئی کہ

کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھے کفر کی دعوت دیتے ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو حید کی دعوت دینے والا خود تو حید سے ہٹ جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے میں اپنے حقیقی خدا کو چھوڑ کر کسی باطل کی پرستش کروں، سوچو اللہ سب کا رب ہے کائنات اس کی مخلوق ہے اور یہ سمجھو جو کوئی شرک کرے گا بد عملی کا مرتکب ہوگا اس کی سزا اُسے ہی بھگتنا پڑے گی۔

اس آئیہ کریمہ میں اس ضابطہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کوئی دوسرے کے گناہ کا ذمہ دار نہیں تمہارا یہ کہنا لوگوں کے گناہ ہم اٹھائیں گے یہ غلط ہے، قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے کو تیار نہ ہوگا ہر ایک کو اپنا بوجھ اٹھانا پڑھے گا۔

اس آئیہ کریمہ سے بعض کو غلط فہمی ہوگئی کہ قیامت کے دن حضور کسی کی شفاعت نہیں فرمائیں گے، اسے اپنا بوجھ اٹھانا ہوگا، اس آئیہ پاک سے آسانی سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی اپنا بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ حضور ﷺ معصوم ہیں بلکہ سید المعصومین ہیں، اُن کا اپنا بوجھ ہے ہی نہیں، لہذا مجرموں کی شفاعت فرمائیں گے اور انہیں نجات دلائیں گے اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ کوئی بندہ کسی دوسرے کے جرم میں گرفتار نہیں ہوگا کہ مجرم چھوٹ جائے اور غیر مجرم پکڑا جائے۔ ولید بن مغیرہ کو جواب دیا گیا ہے کہ عدالت الہیہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، وہاں کسی کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑا جائیگا۔ ولید کے اس کہنے کی تردید ہے کہ تم کفر میں آ جاؤ، ذمہ دار میں ہوں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ

اور وہ ہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا
اور تم میں ایک دوسرے پر درجات میں بلندی دی
کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی
بے شک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور
بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے (۱۶۶)

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ
بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي
مَا آتَاكُمْ إِنَّ سَرَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ
وَإِنَّهُ لَعَفُوٌّ رَّحِيمٌ

ﷺ
الصلوة
العظيمة

تفسیر

بچھلی آیہ پاک میں تھا کہ اللہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا اب فرمایا جا رہا ہے کہ اس کی خبر کی صورت کیا ہوگی بعض کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا بعض کو معاف کیا جائے گا۔

اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا ذکر ہے اس کی کمال قدرت کا ذکر ہے انسانوں پر کرم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ انسانو! اللہ نے تمہیں زمین پر نایب بنا کر بھیجا ہے، پہلے لوگ چلے گئے انہیں موت آگئی تمہیں ان کے مال و متاع پر قابض کیا یہ بھی ہے کہ تم ساری اُمتوں سے آخری اُمت ہو تمہارے رسول سارے رسولوں کے آخر میں آئے تمہاری کتاب ساری کتابوں کے آخر میں آئی یہ اس کی قدرت ہے اس نے تم سب کو ایک جیسا نہ بنایا درجات میں فرق رکھا کوئی نیک ہے، کوئی بد، کوئی عالم ہے، کوئی جاہل، کوئی امیر ہے کوئی غریب، کوئی تندرست ہے کوئی بیمار پھر نیکوں کے مراتب ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں، کوئی ولی ہے کوئی غوث، کوئی تابعی ہے کوئی صحابی۔ اس درجہ بندی میں یہ حکمت ہے کہ تم ایک دوسرے کو دیکھ کر رب العزۃ کی طرف متوجہ ہو اعلیٰ درجہ والے اس انعام پر شکر گزار ہوں، ادنیٰ درجہ والے اس خدا کی طرف متوجہ ہوں کہ انہیں بھی اپنے انعامات سے نوازے۔

اس درجہ بندی میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ عطا کرنے والے خدا کی عبادت کرو مشکلات میں پھنسے لوگوں کو چاہئے وہ مشکلات پر صبر کریں انعام یافتہ لوگوں کو چاہئے وہ شکر کریں آخر میں فرمایا گیا ہم اگر کسی پر عذاب بھیجنے کا ارادہ کر لیں تو پھر عذاب میں دیر نہیں لگتی اس کے باوجود ہم غفور ہیں، رحیم ہیں تم اپنی زندگی میں اعمال صالحہ کو اختیار کرو برائی سے بچو کہ ہماری رحمت و بخشش کو پاسکو اور عذاب سے بچ سکو، سورۃ انعام شریف کا شروع حمد سے ہے اور اختتام مغفرت سے۔ حدیث شریف میں ہے سورۃ انعام اس شان سے نازل ہوئی کہ ستر ہزار فرشتے تسبیح پڑھتے ہوئے اس کے ساتھ آئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورة الاعراف

اس ساری سورہ شریف کے مطالعہ سے یہ مضامین واضح اور کھلے دکھائی دیتے ہیں۔

☆ رسالت کے متعلق ارشادات ملتے ہیں۔

☆ آخرت کے معاملات کا پتہ چلتا ہے۔

☆ آٹھویں رکوع سے اکیسویں رکوع تک انبیاء علیہم السلام کے معاملات اور ان کی اُمتوں کے واقعات ملتے ہیں۔

☆ علاوہ ازیں منکرین رسالت کی سزاؤں کا بھی ذکر ملتا ہے کہ منکرین کو عبرت حاصل ہو۔

☆ ۲۲ اور ۲۳ رکوع میں پھر معاد کی بحث ہے۔

☆ چوبیس رکوع کے اکثر حصہ میں توحید پر مضامین ہیں۔

☆ یہ سورہ شریف ۲۰۶ آیات اور ۲۴ رکوعوں پر مشتمل ہے۔

یہ سورہ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، بعض علماء کا خیال ہے اس میں کچھ آیات مدنی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ تمام آیات مکی ہیں۔ (حضور ﷺ کی مکی زندگی میں جو آیات آپ پر نازل ہوئیں مکی کہلاتی ہیں اور مدنی زندگی میں جو آیات نازل ہوئی وہ مدنی کہلاتی ہیں)

اس سورہ شریف میں متعدد انبیاء کرام نوح، ہود، صالح، لوط علیہم السلام کے نام لے کر ان کے احوال بیان فرمائے گئے، مختلف رسولوں کے احوال بتانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو تفصیل سے فرمایا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام کو دو طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑا، فرعون اور اُس کے حواریوں سے اور اپنی قوم بنی

اسرائیل سے یہ قوم موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئی اور وادی سینا میں پہنچ گئی وہاں کے بت پرستوں کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے بھی بت بنانے کی درخواست کر دی آپ کی سرزنش پر بظاہر تو یہ خاموش رہے مگر جب کلیم علیہ السلام طور پر گئے تو خدائے قدوس کو چھوڑ کر سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔

سورہ شریف کے آخر میں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو ارشادات سے نوازا گیا ہے کہ مخالفین کی زیادتیوں، چیرہ دستیوں کے مقابلہ میں حوصلہ، صبر، تحمل، بردباری سے کام لیں اور کوئی ایسا اقدام نہ ہو جس سے اصل مقصد کو نقصان ہو۔

اس سورہ کا نام ”اعراف“ اس لئے ہوا کہ اس میں اعراف کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع) جو نہایت رحم فرمانے والا اور مہربان ہے

المصّ (۱) (اے محبوب) تمہاری طرف کتاب
اُتاری گئی تمہارے سینے میں تنگی نہ ہو اس لئے
اُتاری گئی کہ آپ لوگوں کو ڈر سنائیں اور
ایمانداروں کو نصیحت کریں (۲)

الْمَصّ ۝ كَتَبْنَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ فِي
صَدْرِكَ حَرَجٌ ۖ وَنُفِثَ لِمَنْ دَرَبَهُ
لِئَلَّا يَكُونَ لِلْمُتَّبِعِينَ
الْحُطْمُ

تفسیر

”المصّ“ یہ تشابہات قرآنیہ ہے یہ اللہ اور رسول کے درمیان راز ہے، پارہ اول میں ”الم“ کے تحت اس کی تفصیلی بحث ہو چکی ہے پھر ایک مرتبہ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ یہ کتاب لا جواب ہے اس کی مثل نہیں لائی جاسکتی۔

پچھلی آیہ کریمہ کے آخر میں اللہ کے غفور و رحیم ہونے کا ذکر ہے، اب فرمایا جا رہا ہے کہ خدا کی مغفرت اور رحمت اس کے بندوں تک پہنچنے کیلئے ذریعہ کیا ہے؟ وہ قرآن حکیم ہے، حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ کے دل میں اس کتاب کے بارے میں کوئی ذرہ بھر فکر نہیں ہونی چاہئے جیسے آپ کی نبوت عالمگیر ہے یہ کتاب بھی عالمگیر ہے۔ یہ بھی معنی ہے کہ محبوب آپ کو کفار کی مخالفت کا خوف نہیں ہونا چاہئے آپ بلا دھڑک اس کی تبلیغ کا کام کرتے رہیں آپ کا سینہ، دل، جگر مضبوط ہیں قوی ہیں، وہ اس کتاب کو برداشت کر لیں گے یا یوں کہہ لیجئے محبوب! آپ کا سینہ عرش و کرسی سے بھی زیادہ فراخ ہے، یہ قرآن آپ پر اس لئے اتارا کہ آپ ایمانداروں کو نصیحت کریں آپ ناصح ہیں قرآن مقدس ذکر لی ہے اور آپ مذکر ہیں۔ آیہ مبارکہ ”فلا یکن فی صدرک“ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا سینہ مبارک وسیع اخلاق کا زبردست گنجینہ ہے کائنات بھر کی وسعتیں ہیچ ہیں سینہ پاک کی وسعت غالب ہے۔

اس کا یہ معنی بھی ہے کہ آپ بغیر کسی خوف و خطرہ کے لوگوں تک پہنچائیں اور اس کی پرواہ نہ کریں کہ وہ بگڑتے ہیں آپ لوگوں سے بے نیاز ہو کر اپنی تبلیغ کا کام کرتے جائیں اللہ نے آپ کی حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے۔ آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی صفت نذیر کا بھی ذکر ہے جیسے آپ بشیر ہیں، نذیر ہیں کہ قرآن مقدس کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کا ڈر بھی سناتے ہیں، قرآن مقدس خود ایک بہت بڑی افضل و اعلیٰ کتاب ہیں مگر حضور ﷺ پر نازل ہونے سے اس کا مقام اور زیادہ بڑھ گیا کہ حضور ﷺ کی نسبت سے اس کی تلاوت کی کثرت لا جواب ہے کسی رسول پر اترنے والی کوئی کتاب اس کثرت سے نہیں پڑھی جاتی جس کثرت سے قرآن مقدس کی تلاوت ہو رہی ہے اس کے تلاوت ہونے کا ذریعہ رسول ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ اس کتاب سے کفار کو ڈرائیں اور ایمانداروں کو کثرت سے بار بار یاد دلائیں۔ مفردات راغب میں ہے کہ ”ذکر لی“ کا معنی بہت زیادہ اور بار بار یاد کرانے کا ہے و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

اے لوگو! اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے
رب کے پاس سے اُترا ہے اُسے چھوڑ کر اور
حاکموں کے پاس نہ جاؤ بہت ہی کم سمجھتے ہو (۳)

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا
تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مِمَّا
كُنْتُمْ كَافِرُونَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ذکر ہوا کہ قرآن مقدس حضور ﷺ پر نازل ہوا کہ آپ تبلیغ فرمائیں لوگوں کو نصیحت
کریں اور خدا کے خوف سے ڈر سنا لیں یہ حضور ﷺ اور قرآن مقدس کا تعلق تھا۔ اب اس آیہ کریمہ میں
ایمانداروں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ قرآن مقدس پر عمل کریں اور اس کی اتباع کریں، پہلی آیت پاک میں
قرآن پاک کی دو حکمتوں کا ذکر تھا ڈرانا اور نصیحت کرنا۔ اب تیسری حکمت کا ذکر ہے اس کی اتباع کی جائے۔
لوگوں کو حکم فرمایا جا رہا ہے کہ تم قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کرو یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے
تمہارے نفع کیلئے ہے قرآن مقدس کے مقابلہ میں کسی حکمران کسی کافر سرکش یہودی عیسائی راہنما کے احکام
کی پیروی نہ کرو اگر تم نے کوئی ایسا غلط راستہ اختیار کیا تو برباد ہو جاؤ گے اور سخت عذاب تمہارا مقدر بن
جائے گا یہ مقدس کتاب قرآن کریم اور جن پر یہ کتاب اتاری گئی محبوب کریم محمد رسول اللہ ﷺ دونوں تمہاری
بہتری راہنمائی اور ہدایت کیلئے ہیں قرآن مقدس اور حضور ﷺ کی اطاعت ہر شخص پر لازم ہے وہ بندہ کہیں کا
باشندہ ہی کیوں نہ ہو، قرآن مقدس کا ارشاد ”اتبعوا“ پوری کائنات کیلئے ہے۔

قرآن مقدس اور حضور ﷺ کی اطاعت زندگی کے ہر شعبہ میں لازم ہے کوئی بندہ کبھی بھی اس سے
الگ نہیں ہو سکتا۔ اس ارشاد گرامی سے اچھی صحبت کا بھی درس ملتا ہے صحبت اثر کرتی ہے وہ تھوڑی ہی کیوں
نہ ہو۔ امام بخاری نے اچھی اور بُری صحبت کے عنوان سے حضور کا ارشاد نقل کیا ہے عطر فروش کی صحبت سے
مال مل جائے گا کچھ خریدانہ بھی تو خوشبو تو ہے ہی، بُری صحبت کی مثال لوہار کی بھٹی کی ہے تھوڑے کی چوٹ
سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے یا نقصان نہ بھی ہوا تو بھٹی کی میل، بو، دھواں، گندگی تو پہنچ ہی جائے گی۔ صوفی

لوگ کہتے ہیں اتباع اور صحبت کا اثر دل پر پڑتا ہے، دل نرم ہوتا ہے بُروں کی اتباع دل کو سخت کرتی ہے۔
 آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا اسی نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے بہت کم ہیں۔ آیہ مبارکہ میں حکم
 دیا جا رہا ہے لوگ قرآن مقدس کے احکام سے روگردانی نہ کریں گھر کا نظام ہو یا محلے کا شہر کا ہو یا ملک کا اسی
 کتاب کا حکم اسی کا فیصلہ ہی کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ ہمارے حکمران اس حکم کو بھول جاتے ہیں،
 اسمبلیوں میں قواعد و ضوابط بنانے کیلئے یورپ پر نگاہ دوڑاتے ہیں اور قرآن و سنت کے ارشادات کو نظر انداز
 کر دیتے ہیں۔ امام بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس اتباع سے مراد کتاب و سنت دونوں کی اتباع ہے کہ
 حضور ﷺ بھی اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں فرماتے وہ حکم الہی سے ہی ہے۔ قرآن و سنت کی اتباع کو چھوڑ
 کر حق سے منہ موڑ کر غیروں کی اتباع، ہلاکت تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 وکم من قریۃ۔۔۔۔۔ غائبین اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا بس ان

پر ہمارا عذاب (اچانک) رات کے وقت آیا یا
 جس وقت وہ دوپہر کو سو رہے تھے (۴) جب ان
 پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار
 تھی کہ بیشک ہم ہی عالم تھے (۵) پھر ہم بس ان
 لوگوں سے ضرور جواب طلبی کریں گے جن کی
 طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی
 ضرور پوچھیں گے (۶) پھر ہم خود ہی ان کے تمام
 احوال بیان کریں گے ہم غائب تو نہیں تھے (۷)

وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيِّنًا أَلَّا
 هُمْ قَائِلُونَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ
 هُمْ بِأَسْتَأْذِنُ إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا ظَالِمِينَ ۝
 فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ
 الْمُرْسَلِينَ ۝ فَلَنَقْضِيَنَّهُمْ عَلَيْهُمْ يُعْلَمُونَ
 وَمَا لَنَا غَائِبِينَ ۝

اللہ
 الصّٰدِق
 العظیْم

تفسیر

سورۃ الاعراف شریف کے آغاز میں نزول قرآن حکیم کی حکمت بیان فرمائی گئی تھی ”لننذر به“ کہ محبوب آپ انہیں ڈرائیں، ڈرانے کی کئی صورتیں ہیں، آخرت کے عذاب سے ڈرانا گزشتہ قوموں کے عذاب سنا کر ڈرانا اس آئیہ کریمہ میں پچھلی قوموں کے عذاب کو سنا کر ڈرایا جا رہا ہے۔ پہلی آئیہ پاک میں ”اتبعوا“ فرما کر فرمانبرداری کرنے اطاعت بجالانے کا حکم تھا اس میں نافرمانی کی سزا سنائی جا رہی ہے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! ان سرکش لوگوں کو فرما دو ان سے پہلے ان سے زیادہ طاقتور، سرکش لوگوں نے ہمارے رسولوں کی مخالفت کی اور وہ دنیا سے مٹا دئے گئے ان کی بستیاں برباد ہو گئیں ہم نے انہیں غیبی عذاب سے تباہ کر دیا، انہیں کسی نشانی کا پتہ ہی نہ چلا تھا رات کو سوئے برباد ہو گئے، جیسے لوط علیہ السلام کی قوم رات کے آخری حصہ میں برباد کر دی گئی، عذاب کی صورت یہ بھی ہوئی کہ وہ لوگ دوپہر کو عیش و عشرت سے آرام کر رہے تھے برباد کر دئے گئے وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکے اور پھر یہ صورت ہوئی جو نبی ان پر عذاب آیا تو انبیاء علیہم السلام کی مخالفت تک یاد نہ رہی صرف یہی بات زبان پر رہی ہم ظالم ہیں، ہمیں معاف کر دیا جائے مگر اس وقت اُن کی آہ وزاری ان کے کام نہ آسکی کہ اب تو معافی کا وقت نکل چکا تھا۔

حضور ﷺ کے زمانہ کے گستاخ لوگوں کو یہ واقعہ سنا کر انہیں متنبہ کیا جا رہا ہے کہ عقل سے کام لو، گستاخیوں سے باز آ جاؤ ورنہ برباد ہو جاؤ گے جیسے پچھلی قوموں کے عذاب سے عبرت حاصل کرنا نجات اور اصلاح کا ذریعہ ہے ایسے ہی پہلی نیک صالح قوموں کے واقعات سے سبق سیکھنا ان کی نیکیوں کو مشعل راہ بنانا کامیابی کی راہ ہے، کفار کی بستیوں کی تباہی اور ان پر اچانک عذاب نازل کرنے کا ذکر فرما کر کفار مکہ کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔

آئیہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا ہم مجرموں سے قیامت کے دن پوچھیں گے ہم نے تمہارے پاس اپنے رسول اور کتابیں بھیجی تھیں تم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور رسولوں سے بھی پوچھا جائے گا کہ آپ

نے پیغام رسالت اور احکام الہیہ اپنی اپنی امتوں کو پہنچا دیئے تھے یا نہیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے حجۃ الوداع پر لوگوں سے فرمایا قیامت کے دن تم لوگوں سے سوال کیا جائے گا کہ میں نے تمہیں خدا کا پیغام پہنچایا یا نہیں تم کیا کہو گے سب نے عرض کی حضور ہم کہیں گے آپ نے پیغام پہنچا دیا اور امانت خداوندی کا حق ادا کیا یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا ”اللھم اشھد“ اے اللہ گواہ ہو جا میں نے پہنچا دیا۔

آیہ کے آخر میں فرمایا گیا پھر ہم خود ان حالات کو اپنے علم سے بیان کر دیں گے، اور ہم غائب نہ تھے اس اشکال کا جواب یہی ہے کوئی شخص یہ نہ کہہ دے کہ اللہ کو ان باتوں کا علم نہ تھا اس لئے پوچھا جا رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق ہے پس جن کی (نیکیوں) کے پلے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہیں (۸) اور جن کی (نیکیوں) کے پلے ہلکے ہوئے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے تھے (۹)

وَالْوِزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ
مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ
يَمَا كَانُوا يَاسِتًا يَظْلُمُونَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ذکر تھا کہ قیامت کے دن ہم لوگوں سے ان کے کردار کا پوچھیں گے جواب طلبی ہوگی

حق بہ فرماید چہ آوردی مرا اندر آں مہلت کہ من دادم ترا

خدائے قدوس پوچھے گا میں نے تمہیں بہت مہلت دی تھی کیا لائے ہو اور رسولوں سے بھی سوال ہوگا

کہ تم نے احکام الہیہ پہنچائے تھے یا نہیں؟

اس آیم کریمہ میں ایک اور اہم معاملہ کا ذکر ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا تو نجات ہوگی پلہ ہلکا ہوگا تو عذاب ہوگا، قیامت کے دن حساب بھی ہوگا اور اعمال بھی تو لے جائیں گے وہ لوگ جن کے اعمال صالحہ کا پلہ بھاری ہوگا نجات پا جائیں گے اور جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں ہماری آیات کا انکار کیا، احکام شریعت کا مذاق اڑایا زندگی کا ہر سانس قیمتی سامان ہے جس کی حفاظت کی جانی چاہئے، سانس کی عظیم دولت کی حفاظت کی جائے چوروں، ڈاکوؤں، شیطانوں اور نفس کے حملوں سے بچایا جائے۔

روح المعانی میں اسی مقام پر داؤد علیہ السلام کا واقعہ درج ہے آپ نے عرض کی یا اللہ! قیامت کے دن ظاہر ہونے والا ترازو تو دکھا دے آپ کو یہ ترازو دکھایا گیا تو عرض کی یا اللہ! اتنا بڑا ترازو کون بھر سکے گا؟ جواب ملا داؤد! جن پر ہمارا کرم ہوگا اس کے ایک کھجور کی قاش سے بھی پلہ بھریں گے۔

متعدد احادیث مبارکہ میں اعمال کے وزن کرنے کا ذکر آتا ہے، امام نمیری نے سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت نقل کی قیامت کے دن حضور ﷺ کی امت کے ایک فرد کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ آدم علیہ السلام کے قریب سے گذر ہوگا آپ کو اس بندے پر رحم آئے گا، آپ حضور ﷺ کو پکاریں گے ”یا احمد، یا احمد“ حضور ﷺ فرمائیں گے ”یا ابا البشر“ آدم علیہ السلام فرمائیں گے، احمد! آپ کا ایک اُمتی ہے جسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے حضور ﷺ تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں گے اور بارگاہ قدس میں عرض کریں گے یا اللہ تو نے تو فرمایا تھا تیری ساری اُمت کو معاف کر دوں گا، یہ بھی تو میرا اُمتی ہے رب تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا فرشتو!، میرا محبوب کیا کہتا ہے، تو فرشتے عرض کریں گے فرمائیے کیا چاہتے ہیں، آپ حضور فرمائیں گے اس کے اعمال کو ترازو پر لاؤ، اب آپ اس کی نیکیوں کے پلے میں ایک کاغذ ڈال دیں گے جس سے یہ پلہ بھاری ہو جائے گا آواز آئے گی، یہ بندہ کامیاب ہو گیا اب اُسے رحمت کے فرشتے جنت کی طرف لے کر چلیں گے یہ بہت خوش ہوگا فرشتوں سے کہے گا ذرا ٹھہرو مجھے اُس ذات والا

صفات سے دو باتیں تو کر لینے دو، جنہوں نے مجھے دوزخ سے بچایا جنت کی راہ چلایا وہ عرض کرے گا آپ کون ہیں؟ جنہوں نے مجھے بچایا، حضور فرمائیں گے ”انا نبیک محمد“ میں تیرا نبی محمد ہوں۔ تو مجھ پر درود شریف پڑھا کرتا تھا جس کے ذریعہ آج تیری بگڑی قسمت سنو گئی۔

امام نمیری کی یہ روایت جو عبد اللہ بن عمر سے بیان کی اس میں اعمال کے وزن کا واضح طور پر ذکر موجود ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر سے ایک اور روایت ہے جیسے ترمذی، ابن ماجہ نے نقل کیا ہے قیامت کے دن مجرم کے سامنے اس کے گناہوں کے دفتر کھول کر رکھے جائیں گے جن کا اقرار کرے گا کہ میرے گناہ ہیں یا اللہ! تیرے فرشتوں نے سب کچھ ٹھیک لکھا ہے۔ بارگاہِ قدس سے حکم ہوگا تیری ایک نیکی بھی ہمارے پاس ہے ایک پرچہ لایا جائے گا جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوگا یہ پرچہ نیکیوں کے پلے میں رکھا جائے گا جس سے پلہ بھاری ہو جائے گا۔ اس حدیث شریف میں بھی وزن اعمال کا ذکر موجود ہے۔

روح المعانی شریف میں ایک اور روایت ملتی ہے قیامت کے دن ایک مسلمان کے نیک اعمال ہلکے ہوں گے تو کوئی چیز ہلکی سی بارش کی طرح اس کی نیکیوں میں پڑے گی تو اعمال وزنی ہو جائیں گے پھر اس سے پوچھا جائے گا تجھے پتہ تیرے اعمال کو وزنی کس شی نے کیا ہے وہ عرض کرے گا مجھے پتہ نہیں حکم ہوگا یہ وہ بارش ہے جو تو دنیا میں علم پھیلاتا تھا آج تیری ان خدمات کا صلہ دیا گیا ہے۔ اس حدیث میں بھی وزن کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔

یہ اشکال ذہن میں نہ لایا جائے کہ اعمال کا تو وزن ہی نہیں ہوتا تو لے کیسے جائیں گے، اللہ قادر مطلق ہے کہ انہیں تول دے۔ آج کل انسانی ترقی کے دور میں نہ دیکھی جانے والی چیز کو تول جاتا رہا ہے ہوا تولی جا رہی ہے برقی رَو تولی جا رہی ہے، سردی گرمی کا وزن کیا جا رہا ہے اللہ اس پر قادر ہے کہ انسانی اعمال کا وزن فرمالے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ہمارے اعمال کو کوئی شکل و صورت دے کر تول دے۔

سیدنا عبد اللہ ابن مسعود کے مناقب میں یہ روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا عبد اللہ کی ٹانگیں ظاہر

میں کتنی پتلی ہیں مگر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کے دن میزانِ عدل میں ان کا وزن اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ کی وہ روایت جسے امام بخاری نے اپنی کتاب کے آخر میں درج کیا ہے میزانِ عمل کی واضح دلیل ہے، فرمایا ”دو کلمے جو زبان پر ہلکے ہیں میزانِ عمل میں بہت بھاری ہیں اور اللہ کے نزدیک محبوب ہیں وہ کلمے یہ ہیں ”سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم“ یہ ساری روایات میزان کے عمل پر واضح ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمُ
 فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾
 اور بے شک ہم نے تمہیں زمین پر قبضہ دیا
 (آباد کیا) اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے
 اسباب فراہم کئے مگر تم کم شکر ادا کرتے ہو (۱۰)
 ﷺ
 العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ڈرا کر اپنی اطاعت کی طرف متوجہ کیا گیا تھا اب رب قدوس جل مجدہ دنیا پر قبضہ زمین کی آسائش، زندگی کے سامان بیان فرما کر اپنی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ انسانوں پر احسان جتایا جا رہا ہے کہ ہم نے تمہیں رہنے سہنے کیلئے جگہ عطا کی تمہیں دنیا کا حکمران بنایا، تمہیں اپنی آخری زندگی کو بہتر بنانے کیلئے سامان جمع کرنے کا موقع بخشا۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق زمین پر بھی زندگی گزار رہی ہے مگر جو شرف انسانوں کو ملا ہے وہ کسی اور مخلوق کو نہیں ملا، انسانو! تمہیں زمین میں بسا کر طرح طرح کے انعامات و اکرامات سے نوازا اور ہمارے انعامات اس قدر ہیں اگر تم شمار کرو تو کہہ ہی نہیں سکتے پھر تمہاری یہ حالت ہے کہ تم میرا شکر ادا کرنے میں سُستی سے کام لیتے ہو کرتے بھی ہو تو بہت کم، تمہاری زندگی کیلئے زمین و آسمان دونوں سے نعمتوں کو بھیجا گیا ہے۔

قرآن مقدس کے ارشاد معاش فرمانے میں تمام قسم کی نعمتوں اُن کے ذرائع کا تصور ملتا ہے، معاش

کے معنی زندگی کے سامان، معاش کئی ہیں دریاؤں کا وجود، بارش کی نعمت، پھلوں کی کثرت، اناج کا اُگانا حلال جانوروں کا عطیہ، کچھ زندگی گزارنے کے اسباب جو انسان اپنی ہمت محنت سے کرتا ہے، تجارت محنت مزدوری سے رزق حاصل کرتا ہے۔

یہ ارشاد قریش مکہ سے ہو تو بھی مفہوم واضح ہے اگر کفار سے ہو تو بھی معنی واضح ہے کہ ان پر ہمیشہ سے اللہ کا فضل رہا مگر ہمیشہ ناشکر رہے، حضور ﷺ کی نافرمانی میں لگے رہے سرکشی اور بغاوت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

اس آیت کریمہ میں نعمتوں کا ذکر فرما کر حق قبول کرنے کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ زمین کو تمہاری رہائش کیلئے بنایا تمہاری عیش کیلئے ہزاروں نعمتیں دی گئیں، زمین انسانی زندگی گزارنے کا بہترین مرکز ہے تمام انسانی ضروریات اس میں ہیں زمین کے استعمال کے طریقوں کو سیکھا جائے تو لاکھوں انعامات کے دروازے کھلتے نظر آتے ہیں، کم علم اور کم عقل آدمی زمین سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہتا ہے، نتیجہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تمام ضروریات کو زمین میں رکھ دیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرے مگر افسوس ہے بندہ غفلت کا شکار ہو کر انعامات الہیہ کو بھول جاتا ہے اور شکر نہیں کرتا۔

شکر کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنے رب سے محبت کرے یہ بھی ہے کہ نعمت کا اقرار کرے یہ بھی ہے کہ انعام دینے والے کی تعریف کرے۔ بعض بزرگوں نے کہا، شکر یہ بھی ہے کہ تم یقین کر لو کہ تم اس اہل نہ تھے جو اس نے تمہیں دیا۔ شیخ شبلی فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ تم نعمت کو نہ دیکھو نعمت دینے والے کو دیکھو، کمال درجہ کا شکر یہ ہے کہ بندہ نعمت اور نعمت دینے والے کا مشاہدہ کر لے، بندہ جس قدر شکر کرے گا اللہ اس سے پیار فرمائے گا۔

شکر کے مسئلہ کو قرآن مقدس نے متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے ”واشکروا لی ولا تکفروا“

میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔ اس آیہ کریمہ میں شکر کے مقابلہ میں کفر کا ذکر ہے، جس کا معنی ناشکری ہے یہاں ایک ارشاد واضح ہو رہا ہے کہ ناشکری ایسا عمل ہے جس کے راستے کفر سے ملتے ہیں۔ ایک مقام پر یہ فرمایا کہ ”شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا“ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے شکر گزار بندوں میں بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی
پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو
ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اور وہ سجدہ
کرنے والوں میں شامل نہ ہوا (۱۱) فرمایا تجھ کو
سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جب میں نے
تجھے حکم دیا تھا اُس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں
تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے
پیدا کیا ہے (۱۲)

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا
لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا
إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ
أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ
خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۝

صلی اللہ علیہ وسلم
العظیم

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں زمین پر رہنے، آباد ہونے، زمینی حکومت دیئے جانے اور کئی انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں بھی ایک عظیم نعمت کا ذکر ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام فرمائی پھر فرشتوں سے اُسے سجدہ کروایا یہ انسانی عظمت ہے کہ اُن کے بابا کو فرشتوں کا مسجود بنایا۔

قرآن مقدس نے واقعہ آدم علیہ السلام کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے، بار بار اس کے ذکر سے اولاد آدم کو توجہ دلانا ہے کہ میں نے تمہارے بابا آدم کو اس قدر عظمت بخشی، فرشتوں کا مسجود بنایا تمہیں بھی چاہئے کہ میری اطاعت کرو میرے اس عظیم انعام کا شکر ادا کرو میں نے تمہارے دادا آدم کو اپنے دست قدرت

سے بنایا پھر نورانی مخلوق فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے تعظیماً سجدہ کرو، اس حکم کے سنتے ہی تمام فرشتے سجدہ میں گر گئے ابلیس اکڑ گیا اور سجدہ ریز نہ ہوا جب اُس سے پوچھا گیا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو کہا کہ میں آدم سے اچھا ہوں اس کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں ظاہر ہے آگ خاک سے افضل ہے اس موقع پر ابلیس گمراہ ہو گیا اس نے یہ نہ دیکھا اس سے افضل فرشتے تو سجدہ میں گر رہے ہیں یہ انکار کر رہا ہے، چاہئے تھا کہ یہ بھی گر جاتا اس کا یہ کہنا کہ آگ مٹی سے افضل ہے کمزور دلیل ہے مٹی میں عجز ہے جو خدا کو پسند ہے آگ میں تکبر ہے جو پسند نہیں، مٹی میں سکون ہے، لوگ مٹی میں دفن ہوتے ہیں آگ میں نہیں، مٹی سے آبادی ہے باغ ہیں آبادیاں ہیں بہاریں ہیں آگ میں بربادی ہے، مٹی سے کاشتکاری غلہ اناج ہزاروں نعمتیں ملتی ہیں آگ میں یہ صورت نہیں پھر مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے آگ مٹی کو برباد نہیں کر سکتی۔ ابلیس کی گمراہی کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ اس نے قدرت خداوندی کا انکار کیا ہے خدا قادر ہے کہ مٹی ادنیٰ سے اعلیٰ پیدا کر دے اس کی گمراہی کا سبب یہ بھی ہے کہ نبی کی توہین کی ہے اور نبی کی توہین کفر ہے جس سے اس کے سارے اعمال برباد ہو گئے اور نبی کی تعظیم نے فرشتوں کو بلند و بالا کر دیا۔

”صورناکم“ کے ارشاد سے انسان کی بہترین صورت کا اشارہ ملتا ہے۔ اسی عنوان کو دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا گیا ”ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم“ انسان کو حسین شکل میں بنایا۔ آدم علیہ السلام کے ذکر فرمانے سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ نبوت کا درجہ عبادت، ریاضت، زہد و تقویٰ سے حاصل نہیں ہوتا صرف عطاء الہی ہے اگر عبادت، ریاضت کو نبوت ملنے میں کوئی دخل ہوتا تو فرشتوں سے کسی کا انتخاب ہوتا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ بارگاہ قدس میں فرشتوں اور رسولوں کو تو ایسی بات کرنے کی جرأت نہیں ابلیس نے یہ انکار کیسے کر دیا علماء نے کہا ہے کہ اس کا یہ انداز قبر الہی کا مظہر تھا کہ مردود ہونے کے سبب ایسا پردہ حائل ہو گیا جس نے ابلیس پر اللہ کی عظمت و جلال کو مستور کر دیا اور اس پر بے حیائی مسلط ہو گئی اور

ابلیس یہ بھول گیا کہ آدم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح کو پھونکا جو سرداری کا سبب ہے، یہ بات بھی اوجھل ہو گئی کہ جب نوری جھک رہے ہیں تو ناری کو کیا اعتراض ہے؟ آدم علیہ السلام کی عظمت سے یہ پہلو بھی واضح ہے کہ مخلوق لفظ کن سے آدم دست قدرت سے ایک واضح پہلو یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام زمین پر خدا کے خلیفہ بن کر آئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 (اللہ نے) فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے یہاں
 تکبر کرنے کا کوئی حق نہیں ہیں سو نکل جاؤ تو
 ذلیل ہونے والوں سے ہے (ابلیس نے) کہا
 مجھے اس دن تک مہلت دی جائے جس دن سب
 لوگ اٹھائے جائیں گے (۱۴) (اللہ نے) فرمایا
 بیشک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے (۱۵)

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ
 فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝ قَالَ
 أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ
 مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝

صَلَّى اللّٰهُ
 الْعَظِيمُ

تفسیر

بچپلی آئیہ کریمہ میں ابلیس کے انکار کا ذکر تھا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس آئیہ مبارکہ میں اس کے اس جرم کی سزا کا ذکر ہے کہ اُسے جنت سے اترنے اور نکل جانے کی سزا دی گئی، ابلیس نبی کا دشمن تھا سزا پا گیا، ابلیس نے اپنے حق میں دلیل دی تھی کہ میں آدم سے افضل ہوں وہ مٹی سے ہے میں آگ سے۔ اس کی اس دلیل کا جواب نہیں دیا گیا بلکہ سزا سنائی گئی جس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کی گستاخی اور بغاوت پر کسی دلیل کا جواب نہیں، سزا ہے، تکبر و غرور سرکشی و عناد کا پہلا مجرم شیطان ہی ہے اور پہلا سزا یافتہ بھی یہی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ جنت متکبروں، سرکشوں کی جگہ نہیں، اطاعت گزار نیاز مندوں

کا مقام ہے۔ مسلم شریف میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا، جس کے دل میں رائی کے دانہ جتنا بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

پھٹکار اور لعنت پڑنے کے بعد شیطان نے معافی نہ مانگی بلکہ قیامت تک مہلت مانگی تکبر و غرور اس لائق نہیں رہنے دیتا کہ بندہ کسی سے فائدہ اٹھا سکے یہ بیماری دل کو سخت کر دیتی ہے عجز و انکساری ختم ہو جاتی ہے تکبر و غرور کا نتیجہ ذلت و خواری ہے شیطان اس تکبر کی بناء پر اچھی صحبت سے محروم ہو گیا نیکی کی توفیق نہ ہو سکی سکون برباد ہو گیا۔ جو لوگ شیطان سے دُور رہے مقبولین بارگاہ بن گئے اور جو اس کی عادات میں پھنس گئے لعنتی اور مردود بن گئے۔

روح البیان شریف میں ابو جعفر بغدادی کا ایک ارشاد نقل ہے کہ کچھ چیزیں ایمان کو کاٹتی ہیں، امیر کیلئے بخل سخت مٹھری ہے، فقیر کیلئے تکبر، صوفیاء کیلئے کم عقلی ہلاکت کا سامان ہیں اور شیطان کو حسد اور تکبر نے گمراہ کیا شیطان کو لمبی عمر دی گئی یہ اس کیلئے عذاب ہے فرشتوں کی لمبی عمریں، خضر علیہ السلام کی لمبی عمر رحمت و برکت ہے۔

قرآن مقدس کے ارشاد گرامی ”کل من علیہا فان“ ہر ایک کیلئے فنا ہے، اس سے واضح ہے شیطان کو عمر تو لمبی دی گئی ہے مگر جب سارے عالم پر موت طاری ہوگی اس وقت ابلیس کو بھی موت آئے گی پھر جب لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے تو وہ بھی زندہ ہو جائے گا۔

تفسیر ابن جریر میں سدی سے ایک روایت منقول ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو یوم بعثت تک مہلت نہیں دی بلکہ ایک معین دن تک مہلت دی ہے اور وہ دن وہ ہے جس میں پہلا صور پھونکا جائے گا جس سے آسمان و زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے اور مرجائیں گے، شیطان نے یوم البعث تک مہلت مانگی تھی وہ پوری قبول نہ ہوئی، یوم البعث المعلوم تک مہلت دی گئی۔

ابلیس کی دُعا قبول ہونے سے پتہ چلا کافر کی بھی دُعا قبول ہو جاتی ہے جب سب سے بڑے کافر کی

ہوگئی تو چھوٹے کافروں کی بھی ہو سکتی ہے مگر آخرت میں کافر کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

شیطان کے اس سارے واقعہ سے کبر و غرور سے ذلت اور عجز و انکساری سے عزت کا درس ملتا ہے، آدم علیہ السلام نے بھول کر شجر ممنوعہ کا پھل کھایا پھر توبہ و استغفار کیا عزت سے نوازے گئے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اُسے نچلے طبقہ میں گرا دیتا ہے حضرت عائش بن ربیعہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا میں نے حضور سے سنا ہے جس نے تواضع کی اللہ اس کو سر بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ اُسے ہلاک کر دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیْدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ
(شیطان نے) کہا قسم ہے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا
ہے تو میں بھی صراط مستقیم پر ضرور لوگوں کی گھات
میں بیٹھوں گا (۱۶) پھر میں لوگوں کو بہکانے کیلئے
ان کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے اور ان
کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو اکثر
لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا (۱۷)

قَالَ فَمَا آخُوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ
الْمُسْتَقِيمَ ۖ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ
وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ
وَلَا تَحِصُّ أَلَتْهُمُ شُكْرِيْنَ ۙ

اللہ
الصلی
العلیم

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں شیطان کے گمراہ ہونے کا ذکر تھا کہ وہ سجدہ کا انکار کر کے گمراہ ہو گیا اس آیہ کریمہ میں اس کے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذکر ہے اُس کی طرف سے یہ صورت حال انتقام لینے کی ہے کہ وہ جنت سے نکالے جانے کا انتقام اولادِ آدم سے لیتا رہے گا۔

شیطان نے لمبی عمر جو مانگی تھی اس کا خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے اے اللہ! تو نے مجھے جنت سے نکالا

میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا نیکی کی راہوں پر گھات لگاؤں گا نیکی پر چلنے والے کو آگے پیچھے اوپر نیچے سے کسی نہ کسی طرح گمراہ کروں گا لوگوں کو متکبر و مغرور بنا کر بھی بھٹکاؤں گا، درویش صوفی بن کر بھی راستہ سے ہٹاؤں گا مذہبی انداز اختیار کر کے بھی دور کروں گا اکثر لوگوں کو تیرے انعامات و اکرامات سے ناشکرا بنا دوں گا۔

آیہ مبارکہ کے آغاز میں شیطان کا قول درج ہے، اے اللہ! تو نے مجھے گمراہ کیا جس سے پتہ چلتا ہے اپنی گمراہی و بے دینی کو رب کی طرف منسوب کرنا شیطانی نظریہ ہے، ابلیسی عقیدہ ہے کچھ لوگ چوری، بد معاشی، ڈکیتی کا ارتکاب کر کے فخر یہ کہتے ہیں جی سب کچھ اللہ کی طرف سے ہی ہے اگر وہ نہ چاہتا تو میں یہ حرکت کیوں کرتا، عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ برائی کی نسبت اپنی طرف کرے اور اچھائی ہو تو اللہ کی طرف منسوب کرے، یا اللہ تیرا کرم ہے تو نے مجھ سے یہ اچھا کام کرایا، کسی کو اچھا کام کرنے سے روکنا یہ شیطانی عمل ہے جس سے بچنا ضروری ہے قرآن مقدس نے ایمانداروں کو حکم فرمایا ہے نیکی اور پرہیزگاری پر تعاون کرو، برائیوں، گناہوں پر تعاون سے بچو۔

آیہ مبارکہ میں شیطان کے بہکانے اور چاروں طرف سے حملہ کرنے کا ذکر ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سامنے سے حملہ کرنے کا یہ معنی ہے ان کی دنیا کے متعلق وسوسے ڈالوں گا، پیچھے سے مراد یہ ہے کہ آخرت کے بارہ میں وسوسے ڈالوں گا اور گمراہ کروں گا، دائیں سے مراد یہ ہے کہ دین میں شبہات ڈالوں گا، بائیں سے مراد یہ ہے کہ انہیں گناہوں کی طرف مائل کروں گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سامنے سے آنے کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھنے اور جنت دوزخ کے وجود کا منکر کروں گا پیچھے سے آنے کا معنی یہ ہے ان کی دنیا کو حسین بنا کر پیش کروں گا، دائیں کا معنی یہ ہے کہ ان کی نیکیوں کو برباد کرنے کی کوشش کروں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ میں سامنے، دائیں، بائیں اور پیچھے کا ذکر ہے اوپر کا نہیں کہ شیطان کو اوپر سے آکر

انسان کو گمراہ کرنے کی ہمت نہیں، اوپر سے اللہ کی رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے چاروں طرف سے حملہ کا ذکر کرنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہر طرف سے ہر سمت سے گمراہ کر سکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 فرمایا یہاں سے ذلیل اور راندہ ہوا نکل جا البتہ
 جو لوگ تیری پیروی کریں گے میں تم سب سے
 دوزخ بھر دوں گا۔ (۱۸) اور اے آدم! تم اور
 تمہاری زوجہ جنت میں رہو جہاں سے چاہو
 دونوں کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ
 تم ظالموں سے ہو جاؤ گے (۱۹)

قَالَ اخْرِجْ مِنْهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ
 يَتَعَلَّكَ مِنْهُمْ كَذِبٌ جَهَنَّمُ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ
 وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
 حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ
 فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں آدم علیہ السلام پر اس کرم کا ذکر تھا کہ انہیں تمام فرشتوں کا مسجود بنایا، تمام فرشتوں نے (تعظیمی) سجدہ کیا اب ان پر ایک اور کرم کا ذکر ہے کہ دونوں آدم و حواء علیہما السلام سے فرمایا گیا تم جنت میں رہو جو چاہو کھاؤ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظلم والوں سے ہو جاؤ گے۔

جب شیطان نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے منصوبے کا ذکر کر دیا تو بارگاہ قدوس سے عتاب نازل ہوا کہ جنت سے نکل جا، اب تیری عبادات بے کار ہو گئیں اب تو ہر جگہ ذلیل ہو اور ہر جگہ لعنتی ٹھہر، عبادت ریاضت سبھی ختم اور تیرے پیچھے لگنے والے انسانوں کو دوزخ کی طرف پھیر دیا جائے گا، پھر آدم و حواء جنت میں رہنے لگے دونوں سے فرمایا گیا جو چاہو کھاؤ، جنت کی سیر کرو جہاں چاہو جاؤ، اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تم خطا کاروں سے ہو جاؤ گے اور جنت خطا کاروں کی جگہ نہیں شیطان کو جنت سے نکلنے کا حکم اس لئے دیا گیا اس نے نبی کی گستاخی کی اس انکار سے جنت سے بھی نکالا گیا، رسوا اور ذلیل بھی ہو شیطان کی

خباثت جناب آدم علیہ السلام سے حسد کی بناء پر ہے، حسد وہ بیماری ہے جو نیکیوں کو ایسے برباد کر دیتی ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب جانے سے روکا گیا تھا اور وہ چلے گئے تو ظالم ہو گئے (معاذ اللہ) یہاں ظلم کا معنی کفر نہیں خطا ہے، اور خطا جان بوجھ کر کرنے کو کہا جاتا ہے، ارادہ نہ ہو تو خطا بھی جرم نہیں، روزہ دار نے بھول کر پانی پی لیا تو یہ بندہ مجرم بھی نہیں اور اس کا روزہ بھی نہیں ٹوٹا، قرآن مقدس نے آدم علیہ السلام کے سلسلہ میں واضح فرمادیا، ”فَنَسِيَ آدَمُ وَلَمْ يَجِدْ لَهُ عِزْمًا“ (آدم بھول گئے، ہم نے اس کا ارادہ نہیں پایا)۔ قرآن مقدس کی اس صفائی کے بعد آدم علیہ السلام پر زبان طعن دراز کرنے کو گمراہی کفر اور نبی سے دشمنی ہی کہا جاسکتا ہے ”ظلم“ کا لغوی معنی نقصان اور خسارہ بھی ہے حق سے تجاوز کرنا بھی ظلم کا معنی ہے، معنی جو بھی لیا جائے قرآن مقدس کی وضاحت کے بعد اس پر بحث کوئی معنی نہیں رکھتی۔ آدم علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی ہیں اور معصوم ہیں آپ کا توبہ اور استغفار کرنا ان کا عجز ہے انکساری ہے اور بارگاہ قدس میں نیاز مندی ہے آپ کا یہ عجز ان کے بلند مقام کو واضح کرتا ہے آپ کے دل میں خدا کے خوف کا غلبہ تھا، بارگاہ قدس میں توبہ و استغفار، عجز و انکساری، آہ و زاری انبیاء علیہم السلام کا ایک خاص عمل ہے۔ حضور ﷺ کا ساری ساری رات توبہ و استغفار، آہ و زاری میں گزارنا عام معمول تھا ایک موقع پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور آپ تو معصوم ہیں پھر یہ آہ و زاری توبہ و استغفار کیسا؟ فرمایا، عائشہ! ”اَفَلَا اَكُونُ عَبْدٌ شَكُورًا“ عائشہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا
وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سُوَاتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا
رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ
أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۝ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي
لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝

اللَّهُ
صَلَّى
الْحَقُّ
عَلَيْهِم

پھر شیطان نے اُن کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ
اُن دونوں کی شرم گاہیں جو اُن سے چھپائی ہوئی
تھیں ان کو ظاہر کر دے اور اُس نے کہا تمہارے
رب نے اس درخت سے تمہیں اس لئے روکا ہے
کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں
سے ہو جاؤ (۲۰) اور اُس نے دونوں سے قسم اٹھا
کر کہا میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں (۲۱)

تفسیر

بچھلی آیہ کریمہ میں شیطان کے اس اعلان کا ذکر تھا کہ اللہ میں تیرے بندوں کو راہ سے ہٹاؤں گا اس
نے اپنے اس کردار کا آغاز سیدنا آدم علیہ السلام سے ہی شروع کر دیا اور آدم و حواء کے دلوں میں وسوسہ ڈالا
کہ تمہیں درخت کے پاس جانے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ تم اس کے قریب جانے سے فرشتے بن جاؤ
گے یا پھر ہمیشہ کیلئے جنت میں رہو گے اور قسم اٹھا کر یہ وسوسہ ڈالا، وسوسہ کا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ ایک
دوسرے کے سامنے برہنہ ہو جائیں اس طرح کہ وہ گندم کھالیں جس کی پاداش میں ان کا نوری لباس الگ
کر دیا جائے، وسوسے کا خلاصہ یہ تھا کہ اس درخت کی تاثیر یہ ہے کہ اس کے کھانے سے انسان یا تو فرشتہ
بن جاتا ہے یا پھر عرصہ دراز تک رہتا ہے اور کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتا ہے، یا اس جماعت سے ہو
جاتا ہے ابھی تم جنت میں داخل ہو یہ داخلہ عارضی ہے اس کے کھانے سے تم یہاں کے مستقل رہائشی ہو جاؤ
گے پھر قسم اٹھا کر کہا میں تمہارا بدخواہ نہیں خیر خواہ ہوں۔ شیطان کے اس عمل سے ہمیں نصیحت حاصل کرنی
چاہئے جب اُس کے داؤ، مکر و فریب سے ہمارے بابا آدم پریشان ہو گئے جو معصوم ہیں، نبی ہیں، تو ہماری
کیا حیثیت ہے، قرآن مقدس کے ارشاد ”وسوسہ“ سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم

السلام سے گناہ سرکشی سرزد نہیں ہوتے، وسوسہ ہو سکتا ہے جو گناہ نہیں کسی کا دوست بن کر اُسے بہکانا یہ شیطانی عمل ہے کہ اُس نے آدم علیہ السلام سے ہمدردی کر کے وسوسہ ڈالا۔

آیہ مبارکہ میں شیطان کے جھوٹی قسم کھانے کا بھی ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے جھوٹی قسم اٹھانا، شیطانی عمل ہے وہ لوگ جو اپنے کاروبار کو فروغ دینے کیلئے یا لوگوں کو اپنا دوست ثابت کرنے کیلئے جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں یہ شیطانی راہ پر چل رہے ہیں انہیں اس غلط اور ٹیڑھے راستہ سے بچ جانا چاہئے شیطان کے اس وسوسہ اور دُشمنی کے نتیجہ میں سیدنا آدم علیہ السلام زمین پر تو آگئے مگر بارگاہ اقدس میں اپنے قُرب سے محرومی نہیں، زمین پر آنا کسی عمل کی سزا نہیں (معاذ اللہ) ان کی تو تخلیق ہوئی ہی اس لئے تھی کہ دنیا میں آ کر انسانوں کی راہنمائی فرماتے رہیں ”انسی جاعل فی الارض خلیفہ“ کا حکم واضح ہے، شیطان نے وسوسہ کیسے ڈالا بعض نے کہا آدم علیہ السلام جنت کے دروازے پر آئے، اور شیطان نے انہیں وسوسہ ڈال دیا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شیطان کو یہ طاقت دے دی گئی تھی کہ وہ زمین پر رہتے ہوئے آدم و حوا علیہما السلام کے دلوں میں وسوسہ ڈال سکے اس کے وسوسہ سے آپ متاثر اس لئے ہو گئے کہ اس نے قسم اٹھا کر یہ فریب دیا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کسی بندہ مومن کا کسی کے مکرو فریب میں آ جانا کوئی مشکل بات نہیں۔ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا آپ کے غلام خدام آپ کو لمبی نمازیں پڑھ کر دھوکہ دیتے ہیں فرمایا جو ہمیں اللہ کے نام پر دھوکہ دیتا ہے ہم اس کے دھوکے میں آنے کو تیار ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَدَلَّهُمَا بِعُرْوَةٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ
لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفَقَا يَغْصِفْنَ عَلَيْهَا
مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّمَا أَلَمْ
أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلْتُ لَكُمَا
إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

صَلَّى
الْحَقِّ
الْحَقِّ

پھر فریب سے انہیں اپنی طرف مائل کر لیا پھر
جب انہوں نے اُس درخت سے چکھا تو ان کی
شرمگاہیں ان کیلئے ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے کو
جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے اور ان کے
رب نے فرمایا کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت
سے روکا نہیں تھا اور تم دونوں سے یہ کہا نہ تھا کہ بے
شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے (۲۲)

تفسیر

بچھلی آیہ کریمہ میں شیطان کے دھوکہ کا ذکر تھا کہ اُس سے آدم و حوا علیہما السلام کو جھوٹی قسم اٹھا کر
فریب دینے کی کوشش کی۔ اس آیہ کریمہ میں ہے آدم و حوا علیہما السلام شیطان کے جھوٹی قسم اٹھا کر درغلانے
سے اُس کے فریب میں آ گئے اور یہ فریب اس لئے چل گیا کہ آدم و حوا دونوں کے سامنے ان کے رب کا
نام تھا اور شیطان کا حلف اٹھانا تھا اگر یہ حلف نہ ہوتا تو یہ فریب بھی نہ چلتا، اس فریب کے باعث آدم و حوا
علیہما السلام کو جنت کی عیش و عشرت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا بس یہ پھل چکھنا ہی تھا کہ مشکلات
مصائب کا آغاز ہو گیا ان کا جنتی لباس اتر گیا اور وہ دونوں (آدم و حوا) ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو
گئے، شرم و حیاء کے باعث وہ دونوں اپنی شرمگاہوں کو انجیر کے پتوں سے ڈھانپنے لگے، رب قدوس نے
فرمایا کہ میں نے تمہیں درخت کے پھل سے منع نہ کیا تھا کیا پہلے تمہیں روکا نہ گیا تھا، تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ
شیطان تمہارا واضح دشمن ہے، تمہاری وجہ سے ہی تو اسے اس جنت سے نکالا گیا۔

تفسیر خازن میں ہے کہ آدم علیہ السلام پریشانی میں بھاگنے لگے تو رب قدوس نے فرمایا آدم! مجھ سے
بھاگتے ہو، عرض کیا نہیں یا اللہ تجھ سے شرم کرتا ہوں، مجھے پتہ نہ تھا کہ تیرے نام کی کوئی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا

ہے بارگاہِ قدس سے حکم ہوا بتم زمین پر جاؤ، وہاں پر محنت ہمت مشقت سے کماؤ عرض کی یا اللہ میں نے یہ پھل حوا کے کہنے سے کھایا تو بارگاہِ قدس سے جواب ملا اچھا اب ان کا حمل اور بچہ جننا مشکل سے ہوا کرے گا اس سارے واقعہ میں اصل مجرم تو ابلیس کو ہی ٹھہرایا گیا ہے، آدم و حوا کا پتوں سے شرمگاہوں کو ڈھانپنا بتاتا ہے، شرم و حیاء انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور فطرتی تقاضا ہے برہنگی ننگاپن اخلاق سے دور کا عمل ہے آج یورپین لوگوں سے متاثر ہو کر مسلمان بھی ایسا بے ڈھنگا لباس پہننے لگے ہیں جو شرعی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے اور اخلاق و فطرت سے واضح بغاوت ہے، انجیر کے پتوں سے جسم ڈھانپنے سے انجیر کے درخت کی عظمت بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ درخت نبی کے کام آیا ہے۔ آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو آپ کو جانوروں نے احترام سے دیکھا زیارت کی، ہرن آپ کو بہت پسند آیا، اس پر ہاتھ پھیرا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

دونوں (آدم و حوا) نے عرض کی اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ضرور نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے، (۲۳) فرمایا (اللہ نے) اترو تم میں بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانا ہے (۲۴) فرمایا (اللہ نے) تم اسی زمین میں زندگی گزارو گے اور اسی میں تمہیں موت آئے گی اور اسی زمین سے قیامت کے دن نکالے جاؤ گے (۲۵)

قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ
وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں آدم وحواء علیہما السلام کے جنتی لباس اُتارنے کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں ان دونوں آدم وحواء علیہما السلام کے جنت سے اُتارنے کا ذکر ہے، جنت سے اُتر جانے کا حکم سن کر کوئی کسی قسم کا بہانہ یا تاویل نہیں کی بلکہ بارگاہِ قدس میں نہایت عجز و انکساری سے عرض کی اے بارِ الہا! ہم سے کوتاہی ہو گئی گندم کھانے کے سلسلہ میں غلطی ہو گئی ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی اب اگر تو ہمیں معاف نہ کرے تو ہم نقصان والوں سے ہو جائیں گے رب قدوس نے ان کی دُعا کو مسترد نہیں فرمایا جنت سے جانے کی حکمت فرمادی کہ تم زمین پر اُتر جاؤ، تمہاری اولاد میں مومن بھی ہوں گے کافر بھی اولاد میں ایک دوسرے کے دشمن بھی ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس ارشاد سننے کے بعد مغموں ہوئے تو اطمینان دلایا گیا کہ زمین کا قیام عارضی ہے موت یہیں آئے گی قیامت کو یہیں سے اُٹھو گے اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں جنت دوزخ میں جاؤ گے۔

آیہ مبارکہ میں آدم وحواء علیہما السلام کی دُعا کا ذکر ہے اولاد کو بھی چاہئے اپنے ماں باپ والی دعا کو پیش نظر رکھیں اور اپنی غلطیوں کو توبہ پر اس دعا کو وسیلہ بنائیں اور معافی مانگیں توبہ و استغفار کرنا آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنا ہے اور اپنے کورب قدوس کی بارگاہ میں قریب بنانا ہے۔

آدم علیہ السلام سے یہ غلطی بھول سے ہو گئی جسے قرآن مقدس نے فرمایا ”فَنَسِيَ آدَمُ“ آدم بھول گیا تھا مگر اس کوتاہی پر آدم وحواء علیہما السلام کی دعا عجز، آہ و زاری سبق دیتی ہے کہ اولاد بھی اپنی کوتاہیوں پر رو رو کر معافی مانگے اللہ والوں کا یہی طریقہ ہے غلطی پر اڑتے نہیں معافی مانگتے ہیں۔ معافی نہ مانگنا گناہ پر اڑنا توبہ نہ کرنا شیطانی عمل ہے۔

آیہ مبارکہ کے انداز سے یہ سبق ملتا ہے کہ گناہ کی نسبت اپنی طرف کی جائے آدم وحواء نے اس غلطی کو اپنی طرف منسوب کیا اے اللہ! ہم نے زیادتی کی ہے، سیدنا آدم علیہ السلام زمین پر آ کر عرصہ دراز تک توبہ و

استغفار کرتے رہے، آنسو بہاتے رہے تفاسیر میں آتا ہے آپ جب خوفِ خدا سے روتے تو آپ کے سامنے پانی اکٹھا ہو جاتا اور پرندے پیتے۔ ایک موقعہ ایک پرندے نے چونچ بھر کر پانی پیا اور اللہ سے کہا اے اللہ پانی کس قدر میٹھا ہے اور ٹھنڈا ہے، جناب آدم علیہ السلام نے پرندے کی بات کو سنا اور عرض کی یا اللہ! معاف فرمادے اب تو پرندے بھی مذاق کرتے ہیں، بارگاہِ قدس سے حکم ملا اے آدم! یہ مذاق نہیں حقیقت ہے، آنکھ کا پانی جو میری یاد میں بہتا ہے وہ سب پانیوں سے ٹھنڈا بھی ہے، میٹھا بھی۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا تم زمین سے نکالے جاؤ گے مرنے والے کی حالت جیسی بھی ہو پانی میں ڈوبا ہے یا آگ میں جلایا ہے، کسی درندے نے کھایا ہے اُس کا اٹھنا زمین سے ہی ہوگا۔ آدم وحوٰ علیہما السلام اور شیطان کے اس واقعہ سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے، شیطان ذلیل ہوا اور قیامت تک ہوتا رہے گا آدم علیہ السلام اپنی عجز و انکساری سے کامیاب ہوئے اور عزت سے نوازے گئے آپ کی اولاد میں انبیاء، اولیاء شہداء، اغواث، اقطاب پیدا ہوئے جو شیطان کو مار دیتے رہے اور دے رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا کہ تمہاری شرم گاہیں چھپائے اور ایک وہ جو تمہاری آرائش ہو، تقویٰ کا لباس سب سے اچھا ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۲۶)

يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُّوَارِي
سَوَاتِكُمْ وَرِيثًا لِّلْتَقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ
ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ

ﷺ
العظیم

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ آدم وحوٰ علیہما السلام سے جنتی لباس اتار لیا گیا اور انہوں نے انجیر کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو ڈھانپا۔ اب اس آیہ کریمہ میں اولادِ آدم سے فرمایا جا رہا ہے کہ شرم و

حیاء پردہ پوشی تمہارے بابا آدم علیہ السلام کی سنت ہے تم بھی برہنگی سے بچو، پردہ پوشی کو اپناؤ تفاسیر میں اس آیہ کے اُترنے کا سبب یہ لکھا گیا ہے کہ اہل عرب بیت اللہ شریف کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے اور کہتے تھے چونکہ ہم لباس میں گناہ کرتے ہیں لہذا اسے پہن کر طواف کرنا کعبہ کی بے عزتی ہے اُن کے اس عمل کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ اولادِ آدم علیہ السلام کو یہ انعام یاد دلایا جا رہا ہے کہ اولادِ آدم ہم نے تم پر لباس اُتارا ہے جو تمہیں شرمگاہیں ڈھانپنے، گرمی سردی سے بچنے کے کام آتا ہے ہماری یہ نعمت دنیا بھر میں کسی دوسری مخلوق کیلئے نہیں کئی لباس تمہاری پردہ پوشی کیلئے ہیں اور کئی تمہاری زینت و سجاوٹ کیلئے ہیں تم صرف انہیں لباسوں پر کفایت نہ کرنا بلکہ اپنے دلوں کیلئے لباس کا یہی خیال کرنا تمہارے دلوں کا لباس ہے ایمان ہے شرم ہے اعمال ہیں، حیاء ہے، خوف خدا ہے اور یہ لباس ظاہری لباسوں سے بہت اچھا ہے یہ لباس دل کا محافظ ہے روح کا محافظ ہے یہ لباس تمہارے دین کا محافظ ہے لباس کا اُتارنا قدرت کے نشانات سے ایک بڑی نشانی ہے اور انسانوں سے خاص ہے اگر کسی دوسری مخلوق جنات یا فرشتوں کو لباس میں دیکھا گیا ہے تو وہ عارضی ہے۔

ستر ڈھانپنے کیلئے لباس پہننا لوازمات میں ہے اور زینت کیلئے لباس پہننا مستحب ہے، طاقت ہمت ہو تو اچھا لباس پہن لے لباس میں بعض لباس مردوں کیلئے حرام کر دئے گئے ریشم کا لباس مردوں کیلئے حرام فرما دیا گیا خواتین کو اجازت دے دی گئی ایسے ہی مردوں کو خواتین کا لباس پہننا اور خواتین کو مردوں کا لباس پہننا ناجائز قرار دے دیا گیا ایسا لباس جس سے ستر پوشی نہ ہو مثلاً باریک کپڑا جس سے جسم دکھائی دے منع فرما دیا گیا ہے، پرہیزگاری کا لباس بہت بڑا انعام ہے جسے نصیب ہو جائے۔ آیہ کریمہ میں جو ارشاد ہے کہ لباس ہم نے اُتارا، اس کا معنی یہ نہ لیا جائے کہ ”آسمان سے اُتارا“، معنی یہ ہے ہماری عطا ہے جو تمہیں بخشی گئی۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آسمان سے بارش کے ذریعہ کپاس ہے، اس سے تمہارا لباس آخر میں فرمایا گیا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں کہ لوگ سمجھیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی نیا لباس پہنے تو یہ دُعا پڑھے ”الحمد لله الذی کسانى ما اوارى به عورتى

”شکر ہے اس ذات کا جس نے مجھے لباس عطا کیا جس کے ذریعہ پردہ پوشی کر رہا ہوں۔

آیہ کریمہ میں تین قسم کے لباسوں کا ذکر ہے ایک ستر کیلئے، دوسرا زینت کیلئے اور تیسرا لباس تقویٰ کا ہے خدا خونی کا ہے، ظاہری لباس بھی تقویٰ کی تعریف میں آتا ہے کہ آدمی شرم و حیاء کو اختیار کرتا ہے مگر اعلیٰ ترین لباس تقویٰ پر ہیزار گاری کا لباس ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 یٰبَنیَّ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَا اَخْرَجَ
 اَبَوَیْکُم مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا
 لَیُرِیْہُمَا سَوَاتِہِمَا اِنَّہٗ یَرِکُمُ ہُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ
 حَیْثُ لَا تَرَوْنٰہُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ
 لِلَّذِیْنَ لَا یُوْمِنُوْنَ
 اے اولادِ آدم! کہیں تمہیں شیطان فتنہ میں نہ
 ڈال دے جیسے تمہارے ماں باپ کو جنت سے
 نکلنے کا سبب بنا تھا (اور) اُن کے لباس اُترنے کا
 سبب بنا تھا تا کہ وہ انہیں ان کی شرمگاہیں
 دکھائے بے شک شیطان اور اُس کا قبیلہ تمہیں
 دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے بے
 شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا
 ہے جو ایمان نہیں لاتے (۲۷)

صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں آدم علیہ السلام سے شیطان دشمنی کا ذکر تھا کہ اُس نے ورغلا کر جھوٹی قسم اٹھا کر آدم وحو علیہما السلام کو درخت کا پھل کھانے کا فریب دیا جس کے باعث انہیں جنت سے اُتار دیا گیا اب اس آیہ کریمہ میں اولادِ آدم کو بتایا جا رہا ہے دیکھنا کہیں شیطان کے مکر و فریب میں نہ پھنس جانا وہ تمہارا دشمن ہے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔

اے اولادِ آدم! تو نے یہ سارا واقعہ سن لیا ہے، ہوشیار رہنا کہیں تم بھی اس کے فریب میں نہ آ جاؤ کہیں

تم بھی اس کی اتباع میں ایسے نہ ہو جاؤ کہ جنت میں نہ جا سکو اور شیطان تمہیں ایسے بد اعمال کا عادی بنا دے کہ وہ تمہاری بد عملی تمہیں انعامات الہیہ سے دور کر دے اور شیطان تمہارا قوی دشمن ہے وہ اور اس کی اولاد تمہیں ہر حالت میں دیکھتی ہے، تم اُسے نہیں دیکھ سکتے وہ تمہارا چھپا دشمن ہے اور یہ بھی یاد رکھو شیطان کا قابو ان لوگوں پر ہے جو ایمان کی دولت سے محروم ہیں وہ لوگ جو ایمان لے آئے وہ ایک ایسے مضبوط قلعے میں آ گئے کہ شیطان کو وہاں پہنچنے کی ہمت نہیں۔

تفسیر خازن نے حضرت مجاہد سے ایک قول نقل کیا ہے شیطان نے کہا میرے اندر کئی کمالات ہیں میں اور میری ذریت ہم سب دیکھتے ہیں کوئی ہمیں نہیں دیکھتا۔ ہم بوڑھے ہو کر پھر جوان ہو جاتے ہیں ہم کسی کے قابو نہیں آتے، حضرت ذوالنون مصری کا ایک ارشاد انسانی اصلاح کیلئے بہترین عمل ہے آپ فرماتے ہیں اگر تیرا دشمن ایسا ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے تو اس کو نہیں دیکھ سکتا تو تُو اُس ذات وحدۃ لا شریک کی پناہ میں آ جا جو تیرے دشمن کو دیکھتا ہے لیکن وہ اُسے نہیں دیکھ سکتا، انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا یہ عام حالات کا ذکر ہے اگر خرق عادت کے طور پر شیطان کو دیکھا جائے تو آیہ کے منافی نہیں جیسے حضور کی بارگاہ میں جنّات کا آنا، مسلمان ہونا روایات سے ثابت ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا شیطان کا گھر انسانوں کے سینوں میں ہے سوا اُن لوگوں کے جنہیں اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ اولادِ آدم کو شیطان سے بچنے کا حکم ہے اپنے اعمال صالح کی کھیتی کو بچانے کا حکم ہے، کہیں شیطان تمہاری کھیتی کو برباد نہ کر دے عقلمند کا شکار اپنی کھیتی کی حفاظت کرتا ہے نگرانی کرتا ہے، خاردار تار لگاتا ہے کوئی جانور اندر داخل ہو کر خراب نہ کرے عقلمند کا شکار کھیتی سے خود رو پودے بھی اکھاڑ دیتا ہے کہ اس کے اصل پودوں کو خراب نہ کریں۔ اولادِ آدم تمہیں بھی چاہئے کہ اپنے ایمان عمل صالح کی کھیتی کو خود رو پودوں سے بچاؤ وہ پودے وہ گھاس حسد ہے غصہ ہے بد عملی ہے جو ایمانی کھیتی کو برباد کرتے ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ ہم نے شیطان کو کفار کا دوست بنایا اس کا معنی یہ ہے کہ کفار

کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اللہ اور رسول کو دوست بنالیں یا شیطان سے اپنا رشتہ جوڑ لیں انہوں نے شیطان سے دوستی کو ترجیح دی تو ہم نے انہیں ایسا کرنے سے زبردستی نہیں روکا، اور انہوں نے شیطان کو دوست بنا لیا یہ معنی نہیں کہ شیطان اور کفر کے درمیان دوستی کا رشتہ ہم نے مضبوط کیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وإذا فعلوا فاحشاً قالوا وحننا علیہا
اباءنا واللہ امرنا بحکمہ قل ان اللہ لایامر
بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ﴿۷﴾
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الحطیم

اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ داد کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا (محبوب) آپ کہہ دیں بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا اللہ پر وہ کہتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں (۲۸)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں شیطان کے اس مکرو فریب کا ذکر تھا جو اُس نے آدم وحوٰ علیہما السلام پر چلایا، دھوکہ دیا جھوٹی قسم کھائی۔ اس آیہ کریمہ میں اُس کے دوسرے مکر، عیاری کا ذکر ہے جب اولاد آدم کو گمراہ کرتا ہے تو ان کے دلوں میں یہ تصور پیدا کرتا ہے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارے باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے اور اُن سے کہلواتا ہے ایسا کرنے کا حکم انہیں اللہ نے دیا ہے (معاذ اللہ) یہ وہ نادان کم عقل لوگ ہیں جو شیطان کے پنجے میں پھنس گئے یا اُن لوگوں نے جو گندے کام اختیار کر لئے، چوری ڈکیتی دہشت گردی، شراب نوشی، بدکاری، بچیوں کو زندہ درگور کرنا، ننگے طواف کرنا، حج کے دنوں میں اپنے گھروں کو پیچھے سے آنا یہ سارے گندے کام انہیں شیطان نے سکھائے۔ فاحشہ زنا کے معنی میں بھی استعمال ہے، ہر بُرے کام کو فاحشہ کہا جاتا ہے مشرکین کا ننگے طواف کرنا فاحشہ ہے، گفتگو میں جارحانہ انداز کو بھی فحش کہا جاتا ہے، حضرت مجاہد کہتے ہیں یہاں فاحشہ سے مراد زنا ہے۔

اگر کوئی انہیں ان برائیوں سے روکتا تو بڑی دلیری سے کہتے یہی کام تو ہمارے باپ دادا بھی کرتے رہے اس لئے یہ سارے کام اچھے ہیں لوگ انہیں غلط سمجھ رہے ہیں اور کہتے ہمارے باپ دادا تو عقلمند تھے وہ بھلا بُرے کام کیسے کر سکتے تھے اور پھر خدا پر یہ الزام لگاتے اُس خدا نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (معاذ اللہ)۔ اے محبوب! (ﷺ) آپ انہیں فرمادیں اللہ تعالیٰ برائی کا حکم نہیں دیتا تم جھوٹ بول رہے ہو، اللہ تعالیٰ علیم ہے خیر ہے تم اس پر جھوٹے الزام لگا رہے ہو، یہ جو تم کہتے ہو کہ ان بُرے کاموں کا حکم تمہیں اللہ نے دیا ہے یہ تو بتاؤ کسی نبی نے تمہیں ایسا کرنے کا کہا کسی آسمانی کتاب نے حکم دیا تم تو رب سے کلام نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشی ناراضگی کا پتہ تو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہی چلتا ہے اُن پر وحی ہوتی ہے اور تم انبیاء کے قائل ہی نہیں تم پر بے عقلی کا غلبہ ہو گیا، برائیوں کو اچھا سمجھنے لگ گئے اور یہ بات بھول گئے کہ تنہا آنکھ کی روشنی کام نہیں دیتی اس کیلئے ایک دوسری روشنی شدید ضروری ہے جو سورج سے ملتی ہے عقل کی کامیابی کیلئے وحی الہی کے سورج کی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ روشنی انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہی ملتی ہے۔

یہ حضور ﷺ کا ہی کمال ہے لوگوں میں دیر سے پھیلی ہوئی گندگی، بدعقیدگی کو دھو دیا، آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے اپنے باپ دادا کی غلط روش پر چلنا اور اُسے صحیح کہنا بھلے لوگوں کا کام نہیں کفار کا طریقہ ہے۔ کفار کا یہ کہنا ان ”بُرے“ کاموں کا حکم انہیں خدا نے دیا ہے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان ہے حضور سے فرمایا گیا محبوب! انہیں کہہ دیں، اللہ تعالیٰ برائی کا حکم نہیں دیتا۔ آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کے یقین کرنے کیلئے تمہارے پاس کوئی دلیل ہی نہیں اور بلا حجت و دلیل بلا تحقیق بات کرنا کس قدر ظلم ہے کس قدر دلیری ہے کس قدر جرم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ
عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ
الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۖ فَرِيقًا
هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمْ
اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَيَحْسَبُونَ أَنَّهم مُّتَدُونُونَ ۖ

صَلَّى
الْعِظِيمِ

(محبوب) آپ کہہ دیجئے میرے رب نے
انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر
نماز کے وقت اور اخلاص کے ساتھ اطاعت
کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو جس طرح
اُس نے تمہیں شروع میں پیدا کیا اسی طرح لوٹو
گے (۲۹) ایک گروہ کو اللہ نے ہدایت دی اور
ایک گروہ گمراہی پر ڈٹا رہا انہوں نے اللہ کو چھوڑ
کر شیطانوں کو اپنا دوست بنالیا اور اُن کا یہ گمان
ہے کہ وہی ہدایت پر ہیں (۳۰)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں مشرکین کی ہٹ دھرمی، ضد اور اپنے آباؤ اجداد کے غلط کاموں اور بُرے کاموں
پر ڈٹے رہنے کا ذکر تھا، اس آیہ مبارکہ میں اچھے کاموں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب رب العالمین فرمادیں
تم نے اپنے باپ دادا کے غلط کاموں کی اتباع کی ہے یہ کھلی گمراہی ہے صحیح اور سیدھی راہ یہ ہے جو میرے
رب نے مجھے بتائی ہے میرے رب نے مجھے اور تمام انسانوں کو حکم دیا ہے کہ عدل کرو انصاف سے کام لو اور
نماز کے وقت اپنا منہ کعبہ کو کرو اور اُس نے یہ بھی حکم دیا ہے، خالص مسلمان بن کر کام کرو، عبادتِ الہیہ میں
کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو صرف اور صرف اسی کی ذات کی خوشنودی مطلوب ہو یہ ذہن میں رکھو جیسے اُس نے
تمہیں پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم پھر ہو جاؤ گے جیسے تم پہلے دنیا پر آئے تھے علم نہ تھا، عقل نہ تھی تم پر پھر ایک
وقت آئے گا اسی طرح ہو جاؤ گے علم کمزور ہو جائے گا طاقت جواب دے جائے گی، عقل کام نہیں کرے گی
یہ بڑھا پا ہوگا جو تم پر طاری ہوگا اور اس کا دور کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہوگی۔

پھر اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ اس پر غم نہ کریں کہ سارے کافر ایمان نہیں لا رہے ہم نے انسانوں کو دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے، ازل سے ہی ایک گروہ کی ہدایت کا فیصلہ ہے کہ وہ ہدایت پر رہے گا، دوسرا گروہ گمراہی میں پھنسا رہے گا ہم نے انہیں دنیا میں اختیار دے کر بھیجا ہے وہ اپنی خوشی سے شیطانوں کو دوست بنالیں گے پھر ان کی ضد کا یہ عالم ہے کہ گمراہ ہیں مگر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور ایمان دار مخلص حق سے دور ہیں (معاذ اللہ)۔

اس آیہ کریمہ میں اسلامی زندگی گزارنے اور حق کی راہ پر چلنے کیلئے ایک واضح لائحہ عمل دیدیا گیا ہے کہ لوگ عدل و انصاف سے زندگی گزاریں اپنے سے بھی عدل کریں کہ اپنے اعضاء بُرے کاموں سے بچائیں اور خود عذاب الہیہ سے بچیں، عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں، ساتھیوں سے بھی عدل و انصاف سے چلیں۔ قرآن مقدس نے عدل و انصاف سے زندگی گزارنے والوں کے متعلق فرمایا ہے ”واقسطوا ان الله يحب المقسطين“، ”انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے“ عدل کرنے کا حکم دوسری آیہ کریمہ میں اس طرح ملتا ہے ”ان الله يامر بالعدل والاحسان“ بے شک اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں عدل و انصاف کے بعد ایک اور اہم کلمہ کا ذکر ہے کہ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کریں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں تین اوصاف ہونگے اس کے دل میں کبھی فساد پیدا نہیں ہوگا۔ پہلی بات: دل میں اخلاص ہو، دوسری بات: مسلمانوں کیلئے خیر خواہی ہو، تیسری بات: مسلمانوں کے ساتھ وابستہ رہے۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ دین میں اخلاص دیکھو تو تمہارا تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا ایک اور حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا دین میں اخلاص رکھو کہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے بغیر کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن نامہ

اعمال پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے قبول کر لو اسے چھوڑ دو، فرشتے عرض کریں گے یا اللہ ہم نے وہی لکھا ہے جو اس نے عمل کیا ہے، اللہ فرمائے گا تم نے سچ کہا مگر اس نے یہ عمل میری ذات کیلئے نہیں کیا تھا آج میں صرف اس عمل کو قبول کروں گا جو صرف میرے لئے کیا گیا ہو، عمل میں اخلاص نہ ہونے سے بڑے سے بڑا عمل صالح بھی بے کار ہو جاتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن شہید سے پوچھا جائے گا تو نے میری نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا وہ عرض کرے گا، شہید ہوا، بارگاہ قدس سے حکم ہو گا تم غلط کہتے ہو وہ کام تو تم نے اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے غازی کہیں گے یا شہید، تیری سزا جہنم ہے اسی طرح عالم سے پوچھا جائے گا تو نے کیا کیا؟ عرض کرے گا دین پڑھایا، سکھایا لوگوں کو قرآن سکھایا، حکم ہو گا غلط کہتا ہے وہ کام تو نے اس لئے کیا تھا لوگ تجھے عالم، مفتی، پرہیزگار کہیں، وہ سب کچھ دنیا میں ہو گیا اب کچھ نہیں، ایسے ہی سخی سے سوال کیا جائے گا غرضیکہ اعمال صالح میں اخلاص کا ہونا بڑا ہی ضروری ہے ورنہ بیکار ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے اولادِ آدم ہر عبادت کے وقت اپنا لباس پہنا کرو، کھاؤ، پیو اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۳۱)

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَ مَعَكَ كُلَّ مَسْجِدٍ
وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِيْنَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں عدل و انصاف کا حکم تھا، اس آیہ کریمہ میں عبادت کے وقت صاف ستھرا اچھا لباس پہننے کا حکم ہے اور کھانے پینے میں اعتدال کی ہدایت ہے، فضول خرچی سے بچنے کا حکم ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، کفار مکہ کعبہ شریف کا طواف کرتے وقت ننگے ہو کر کرتے اور کہا کرتے

لباس اُتار کر طواف اس لئے کرتے ہیں کہ لباس میں گناہ کرتے ہیں، طواف کے وقت ایسا لباس جس میں گناہ کئے ہوں اُتارنا ضروری ہے، اگر کوئی لباس پہن کر طواف کرتا تو لوگ اسے سزا دیتے اور جبراً ننگا کر دیتے۔ ایمان داروں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم نماز کے وقت ستر پوشی کیا کرو، ہر نماز کے وقت یا مسجد جاتے وقت ستر پوشی کا خیال رکھو، ہر قسم کی غذا جو حلال ہے پاک ہے اس کے کھانے پینے پر کوئی رکاوٹ نہیں۔ فضول خرچی سے بچا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچوں، حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اس آیہ کریمہ کے شان نزول میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ملتی ہے، لوگ بیت اللہ کا طواف ننگے کرتے تھے تو انہیں زینت کا حکم دیا گیا، زینت سے مراد وہ لباس ہے جو شرم گاہ کو ڈھانپ لے اس کے علاوہ عمدہ لباس بھی زینت ہے اور انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر نماز کے وقت زینت کو پہنیں۔ اس آیہ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ ننگے ہو کر طواف کرنا، بے حیائی اور سخت بے ادبی ہے، اس سے اجتناب کریں اگرچہ آیہ کریمہ دور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کے سلسلہ میں نازل ہوئی مگر فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے کسی حکم کے کسی خاص واقعہ میں نازل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ حکم اُسی واقعہ کے ساتھ ہے بلکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے جو چیزیں ان الفاظ کے عموم میں شامل ہوتی ہیں سب پر یہی حکم عائد ہوتا ہے۔ جیسے ننگے طواف کرنا منع کیا گیا ایسے ہی ننگے نماز پڑھنے کو بھی حرام فرمایا گیا۔

آیہ کریمہ میں لفظ مسجد سے مراد مفسرین نے سجدہ لیا ہے جب بحالت سجدہ ننگے ہونے کی ممانعت ہے تو باقی نماز رکوع، قیام، تشهد بھی شامل ہو گئے۔ نماز کے علاوہ دوسرے حالات میں بھی ستر پوشی لازمی ہے۔ آیہ مبارکہ میں زینت کے لفظ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ نماز کے وقت صرف ستر ڈھانپنے پر ہی کفایت نہ کی جائے بلکہ اپنی ہمت طاقت کے مطابق لباس اچھا پہنا جائے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نماز کے وقت اپنے لباسوں میں سب سے اچھا لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتا ہے، اس لئے میں اپنے رب کیلئے زینت اختیار کرتا ہوں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نماز تہجد کے وقت عمدہ لباس

پہنتے اور فرماتے جب ہم لوگوں سے اچھے لباس میں ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اچھے لباس میں ملاقات کیوں نہ کریں (روح البیان)

ستر پوشی کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد اس طرح ملتا ہے مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر سارا بدن ہے صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں یہ کھلے ہوں گے تو نماز جائز ہو جائے گی۔ مرد کیلئے ناف سے نیچے کا بدن یا گھٹنوں کھلے ہیں تو یہ لباس بھی اچھا نہیں اور نماز بھی نہیں ہوگی۔ آئیے کے آخر میں کھانے پینے کا ذکر فرما دیا گیا ہے کہ کھانا پینا ضرورت کے مطابق ضروری ہے مگر ساتھ ہی فضول خرچی سے روک دیا گیا ہے، اسراف کا معنی حد سے تجاوز کرنا بھی ہے اس کی کئی صورتیں ہیں، حلال سے تجاوز کر کے حرام تک پہنچ جائے یہ بھی ہے کہ اللہ کی حلال کی چیزوں کو بلاوجہ شرعی حرام سمجھ کر چھوڑ بیٹھے جس طرح حرام کا استعمال جرم ہے ایسے ہی حلال کو حرام سمجھنا بھی سخت گناہ ہے۔ اسراف کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ضرورت سے زیادہ کھائے، قرآن مقدس نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیاطین کے بھائی فرمایا ہے، ہر وقت کھانے پینے کے معاملہ میں مصروف رہنا بھی اسراف ہے، اس سلسلہ میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد یوں ملتا ہے، حلال پاک جو چاہو کھاؤ، پیو، مگر بقدر ضرورت سے زیادہ نہ ہو اور تکبر و غرور کیلئے نہ ہو، اس ضمن میں امام بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے آپ نے فرمایا معدہ بدن کا حوض ہے سارے بدن کی رگیں اسی حوض سے سیراب ہوتی ہیں اگر معدہ درست ہے تو ساری رگیں صحت مند غذا لے کر لوٹیں گی اگر وہ خراب ہے تو ساری رگیں بیماری لے کر بدن میں پھیلیں گیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ مَنْ حَكَمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ
كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

صَلَّى
الْحَضَرَةُ

(اے محبوب) آپ کہئے اللہ کی زینت کو کس
نے حرام کیا ہے جو اُس نے اپنے بندوں کیلئے
پیدا کی ہے اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو
آپ کہہ دیجئے یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان
والوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن تو خاص کر کے
انہیں کیلئے ہیں ہم جاننے والوں کیلئے اسی طرح
تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں (۳۲)

تفسیر

بھپلی آیہ کریمہ میں کھانے پینے اچھا لباس پہننے کا ذکر تھا، اس آیہ پاک میں مشرکین کے اس بے معنی
اعتراض کا جواب ہے جو انہوں نے مسلمانوں پر کیا کہ مسلمان احرام باندھتے ہیں، صاف ستھری چادریں
استعمال کرتے ہیں، اچھے کھانے کھاتے ہیں، مشرکین کے ہاں مسلمانوں کا یہ انداز عبادت، تقویٰ،
پرہیزگاری کے خلاف سمجھا جاتا تھا ان کے ہاں تو یہ اعلیٰ تقویٰ تھا کہ لباس اتار کر طواف کرتے، گوشت، گھی
کے استعمال سے بھی بچتے۔ مسلمانوں پر اعتراض کرنے لگے قرآن مقدس نے مشرکین کے اس اعتراض کا
جواب فرمایا، زیب و زینت لباس و خوارک جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے حلال کیا ہے کسی کو کیا حق
ہے کہ وہ اپنی مرضی سے انہیں حرام کہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، زینت کی تمام اشیاء
اس آیت میں داخل ہیں جسم کی نفاست، لباس کی عمدگی، گھر کی صفائی، اچھی سواری، سبھی اس میں داخل ہیں
بشرطیکہ شریعت مطہرہ نے حرام ناجائز قرار نہ دیا ہو۔

یہ ارشاد مبارک قیامت تک ایسے لوگوں کیلئے بھی زبردست تازیانہ ہے جو کسی بھی کام کو بغیر کسی دلیل
کے ناجائز و حرام کہہ دیتے ہیں۔ اس آیہ پاک میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شے کو حرام

کہے تو اس سے پوچھو کہ اُسے کس نے حرام کیا ہے اس کے ناجائز حرام ہونے پر کوئی آیت یا حدیث تو دکھاؤ، اگر آیت و حدیث نہیں ملتی تو تمہیں کیا حق ہے کہ کسی شی کو ناجائز حرام کہو۔ قرآن مقدس نے پاک، طیب، حلال، چیزوں کے استعمال کو جائز قرار دیا اور فرمایا گیا عمدہ لباس، لذیذ کھانے سے پرہیز اسلام کی تعلیم نہیں اکابر بزرگوں میں جنہیں اللہ نے مالی وسعت سے نوازا تھا اُن کا اچھا لباس پہننا واضح ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ کسی کو نعمت سے نوازے تو اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمت کا اثر اس کے لباس میں دیکھا جائے۔ اظہار نعمت بھی شکر کی ایک قسم ہے، مالی وسعت ہوتے ہوئے روڈی، گند لباس پہننا ناشکری ہے۔

لباس خوراک کے سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رکھی جائے کہ تکلف نہ ہو، تکبر نہ ہو، عمدہ اچھے لباس، خوراک میں غرور کی بونہ ہو۔ صوفیاء کرام سے جو بعض باتیں ملتی ہیں کہ سادگی ہو اس کا معنی یہ نہیں کہ ناجائز ہیں بلکہ درویشانہ تربیت کیلئے ایسا ہو جاتا ہے ورنہ ہمیشہ کیلئے چھوڑنا مقصد نہیں۔ محبوب (ﷺ) آپ کہہ دیجئے یہ انعامات الہیہ ایمانداروں کیلئے اس حیات و دنیا میں خاص کر کے انعامات قیامت کے دن بھی ہوں گے ہم اپنے احکام آیات کو علم والوں کیلئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

جسم کی زینت لباس ہے، دل اور روح کی زینت خدا خونی، تقویٰ، پرہیزگاری سے ہے، چاہئے کہ ہر عضو کی زینت کا خیال رکھا جائے آنکھوں کی زینت بُرا دیکھنے سے بچنا ہے، کانوں کی زینت بُرا سننے سے پرہیز ہے، ہاتھوں کی زینت بُرے کاموں سے علیحدگی ہے، پاؤں کی زینت گناہ کی طرف چلنے سے رُکنا ہے اور نیکی کی طرف بڑھنا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾
وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ﴿۳۴﴾

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الحظیم

(اے محبوب ﷺ!) آپ کہہ دیجئے میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے (وہ کام) ظاہر ہوں یا پوشیدہ گناہ کو حرام کیا اور ناحق زیادتی کو (اور یہ حرام کیا) کہ تم اللہ کے ساتھ شریک بناؤ جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی (اور یہ حرام کیا) کہ تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہو جسے تم جانتے ہی نہیں (۳۳) اور ہر قوم کیلئے معیاد مقرر ہے اور جب وہ معیاد پوری ہو جائے گی تو وہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکیں گے اور نہ آگے ہو سکیں گے (۳۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں اُن چیزوں کا ذکر تھا جو کفار نے بلا دلیل اپنے اوپر حرام سمجھ رکھیں تھیں حالانکہ وہ ان پر حرام نہ تھیں، اس آیہ پاک میں اُن اشیاء کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مگر کفار انہیں اچھا سمجھتے ہیں، فرمایا جا رہا ہے لوگو! حق و باطل کو جاننے، اچھائی برائی کو سمجھنے عمل کرنے کا دنیا میں تمہیں ایک وقت دیا گیا ہے اور جب وہ وقت (موت) آجائے گی تو وہ ایک لمحہ بھر آگے پیچھے نہیں ہوگی۔ اس آیہ کریمہ میں مختصر طور پر گناہوں کا ذکر فرما دیا گیا ہے جو زندگی کے سارے بُرے کاموں کی جڑ ہیں اور برائیوں کا مرکز ہیں۔ اعلانیہ، خفیہ فحش باتیں کرنا، ناحق زیادتی ظلم کا ارتکاب کرنا بلا دلیل حرام کو حلال، حلال کو حرام کہنا لوگوں کے حقوق پامال کرنا۔

یہ آیہ کریمہ ایسی ساری برائیوں پر محیط ہے اور پھر جھوٹی اور غلط باتیں رب کی طرف منسوب کرنا، اللہ

تعالیٰ کی ذات پر بہتان لگانا یہ سارے شدید جرائم ہیں، حرام ہیں، ان سے بچو، اپنی زندگی کو غنیمت جانو اور اپنے رویہ کی اصلاح کرو، اللہ کے ساتھ شرک کرنے کا یہ معنی ہے کہ اس کی ذات میں اس کی صفات میں کسی فرشتے، جن، انسان کو عین اُسی طرح ماننا شرک ہے، کسی کو خدا کی طرح ماننا یا خدا کو کسی کی طرح ماننا یہ شرک ہے۔ دیکھنا، سننا یہ اللہ کی صفات میں بھی ہیں اور بندے کی صفات میں بھی مگر فرق واضح ہے کہ خدا کا دیکھنا، سننا اس کا ذاتی ہے، اُسے کسی نے دیا نہیں، بندے کا دیکھنا، سننا عطا ہی ہے اسے رب نے دیا ہے یہ رب کا محتاج ہے رب کسی کا محتاج نہیں۔ جیسے کفر و شرک سے بچنے کا حکم ہے ایسے ہی چھوٹے بڑے گناہوں سے بچا جائے اور کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بے خوف نہ ہونا چاہئے کہ کوئی بات نہیں یہ معمولی گناہ ہے، کبھی چھوٹی چنگاری سے بھی بڑا گھر جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں ”النجی“ کے لفظ پاک سے واضح اشارہ مل رہا ہے کہ حقوق اللہ کا بھی خیال کیا جائے اور حقوق العباد پر بھی خاص نظر رکھی جائے یہ گناہ صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ آج کل بہت سے لوگ اپنی چرب لسانی میں کہہ جاتے ہیں یہ اللہ نے فرمایا ہے، یہ حضور نے فرمایا ہے حالانکہ وہ بات نہ اللہ نے فرمائی، نہ رسول اللہ نے۔ آیہ کے آخر میں اسے بھی بدترین جرم فرمایا گیا ہے۔ علماء کیلئے بھی یہ تنبیہ ہے کہ وہ زورِ خطابت میں بلا دلیل کسی بات کو خدا اور رسول کی طرف منسوب نہ کریں۔

آیہ کریمہ میں موت کے آنے کا ذکر ہے وہ ٹل نہیں سکے گی، بیماری دُکھ، تکلیف میں علاج معالجہ کیا جائے مگر یہ سب کچھ صحت بحال ہونے کی نیت سے ہو، موت ٹل جانے کے ارادے سے نہیں کہ وہ تو جب وقت آئے گا تو آ ہی جائے گی۔

آیہ مبارکہ میں گناہوں کی اقسام کو فواحش، اثم، نجی، شرک اور اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے، امام رازی فرماتے ہیں تمام قسم کے گناہ انہیں اقسام میں آ جاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَذَرِيْ اَدْمًا اَيَّامًا يَتِيْكَمُ رُسُلٌ مِّنْكَ يَفْقَهُوْنَ
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمِنْ اَتٰكُنِيْ وَاصْلَهُ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے اولادِ آدم اگر تمہارے پاس تم میں سے
رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیتیں
بیان کریں پس جو شخص اللہ سے ڈرا اور نیک ہو
گیا تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں
گے (۳۵) جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا
اور تکبر کیا (نہ مانا) تو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ
اس میں ہمیشہ رہیں گے (۳۶)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں احکام الہیہ کا ذکر تھا، بُری باتوں سے بچنے بے حیائی سے رکنے کے سلسلہ میں
ارشاد تھا کہ لوگ ایسے کاموں سے بچیں اور اپنی طرف سے کسی شئی کے حرام یا حلال ہونے کا فیصلہ نہ کریں۔
حلت و حرمت وہی معتبر ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہو۔ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا
ہے ان احکام کو لانے والے کون ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ قدسیہ ہیں۔ اے اولادِ آدم! وہ ہمارے
رسول جو ہماری آیتیں لے کر آئیں ان کی اتباع کرو جس نے پرہیزگاری اختیار کر لی اور اپنی اصلاح کر لی
اس پر کسی قسم کا نہ خوف ہے اور نہ ہی غمگین ہوں گے۔ خوف اور غمگین نہ ہونے کی صفت اللہ تعالیٰ نے اولیاء
اللہ کے متعلق بیان فرمائی۔ معلوم ہوا یہ لوگ انبیاء کی اتباع کرنے والے خدا سے ڈرنے والے اپنی اصلاح
کرنے والے اولیاء کے زمرہ میں شامل ہیں۔

رب قدوس جل مجدہ نے یہ عہد میثاق کے دن بھی انسانوں سے لیا ہے کہ جب کبھی تمہارے پاس
میرے رسول آئیں، احکام سنائیں تو خیال رکھنا ان کی مخالفت سے بچنا جس نے ان کی اتباع کی تو دنیا و
آخرت دونوں میں خوش و خرم ہوگا اُسے کسی قسم کا نہ خوف ہوگا نہ غم۔ خوف اور غم میں فرق ہے مجھے کوئی مارنے

آئے تو وہ حالت جو مجھ پر طاری ہوگی وہ خوف ہے اور اگر کوئی مجھے مار رہا ہے اور آپ کھڑے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے بلا وجہ پیٹا جا رہا ہے، آپ افسوس کر رہے ہیں اس حالت کا نام غم ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرنے والوں کو اللہ کے فضل سے اپنا خوف بھی نہیں ہوگا اور اپنے دوستوں ساتھیوں کا غم بھی نہیں ہوگا وہ بھی سرخرو ہوں گے، رب کی رحمتوں میں سرشار ہوں گے ان کے برعکس جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا کہیں، جھوٹا جانیں یہ لوگ دوزخی ہوں گے اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیہ مبارکہ میں میثاق والا عہدہ یاد دلایا گیا ہے کہ اس پر پکے رہیں، آیہ مبارکہ میں کئی چیزوں کا ارشاد فرمایا گیا ہے، رسولوں کا آنا، ان کا احکام الہیہ کو پڑھ کر سنانا، لوگوں کا سن کر عمل کرنا، ایسا کرنے والوں کا بے خوف و غم ہونا، انبیاء کے جھٹلانے والوں اور متکبرین کا دوزخی ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے انبیاء کرام کے منکرین کے بارہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر اس طرح ملتی ہے، ان کے اعمال کیلئے آسمانوں کے دروازے بند کر دئے جائیں گے، ان کی دعائیں قبول نہیں ہوگی اور انبیاء کی اطاعت کرنے والوں کے اعمال صالح کیلئے آسمانوں کے دروازے کھلے ہوں گے۔ اس کی تائید قرآن مقدس کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے ”الیہ یصعد الکلم الطیب“ انسان کے کلمات و طیبات اللہ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں ”ینی آدم“ اے اولادِ آدم اس سے مراد اہل مکہ ہیں اور رسل سے مراد حضور ﷺ ہیں حضور ﷺ کا انسانوں میں سے آنا کئی حکمتوں پر مشتمل ہے، اگر حضور ﷺ جنس انسانی سے نہ ہوتے تو لوگ فائدہ نہ اٹھا سکتے، محبت کا یہ انداز پیدا نہ کر سکتے، آپ کے اشاروں پر جانوں کا نثار کرنا بھی ایک مسئلہ بن جاتا

سرکھاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

کی کیفیت ہی نہ ہوتی، اگر فرشتہ کی صورت میں جلوہ گری ہوتی تو لوگوں کیلئے حیران کن معجزات متاثر نہ کرتے کہ یہ تو فرشتے کا کام ہے امور ان سے ایسے کام ہوتے ہی رہتے ہیں مگر انسانوں میں جلوہ گری سے

چاند کا ٹوٹنا، پتھروں سے چشموں کا پھوٹنا، درختوں کا چل کر آنا، پتھروں کا کلمہ پڑھنا ایسے بے شمار عظیم معجزات نے لوگوں کو حضور کے قریب کیا اور وہ اس محبوب پر جو ان کی جنس سے آئے، فریفتہ ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
من اظلم من ---- کا نوا کا فرین۔

اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کے بارے میں جھوٹی باتیں بہتان لگائے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے ان لوگوں کو کتاب کے مطابق حصہ ملتا رہے گا حتیٰ کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے ان کی روحوں کو قبض کرنے کیلئے پہنچیں گے تو وہ پوچھیں گے بتاؤ کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے تو وہ کہیں گے وہ سب ہم سے گم گئے اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے (۳۷)

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ
بِآيَاتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ
حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَهُمْ قَالُوا إِنَّا
مِنكُمْ تَدْعُونَنَا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قَالُوا هَٰؤُلَاءِ
عَمَّا وَشَّهَدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا
كَفَرِينَ ۝

صَلَّىٰ
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک قبیح حرکت کا ذکر تھا کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کیا، اس آیہ کریمہ میں ان کی ایک اور قبیح حرکت کا ذکر ہے کہ وہ اللہ پر جھوٹے بہتان باندھنے سے بھی گریز نہیں کرتے، ان کا بہتان یہ تھا اپنے کفر شرک کو اللہ کی طرف منسوب کرتے کہ اُس نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ ان کے اس کام پر راضی ہے، فرمایا جا رہا ہے کہ اس شخص سے اور زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے یا اس کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے، آیتوں کو جھٹلانے کا یہ معنی بھی ہے کہ آیات قرآنیہ کی تکذیب کرتا ہے اور یہ معنی بھی ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے انبیاء کا انکار کرتا ہے، نبی کا وجود مسعود بھی اللہ تعالیٰ کی

آیات سے ایک زبردست آئیہ ہے، اس کے نشانات قدرت سے ایک عظیم نشان ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار بھی آیت کا انکار ہے، آیت کے انکار کا یہ معنی بھی ہے کہ سچ کو جھوٹ کہے اور جھوٹ کو سچا مانے، ان کفار کی بد اعمالیوں کے باوجود انہیں رزق تو ملتا رہے گا ہم کسی کی بد کرداری کی بناء پر اس کا رزق بند نہیں کرتے، کفار یہ نہ سمجھ لیں کہ دنیا میں ان کی عیش و عشرت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ان پر راضی ہے اس لئے انہیں وسیع رزق مل رہا ہے، یہ آسانیاں یہ نعمتیں انہیں ایک فیصلہ کے مطابق موت تک رہیں گی جب موت کے فرشتے آئیں گے اور یہ سوال کریں گے، بتاؤ تمہارے بت کہاں گئے جن کی پرستش کرتے تھے، اب یہ مجبور ہو کر کہیں گے افسوس ہے وہ ہم سے غائب ہو گئے اب کھلا کھلا اقرار کریں گے وہ کافر تھے، انہیں اس انجام کا پتہ نہ تھا مگر اب عذاب دیکھ کر آخرت میں مشاہدہ کر کے اقرار انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ آئیہ مبارکہ سے پتہ چلا جھوٹ کس قدر بُری لعنت ہے یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے جس کا عذاب چکھیں گے حضور ﷺ کے معجزات کا انکار بھی اللہ پر جھوٹ ہے، اُس نے یہ انعامات محبوب کو عطا کئے یہ انکار کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت کرم و رحمت کس قدر عام ہے، کفار و مشرکین بھی محروم نہیں، ارشاد ہوتا ہے ”ینالہم نصیبہم“ اپنا حصہ پائیں گے۔

فرشتوں کا مرنے والے کے پاس آنا اس کی صورت حال کے پیش نظر ہوتا ہے کافر ہے تو فرشتہ اجل غیض و غضب اور ڈراؤنی شکل سے آئے گا، مرنے والا مومن ہے تو فرشتہ پیارا و محبت کے انداز سے ملے گا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عزرائیل سے فرمایا تم مومن کو کس شکل میں ملتے ہو؟ عزرائیل نے اپنی اصلی حسین شکل دکھائی تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی اور انعام کرم نہ بھی ہو تو تیرا اس انداز میں مومن کو ملنا ہی اللہ کا بہت بڑا کرم ہے، فرشتہ مومن سے کہتا ہے، اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوش خوش جا۔ عزرائیل جب مومن کے پاس آتا ہے اور روح کو نکلنے کا کہتا ہے تو روح آسانی سے نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ سے پانی کا قطرہ آسانی سے نکل جاتا ہے پھر فرشتہ اجل اس مبارک روح کو فرشتوں کے حوالے

کردیتا ہے، فرشتے باری باری شوق سے مومن کی روح کو لیتے ہیں، آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں یہ کس کی روح ہے؟ یہ کون ہے؟ تو یہ فرشتے اُس کا نام لیتے ہیں، لقب سے پکارتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے، یہاں تک آسمانوں کے دروازے کھلتے جاتے ہیں جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو بارگاہ قدس سے حکم ہوتا ہے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھو۔

اس کے برعکس کفار و مشرکین کی روح نکالنے کیلئے سیاہ رنگ اور ڈراؤنی شکل کے فرشتے آتے ہیں پھر فرشتہ اس کی روح کو نکالتا ہے، اس کی کیفیت ایسے ہوتی ہے جیسے کوئی کانٹے والی شاخ گیلی اُون میں لپٹی ہوئی ہو پھر اسے کھینچا جائے، (خدا پناہ) یہ رُوح بدبودار ہے، مُردار جانور کی بدبو سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے

غلام احمد قادیانی کا جنازہ

اس عنوان پر مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے، دیر کی بات ہے مدینہ منورہ میں حاضر تھارات خواب میں اس طرح حضور ﷺ کی زیارت سے فیض یاب ہوا کہ آپ کھڑے ہیں چند صحابہ بھی ساتھ ہیں، میں بھی حاضر ہوں، اسی دوران ایک جنازہ گزرا، حضور ﷺ نے اُف اُف فرمایا اور اپنی ناک مبارک کو کپڑے سے ڈھانپا میں نے محسوس کیا کہ حضور ﷺ کو اس جنازہ کی بدبو نے پریشان کیا ہے، جنازہ گزر جانے کے بعد میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ جنازہ کس کا تھا؟ جس کی بدبو سے آپ کو تکلیف پہنچی، تو فرمایا یہ غلام احمد قادیانی ملعون کا جنازہ تھا (معاذ اللہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ
الْبُحُورِ وَالْأَنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ
أُخْتَهَا حَتَّى إِذَا دَارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ
أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَالْتَهُم
عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ
وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ
فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْكَ مِنْ فَضْلٍ فذُقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

(اللہ فرمائے گا) اس جہنم میں داخل ہو جاؤ جس
میں تم سے پہلے گزرے ہوئے جن، انسان
داخل ہو چکے ہیں جب کوئی جماعت (جہنم
میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی جیسی جماعت پر لعنت
کرے گی حتیٰ کہ جب اس میں سارے داخل ہو
جائیں گے تو بعد والے پہلوں کے متعلق کہیں
گے، اے ہمارے رب ہمیں انہوں نے گمراہ کیا
تھا تو انہیں دُگنا عذاب دے، اللہ فرمائے گا ہر
ایک کیلئے دُگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں
جانتے (۳۸) اور پہلے لوگ بعد والوں سے کہیں
گے تمہیں ہم پر کوئی برتری نہیں، عذاب چکھو
(اس کی وجہ سے) جو دنیا میں کرتے تھے (۳۹)

تفسیر

پچھلے ارشادات الہیہ میں کفار کی جان نکلنے اور ان کی بے بسی کا ذکر تھا اب ان کے اس عذاب کا ذکر
ہے جو انہیں قیامت کو دیا جائے گا اور فرمایا جا رہا ہے کفار کی دوستیاں دشمنیوں میں بدل جائیں گی، اس آیت
کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد مجرموں سے فرمائے گا تم سے
پہلے بھی جنوں، انسانوں کے گروہ دوزخ میں جا چکے ہیں تم بھی جاؤ تمہارا فیصلہ ہو چکا، چنانچہ یہ لوگ مختلف
گروہوں میں دوزخ جاتے رہیں گے، صورت یہ ہوگی جب ایک جماعت دوزخ میں جائے گی تو وہ
جماعت اس کو لعنت کرے گی کہ ہم تو یہاں تھے تم کیوں آ گئے، ان دونوں جہنمی جماعتوں کا آپس میں جھگڑا

لعنت بھی عذاب ہوگا اور یہ سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو بعد میں جانے والے اپنے سرداروں کے متعلق رب سے عرض کریں گے جو ان سے پہلے وہاں موجود تھے، اے اللہ! ہم تو کافر ہیں مگر یہ لوگ کافر بھی ہیں کافر بنانے والے بھی کہ انہیں لوگوں نے ہمیں دنیا میں گمراہ کیا تھا، لہذا انہیں ہم سے زیادہ عذاب دے بارگاہ قدس سے حکم ہوگا تم دونوں گروہوں کو دُگنا عذاب دیا جائے گا کہ ہر اگلے لمحہ کا عذاب پچھلے لمحہ کے عذاب سے زیادہ ہوگا، یا یہ معنی ہوگا کہ اُن کفار گروہوں کا عذاب پہلے سے ہی زیادہ کر دیا گیا ہے مگر تمہیں پتہ نہیں۔

گمراہ کرنے والی جماعت کہے گی تم بھی اپنی اولاد، اعزاء کیلئے یہی کام کرتے تھے انہیں گمراہ کرتے تھے، تم لوگوں نے ہمیں بڑے بنا کر مغرور کر دیا، متکبر بنا دیا اب تم خاموش رہو اور اپنے جرموں کی سزا بھگتتے جاؤ۔ آیہ مبارکہ میں کفار کے دوزخ میں جانے اور وہاں پر ایک دوسرے کو لعن طعن کا ذکر ہے، مسلمان اپنے گناہوں کے باعث دوزخ میں جائیں گے تو کفار کی طرح ایک دوسرے پر لعن طعن نہیں ہوگی، قرآن مقدس فرماتا ہے ”الا خلا یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین“ اس وقت سارے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگاروں میں یہ بات نہ ہوگی، وہ اپنے پیار دوستی تعلقات پر قائم رہیں گے۔

آیہ مبارکہ میں انسانوں کے ساتھ جنوں کا دوزخ میں جانا بھی فرمایا گیا ہے جن بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں اطاعت الہیہ کے پابند ہیں جنوں میں ایماندار جن بھی ہیں کافر بھی، ایماندار جنوں سے میری ایک ملاقات بھی ہوئی جس کی تفصیل ”جلوۃ جانان“ کے پہلے حصہ میں موجود ہے۔

آیہ مبارکہ میں کفار کی مختلف جماعتوں کا آپس میں جھگڑا بتاتا ہے اس دن ان کی ساری دوستیاں تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور ایک دوسرے پر برسیں گے، ہر ایک اپنی گمراہی کا ذمہ دار دوسرے کو ٹھہرائے گا پہلے پچھلوں سے کہیں گے اگر ہم نے تمہیں گمراہی کی طرف بلا کر جرم کیا ہے تو تم نے اُسے قبول کر کے جرم

کیا ہے تم نے عقل فکر سے کیوں کام نہ لیا، تم نے سچوں کا ساتھ کیوں چھوڑا اور ہمارے ساتھ کیوں چلے یہ تمہارا جرم تھا جس کی سزا چکھو، عذاب میں رہو۔

دوزخیوں کے تکرار اور جھگڑے کو قرآن مقدس کئی دوسرے مقامات میں فرمایا ہے، سورہ سبا کے اندر بھی یہ عنوان موجود ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا
 لَا تُفْعَلُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ
 الْجَنَّةَ حَتَّى يُلَاقُوا فِي سَمِّ النَّحَّاسِ ۚ وَكَذَلِكَ
 نُجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ
 وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَلِكَ نُجْزِي
 الظَّالِمِينَ ۝

اللہ
 صلی اللہ علیہ
 وسلم

بے شک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور تکبر کیا ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے جب تک سوئی کے نکے سے اونٹ داخل نہ ہو جائے (جیسے سوئی کے نکے میں سے اونٹ کا داخل ہونا محال ہے) ویسے ہی ان کا جنت میں جانا محال ہے، اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں (۴۰) ان مجرموں کا اوڑھنا، بچھونا آگ ہی ہوگی اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں (۴۱)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں کفار کے جہنمی ہونے اور وہاں جہنم میں سزا بھگتنے کے عذاب کا ذکر ہے، اس آیه مبارکہ میں انہیں کفار کے دوسرے عذاب کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ رحمت خداوندی سے محروم ہوں گے، ان کے نیچے اوپر آگ ہی آگ ہوگی۔ کفار و مشرکین جنہوں نے آیات الہیہ کا انکار کیا حضور

ﷺ کی نبوت کے منکر ہو گئے، معجزات کو مذاق جانا اور جادو کہا، تکبر و غرور کو اپنی عزت و وقار سمجھنا ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن میں سے ایک سزا یہ ہے اُن کے اعمال مردود ہیں، اُن کیلئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اُن کی روحوں آسمان پر نہیں جاسکیں گی، اُن کے جنت میں داخل ہونے کو ایسا محال فرمایا گیا جیسے سوئی کے سوراخ میں سے اونٹ کا گزرنا محال ہے ایسے ہی اُن کا جنت میں جانا محال ہے۔ یہ کفار بارگاہ قدس میں حاضری سے بھی محروم جنت سے بھی محروم ایک اور عذاب کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے کہ ان کا اوڑھنا، پچھونا آگ ہی آگ ہوگی یعنی کبھی بھی دوزخ سے باہر نہیں آسکیں گے ان کے برعکس مسلمان ایماندار جو اپنے بعض گناہوں کے باعث دوزخ جائیں گے وہ سزا بگھتنے کے بعد جنت چلے جائیں گے مگر کفار ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیہ مبارکہ میں ان کے جہنم جانے کا سبب کفر اور تکبر فرمایا جا رہا ہے، معلوم ہوا کہ تکبر و غرور جہنمی کی علامات ہیں۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ اُن پر آسمان کے دروازے کھولے نہیں جائیں گے جس سے پتہ چلتا ہے کہ دروازے کئی ہیں، رحمت کا دروازہ، فضل و کرم کا دروازہ، بخشش کا دروازہ، محبت کا دروازہ، مقبولیت کا دروازہ، برکت کا دروازہ، ایسے سبھی دروازے کفار پر بند رہیں گے اور ایماندار کیلئے یہ سب دروازے کھلے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان پر نہ دروازے کھولے جائیں گے نہ ان کی دعائیں قبول ہوں گی، مقام علمین پر جانے سے ان کے اعمال محروم ہوں گے، اس مقام پر ایمانداروں کے اعمال جائیں گے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے اس طرح پتہ چلتا ہے کہ دروازے بند ہوں گے ان کی روحوں نیچے پھینک دی جائیں گی، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث شریف اسی عنوان پر ملتی ہے، اس حدیث شریف کو ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد نے مفصل نقل کیا ہے، کافر کی روح کو موت کا فرشتہ سختی سے نکالتا ہے جس کا خلاصہ پچھلی آیہ مبارکہ کی تفسیر میں

گذر چکا ہے۔ کافر، مشرک کی روح سے بدبو کے پھیلنے کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُولَئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۲﴾

وہ لوگ جو ایمان لائے اور حسب طاقت اچھے
کام کیے، ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ
نہیں ڈالتے (حکم اسی کی طاقت کے مطابق
دیتے ہیں) وہ لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں
رہیں گے (۴۲)

صَلَّى
الْحَبِيبِ

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں کفار کا ذکر تھا اس میں ایمانداروں کا ہے یا پہلی آیہ میں غضب الہی کا ذکر تھا اب
اس میں اللہ کے کرم و فضل کا ذکر ہے، پہلی آیہ میں کفار کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا ذکر تھا اس میں ایمانداروں
کے جنت میں ہمیشہ رہنے کا ذکر ہے، ان لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو ایمان لائے اور ان کی موت بھی
ایمان پر ہی آئی اور انہوں نے اپنی زندگی اچھے کاموں میں گزاری یہی لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں
رہیں گے۔ اب جنت میں پہنچ کر انہیں موت بھی نہیں آئے گی جنت سے نکالے بھی نہیں جائیں گے جنت
خود فنا بھی نہیں ہوگی۔ مومن اپنی زندگی بھر سمجھتا رہا ہے وہ خدا کا ہے اُسی کی اطاعت کرتا رہا، اس کی
نافرمانیوں سے بچتا رہا، اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، پھرنا اللہ کیلئے ہی رہا، آج اُس عظیم کام کا صلہ دیا جا رہا ہے کہ
ہمیشہ ہمیشہ جنت میں ہیں، جنت میں غلمان، فرشتے ان کی خدمات کیلئے ہوں گے جنت کے مالک بھی ہوں
گے۔

آیہ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح کا ذکر ہو رہا ہے، پہلے ایمان کا ذکر ہے پھر عمل صالح کا، جس سے
واضح ہے ایمان کو مرکزیت حاصل ہے، ایمان اصل ہے عمل تابع ہے، اصل ہے تو تابع ہے۔ نماز، روزہ، حج

اسی وقت قبول ہونگے جب ایمان کے ساتھ ادا ہونگے، ایسے ہی صدقہ و خیرات کا اجر بھی اُسی وقت ہوگا جو ایمان کے ساتھ ہوگا۔ کافر صدقہ و خیرات کرتا ہے تو اس کا اجر اُسے دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے، قیامت کو اجر حاصل کرنے کیلئے ایمان شرط ہے۔

بعض لوگ اسلام کو اور اس کے احکام کو بہت گراں سمجھتے ہیں کہ یہ دین بہت مشکل ہے، آیہ مبارکہ میں اُن کے اس الزام اور غلط بیانی کا جواب دیدیا گیا ہے کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتے ہی نہیں، بیمار ہے تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے صحت ہونے پر رکھ لے، کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، پیسے نہیں ہیں تو حج فرض نہیں غرضیکہ یہ بتایا گیا اعمال صالح جنہیں جنت جانے کیلئے شرط بتایا گیا ہے وہ کوئی بہت مشکل کام نہیں جو انسان کر ہی نہ سکے۔ اسلام نے احکام شریعت کو ہر شعبہ میں آسان کر دیا ہے، بیماری، کمزوری، سفر وغیرہ ہر حکم میں لحاظ رکھ کر آسانیاں دی گئی ہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں ”خالدون“ فرما کر بتایا گیا وہاں کی ساری نعمتیں ہمیشہ رہیں گی دنیا کی ساری آسائشیں عارضی اور فانی ہیں۔ دین کے تمام کاموں میں مرکزی عمل حضور ﷺ کی ذات پر ایمان لانا ہے آیت کے شروع میں اسی مرکزیت کا بھی ذکر ہے اگر کوئی شخص کہتا ہے میں حضور ﷺ کو مانتا ہوں وہ رسول ہیں مگر معجزات کا منکر ہے اُن پر نازل کی گئی کتاب کا انکار کرتا ہے یا قرآن کریم کے کسی ایک حصہ و آیت کے حکم کا منکر ہے تو وہ سارے دین کا ہی منکر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ يُبْصَرُ
 مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
 هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ
 هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رَسُولُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَ
 نُودُوا أَنْ تُلَكُمُ الْجَنَّةُ أَوْ رَتَّبُوا مَا يَمْ
 كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۷﴾

صَلَّى
 الْعِطْفِ

اور ہم نے اُن کے سینوں میں سے (ایک
 دوسرے کے خلاف) رنجش کو نکال دیا، اُن کے
 نیچے دریا بہہ رہے ہیں اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر
 ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچایا اور اگر اللہ ہمیں
 یہاں نہ پہنچاتا تو ہم یہاں نہیں پہنچ سکتے تھے بے
 شک ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق
 لے کر آئے اور انہیں یہ ندا دی جائے گی کہ تم
 اپنے عمل صالح کی وجہ سے جنت کے وارث
 بنائے گئے (۴۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کے جنت میں جانے کا ذکر تھا، اور یہ بہت بڑا انعام تھا، اس آیہ
 مبارکہ میں جنتیوں پر مزید انعامات و اکرامات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہاں اُن حسین مقامات میں مزید
 انعامات بھی ہوں گے۔ ان انعامات میں سے پہلے انعام کا ذکر اس طرح فرمایا گیا جنتیوں کے سینوں سے
 ایک دوسرے کے خلاف تمام قسم کے اختلافات، حسد، کینے، ناراضگیاں نکال لیں گے۔

تفسیر خازن میں اس عنوان کی تفصیل اس طرح ملتی ہے جنتی جب جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو
 وہاں دو نہریں ہوں گی ایک نہر سے پانی پئیں گے تو ان کے سینے پاک، صاف ہو جائیں گے اس پانی کا نام
 شراب طہور ہے کہ یہ پانی سینوں کو پاک صاف کر دے گا دوسرے چشمے سے غسل کریں گے تو ان کے
 چہرے چمک جائیں گے۔ ایک معنی یہ بھی ہے کہ نچلے درجہ میں رہنے والے جنتی اپنے سے اونچے درجہ والے
 جنتیوں سے کسی قسم کا حسد نہیں کریں گے بلکہ خوشی محسوس کریں گے ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم نے دنیا میں

صحابہ کے سینوں سے کینے دُور کر دیے، اگر اُن کی لڑائی رہی ہے تو اپنے نفس کے باعث نہیں صرف اللہ کی رضا کیلئے ہے ان کا حال یہ ہوگا ان کے محلّوں کے نیچے دودھ، شہد اور شراب طہور کی نہریں چلتی ہوں گی اور وہ ان انعامات کو دیکھ کر کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں جنت والے اعمال کرنے کی توفیق بخشی اور ہم جنت میں آ گئے، امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شکر کریں گے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کا جذبہ ملا، شان بندگی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ احسانات پر حمد و شکر کا ترانہ زبان پر لائے۔ اگر وہ ہمیں یہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے پھر اس کا یہ کرم بھی ہوا کہ اس کے رسول ہمارے ہاں تشریف لائے اور اس کے احکام بتائے، یہ اللہ کا شکر کریں گے پھر انہیں ندادی جائے گی اے جنتیو! تمہیں یہ جنت بطور میراث دی گئی ہے تم نے ہمیں راضی کیا ہم نے راضی ہو کر تمہیں یہ انعام دیا۔ جیسے میراث میں بندے کی محنت کمائی کو دخل نہیں وہ تو خاندانی عطا ہے ایسے ہی اس نعمت کے ملنے میں تم پر اللہ کا فضل و کرم ہے اس کی عطا ہے بخشش ہے یہ جنت تمہیں صرف تمہارے اعمال کی وجہ سے نہیں ہمارا کرم بھی ہے، فضل بھی ہے۔

آیہ کریمہ میں ذکر ہے کہ جنتیوں کے سینوں سے حسد، کینہ ختم کر دیا جائے گا ان کے سینے اس بیماری سے پاک رہیں گے۔ حسد اور کینہ شیطانی عمل ہے اور شیطان دوزخ میں ہوگا اس لئے اہل جنت کے سینے حسد کینے سے پاک ہوں گے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب روح البیان میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیہ حضرت ابوبکر، عمر فاروق، عثمان و علی، طلحہ، زبیر ابن مسعود، عمار بن یاسر، سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی، حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان میں کچھ معمولی اختلافات ہوئے، اللہ یہ اختلافات آخرت میں دور فرما دے گا۔

جس سے پتہ چلتا ہے حسد کینہ بیماری ہے اللہ اس سے بچائے، اس بیماری سے بچنے پر وہ اللہ کا شکر ادا کریں گے، حمد بیان کریں گے۔ شکر و حمد جنت کی عبادات میں شامل ہوں گے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی عبادات وہاں نہیں ہوں گی۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے ہدایت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے وہ جسے چاہے نواز دے، قرآن مقدس کی پہلی سورہ فاتحہ شریف میں پہلی دعا بھی یہی ہے اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت فرما اور یہ ہدایت انبیاء و رسل علیہم السلام کے ذریعہ سے ملتی ہے، نبوت کے راستہ سے ہٹ کر کوئی شخص ہدایت نہیں پاسکتا۔ ”خلاف پیہر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید“ رسول اللہ کی راہ سے ہٹ کر منزل مقصود کو نہیں پایا جاسکتا۔

ہدایت کے مختلف درجات ہیں جس کا آخری درجہ جنت میں جانا ہے، ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ملنے کا نام ہے، ہدایت کا ایک مشہور درجہ یہ بھی ہے کہ بندہ کفر و شکر سے بچ جائے اور ایمان پر گامزن ہو جائے۔ اس آیہ مبارکہ میں جنت میں داخلہ کو لفظ ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے یہ ہدایت کا آخری مقام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَنَادَىٰ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ
وَجَدْنَا مَا وَعَدْنَا رَبَّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ
ثَأْوَعَدَ رَبِّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ قَالَتْ
مُؤَدِّتُنَّ يُبَيِّنُ لَكُمْ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۖ
الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُوا عَاجِلَ
وَعْدِهِمْ بِالْآخِرَةِ كَفَرُوا ۖ

جنت والے دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے
ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے
اس کو سچا پایا کیا تم نے بھی اس وعدہ کو سچا پایا جو
تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے
ہاں پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا
اعلان کرے گا ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو (۴۴)
جو (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور ٹیڑھا
کرنا چاہتے تھے اور وہ آخرت کے منکر تھے (۴۵)

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں دوزخی کفار کے عذاب اور جنتی لوگوں کے ثواب کا ذکر تھا اب اس آیہ پاک میں محبوب پاک ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب جنتی لوگ کفار کو جھانک کر پہچان کر کہیں گے اے کفار ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں جنت دے گا، نعمتیں دے گا، فضل سے نوازے گا ہم نے تو وہ وعدہ پورا ہوتا دیکھ لیا اور انعام سے نوازے گئے تمہارے رب نے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ تم سے وعدے کیے تھے تم نے بھی پورے پورے پائے ہیں یا نہیں؟ انبیاء علیہم السلام کی سچائی کو پالیا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں کفار مُردہ دلی سے جواب دیں گے ہاں ان دونوں کی یہ گفتگو ہو رہی ہوگی کہ ایک فرشتہ پکارے گا جسے یہ دونوں سن لیں گے وہ کہے گا ان کفار پر لعنت جن کا طریقہ یہ رہا کہ اللہ اور رسول اللہ کے احکام ماننے سے رُکے رہے دوسروں کو روکتے رہے اور اُلٹی راہ اختیار کی سیدھی راہ کو چھوڑ دیا، رسول اللہ ﷺ پر عیب جوئی کے درپے رہے، اُس بے عیب ذات محمد میں نقائص نکالنے کے درپے رہے جو ہیں ہی محمد اُن میں نقص کی گنجائش ہی نہیں۔

اس ارشاد پر یہ اشکال کہ جنتی دوزخی آپس میں گفتگو کیسے کریں گے جب کہ جنت دوزخ کے درمیان بے حد دوری ہے، اس کا جواب واضح ہے جو موجودہ دور کی سائنسی ترقی نے واضح کر دیا ہے کہ ہزاروں میلوں سے بات سنی جا رہی ہے اور کسی کو اعتراض نہیں وہاں بھی قدرت الہیہ کا ظہور ہوگا جنتیوں اور دوزخیوں میں بات کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

آیہ کریمہ کے آخر میں جہنمیوں پر لعنت خداوندی کا ذکر ہے وہ لعنت کے حقدار اس لئے ہوئے کہ وہ ظالم تھے، دوسروں کو نیکی سے روکتے تھے، آیات خداوندی اور معجزات نبوی میں اعتراض کرتے تھے، آخرت کے منکر تھے، ٹیڑھی راہوں کو پسند اور سیدھی راہوں سے نفرت کرتے تھے۔

جنتی اور جہنمی کے ایک دوسرے کو دیکھنے پر بھی اشکال بے معنی ہے، سورہ صافات میں دو شخصوں کا ذکر

آتا ہے جو دنیا میں ایک دوسرے کے دوست تھے لیکن ایک مومن تھا دوسرا کافر، آخرت میں جب ایک جنت میں دوسرا جہنم میں چلا جائے گا تو یہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور باتیں کریں گے۔ ارشاد ہوتا ہے ”فَاطْلِعْ فَارَاهُ فِي سِوَاءِ الْجَحِيمِ“ اس ساری آیہ کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جنتی جہنمی ساتھی کو جھانک کر دیکھے گا جنت دوزخ کے درمیان ایک دوسرے کو دیکھنے اور باتیں سننے کے راستے بھی دراصل جہنمیوں کیلئے سزا ہوگی کہ وہ اپنی سزا اور جنتیوں کی جزا کو دیکھ کر جلیں گے، گنوہیں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور (اُن دونوں جنتیوں اور جہنمیوں) کے
درمیان ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں
گے جو ہر ایک کو اس کی علامت سے پہچانیں گے
اور جنتیوں سے پکار کر کہیں گے تم پر سلام ہو وہ
ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ
اس کی اُمید رکھیں گے (۴۶) اور جب ان کی
آنکھیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں
گی تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں ظالم
لوگوں کے ساتھ نہ کرنا (۴۷)

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ جنتی جہنمی ایک دوسرے سے باتیں کریں گے، دیکھیں گے یہ اشکال پیدا ہوتا تھا کہ جب یہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کے معاملات سے متاثر بھی ہوں گے جنتی کو جہنمی کے عذاب سے تکلیف پہنچے اور جہنمی جنتی کی راحت سے حصہ پائے تو اس آیہ میں فرمایا گیا کہ ایک دوسرے

کو دیکھنے، باتیں سننے کے باوجود ان کے درمیان حجاب ہوگا یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ جنتی کو دوزخی کی گرمی پہنچے گی اور دوزخی کو جنتی کی ٹھنڈک سے فائدہ ہوگا ایسا نہیں ہوگا کہ ان کے درمیان ایک مضبوط پردہ ہے، اس پردہ اور دیوار کے اوپر کے حصہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو ابھی نہ جنت کے قابل ہیں اور نہ ہی جہنم میں ہوں گے وہ لوگ ان جنتی اور جہنمی لوگوں کو میدان محشر سے ہی پہنچاتے ہوئے وہ جنتیوں کو ان کے نشانات سے پہچان کر کہیں گے تمہیں سلامتی ہو تم ہر طرح محفوظ ہو یہ اعراف والے ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، اُمیدوار ہونگے کہ رب تعالیٰ اُن پر بھی کرم فرمائے پھر جب وہ دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو وہ دوزخیوں سے سن کر رب سے پناہ مانگیں گے کہ اللہ ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ کرنا ان لوگوں کی اس گفتگو سے دوزخیوں کو اور تکلیف پہنچے گی، اعراف یا تو اسی حجاب کا نام ہے یا اس حجاب کے اعلیٰ حصہ کا نام ہے۔

اعراف کے متعلق سورہ حدید میں موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے قیامت میں لوگ تین گروہوں میں ہوں گے ایک واضح اور کھلے کافر یہ جہنم میں دھکیل دئے جائیں گے دوسرے مومنین ان کے ساتھ ایمان کا نور ہوگا تیسرے منافق جو دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ لگے رہے وہاں بھی شروع میں ساتھ ہونگے اس وقت ایک شدید اندھیری سب کو ڈھانپ لے گی مومن اپنے نور سے آگے بڑھ جائیں گے منافق کہیں گے ذرا ٹھہرو ہم بھی تمہارے نور سے فائدہ اٹھالیں، بارگاہِ قدس سے حکم ہوگا وہ وقت گزر گیا۔

قیامت کے دن جنتیوں دوزخیوں کو ان کی علامات سے پہچانا جائے گا کفار کے منہ سیاہ ہوں گے جبکہ مومنین کے منہ روشن چمکتے دکھائی دیں گے ایمانداروں کے دائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال ہوگا جبکہ کفار کے بائیں ہاتھوں میں، اعراف والوں کا جنتیوں اور جہنمیوں کو دیکھنا بتاتا ہے نورانی مخلوق کی قوت بہت بڑی قوت ہے کہ وہ اعراف سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں دعا ہے کہ اے اللہ! ہمیں ظالموں سے بچالینا، بُری صحبت سے بچنے کا ذکر ہے ظالموں سے الگ تھلگ رہنے کی درخواست ہے بُروں سے الگ تھلگ رہنے کے عنوان کو قرآن مقدس نے

ایک دوسرے مقام پر اس طرح ذکر فرمایا ہے، ”فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین“ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ لوگ ظالم ہیں تو اُن کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا بھی ختم کر دو۔

آیہ مبارکہ کے شروع میں اعراف کا ذکر ہے یہ لوگ کون ہوں گے جنہیں اس درمیانی مقام پر روکا جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں دونوں برابر ہوں گی، اپنی نیکیوں کے سبب جہنم سے توبیخ جائیں گے مگر گناہوں کی وجہ سے جنت میں اُن کا داخلہ نہیں ہوا ہوگا بالآخر رحمتِ خداوندی سے یہ لوگ اپنی جنت میں داخل ہو جائیں گے عبد اللہ بن مسعود، حذیفہ بن یمان، ابن عباس، ضحاک ابن جبر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ ابن جرید نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور ﷺ کے ارشاد کو اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن کثیر نے وضاحت سے لکھا ہے کہ بالآخر یہ لوگ جنت میں چلے جائیں گے۔

اصحابِ اعراف کے سلسلہ میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے جسے جابر بن عبد اللہ نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے آپ سے پوچھا گیا حضور صاحبِ اعراف کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو والدین کی مرضی کے بغیر جہاد میں شامل ہوئے اور اللہ کی راہ میں شہید ہوئے جنت میں داخل اس لئے نہ ہوئے کہ ماں باپ کی مرضی کے خلاف تھے اور جہنم میں داخل اس لئے نہ ہوئے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اصحابِ اعراف کے سلسلہ میں مفسرین نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَنَادَىٰ اصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَ نَارَهُمْ
 سِيئَتُهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا
 كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ
 لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ أَدْخُلُوا الْحِمَاةَ لَآخُوفٌ
 عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝

صَلَّى
 الْحِطِّ

اور اعراف والے کچھ لوگوں کو ان کی علامتوں
 سے پہچانیں گے اور کہیں گے تمہاری جماعت
 نے تمہیں عذاب سے نہ بچایا اور نہ (تمہاری
 دولت نے) جس کی وجہ سے تم تکبر کرتے تھے (۴۸)
 کیا یہ جنتی لوگ وہی ہیں جن کے متعلق تم قسمیں
 اٹھا کر کہتے تھے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت نہیں
 دے گا انہیں حکم ہوگا تم جنت میں داخل ہو جاؤ تم
 پر کوئی ڈر نہیں ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے (۴۹)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اصحاب اعراف کے اس کلام کا ذکر تھا جو انہوں نے جنتیوں سے کیا، اس آیہ کریمہ
 میں اصحاب اعراف کی اس گفتگو کا ذکر ہے جو دوزخیوں سے کریں گے، جہنمیوں کو ان کا تکبر غرور یا دلائیں
 گے کہ تم لوگ تو قسمیں اٹھا کر کہتے تھے کہ انہیں اللہ اپنے فضل سے نہیں نوازے گا مگر دیکھو یہ کس قدر انعام
 سے نوازے گئے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ذکر ہے اعراف والے جہنمی سرداروں کو پہچان کر کہیں گے کہ تمہاری دوستیاں تمہاری
 جماعتیں تمہارے عیش و عشرت کے سامان جن کی وجہ سے تم مغرور تھے اور دنیا کی اس دولت کو ہی سب کچھ
 سمجھتے تھے اس کی وجہ سے تمہارے اندر سے عجز و انکساری، اخلاص قطعی طور پر ختم ہو گیا، کیا آج وہ چیزیں
 تمہارے کام آئیں؟ انہوں نے تمہیں آگ سے بچایا؟ نہ تو تمہاری دولت کام آسکی، نہ تمہاری گروہ بندی
 تمہیں بچا سکی، نہ تمہارے تکبر و غرور نے تمہیں پناہ دی، آج تم جہنم میں سزا پا رہے ہو۔ اصحاب اعراف کی
 ان باتوں کا وہ جواب نہ دے سکیں گے، اعراف والے پھر کہیں گے وہ فقراء و مساکین جہنمیں تم حقارت کی

نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے بارہ میں قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے تھے اللہ انہیں آخرت کی نعمتوں سے نہیں نوازے گا وہ نعمتیں تو ہمارے لئے ہیں جیسے دنیا میں نعمتوں سے مالا مال ہیں اور یہ غریب مصیبت میں مبتلا ہیں، قیامت کو بھی ایسے ہی ہوگا جن کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا شرمسار ہوں گے خاموش رہیں گے اصحاب اعراف پھر جنتیوں سے کہیں گے تم خوش نصیب ہو جنت میں مزے لے رہے ہو تمہیں کسی قسم کا ڈر ہے نہ غم، اس عظیم نعمت سے تمہیں کبھی بھی دور نہیں کیا جائے گا۔ جن کے بارہ میں تم قسمیں اٹھا کر کہتے تھے یہ انعام سے محروم رہیں گے آج انہیں سے ہی کیا گیا، جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں کوئی خطرہ اور غم نہیں

آیہ مبارکہ سے واضح ہے اعراف والے دونوں جنتیوں اور جہنمیوں کو جانتے پہچانتے ہوں گے، آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کفار کو ان کا مال و دولت فائدہ نہیں دے گا جس کا معنی یہ ہوا کہ ایمانداروں کو ان کا مال، ان کی اولاد کام دے گی، دنیا میں نیکی پر خرچ کی گئی دولت اور اجر قیامت کو ملے گا، نیک صالح اولاد کا صالح کردار والدین کو فائدہ پہنچائے گا جہنمیوں کے جہنم میں جانے کا سبب تکبر و غرور بھی فرمایا گیا ہے، جنت میں جانے والے ایماندار اولیاء کے زمرے میں شامل ہوں گے یہی صفت جس کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے ان پر خوف نہیں ہوگا یہ غمگین نہیں ہوں گے، اسی عظیم صفت کو اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی شان میں بھی ذکر فرمایا ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنِ افْضُوا
عَلَيْكُمْ مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا
إِنَّ اللَّهَ حَزَمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ الَّذِينَ
اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَوةُ
الدُّنْيَا ۖ فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسَوُا الْإِقْلَامَ يَوْمَهُمْ
هَذَا أَوْ مَا كَانُوا يَآيِتُنَا بِجُحْدُونِ ۝

صَلَّى
الْعِظِيمِ

اور دوزخی جنتیوں سے پکار کر کہیں گے ہم پر تھوڑا
سا پانی انڈیل دو، یا کچھ اس میں سے دیدو جو
تمہیں اللہ نے رزق دیا ہے (جنتی) کہیں گے
کہ بے شک اللہ نے یہ پانی رزق کافروں پر
حرام کر دیا ہے (۵۰) جن لوگوں نے اپنے دین
کو کھیل اور تماشا بنا لیا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی
نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا تو آج کے دن ہم
انہیں بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اس
دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور وہ ہماری آیتوں
کا انکار کرتے تھے (۵۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی سرکشی کا ذکر تھا کہ مسلمان غریب مسکین لوگ ہیں جیسے آج فقر و فاقہ میں
مبتلا ہیں قیامت کو بھی ان کی یہی صورت ہوگی۔ اس آیہ پاک میں انہیں جہنمیوں کی منت و سماجت اور
درخواست کا ذکر ہے کہ یہی لوگ جنتیوں سے بھیک مانگیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیلو، خدا کے دیئے
رزق سے کچھ ہمیں بھی دو، اس درخواست سے اُن کا تکبر ٹوٹ جائے گا۔

اس آیہ کریمہ میں جنتیوں اور جہنمیوں دونوں کی گفتگو کا ذکر ہے، جہنمی درخواست کریں گے کہ ہم مر
گئے جل گئے بھوکے ہیں پیاسے ہیں مہربانی کرو کچھ ٹھنڈا پانی دو یا کوئی کھانے کی چیز دے دو جنتی جواب
دیں گے جاؤ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے کفار پر حرام کر دی ہیں اس صورت حال میں تمہارا سوال کرنا ہی بے معنی
ہے کفار کی یہ صورت حال کیوں ہے کہ ان لوگوں نے دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا تھا اسی عیش و

عشرت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا، مسلمانوں کی غربت، فقر اور مسکینی پر طعن و تشنیع، مذاق اپنی عادت بنائی ہوئی تھی دنیا نے انہیں دھوکہ دیا کہ سب کچھ یہی ہے آخرت کا کوئی مسئلہ نہیں آج ہم ہی انہیں دوزخ میں چھوڑے رکھیں گے۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ ہم بھی انہیں بھلا دیں گے، اللہ تعالیٰ نسیان (بھولنے) سے پاک ہے معنی یہی ہوگا کہ ہم دوزخ میں چھوڑے رکھیں گے، انہیں نجات نہیں دیں گے۔

آیہ مبارکہ کے عنوان سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ دنیا کا تکبر و غرور آخرت کی رسوائی کا سبب ہے یہی کفار متکبر سرکش لوگ قیامت کے دن جنتیوں سے بھیک مانگیں گے دنیا میں بھی ایسی صورتیں دکھائی دیتی ہیں، فرعونیوں نے بھی بنی اسرائیل پر سختیاں کیں ظلموں کے پہاڑ گرائے، ذلیل سمجھا مگر جب ان فرعونوں پر عذاب الہی آیا تو اسرائیلیوں سے بھیک مانگتے تھے۔ قیامت کے دن کسی جنتی کو کسی جہنمی پر رحم نہیں آئے گا وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوگا کہ جہنمی آج غضب الہی اور اپنی بد عملی کی سزا بھگت رہا ہے۔

آیہ مبارکہ میں جہنمیوں کا پانی مانگنا، کھانے کی کسی شے کا مطالبہ کرنا بتاتا ہے کہ اُن کیلئے اس دن بھوک اور پیاس کا بھی عذاب ہوگا، ان کے عذاب کا سبب یہ بھی فرمایا گیا کہ دین کی دعوت دینے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جہنمیوں سے پوچھا جائے گا کیا تمہیں نعمتیں، کمالات، عزتیں نہ دی گئیں تھیں وہ کہیں گے سب کچھ ملا تھا جواب ہوگا آج ہم بھی تمہاری اس سرکشی کے جواب میں تمہیں جہنم میں چھوڑ رہے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا بہترین صدقہ پانی ہے کیا تم نے نہیں سنا قیامت کو جہنمی جنتیوں سے پانی کا سوال کریں گے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جہنمی عذاب میں مبتلا اس لئے ہیں احکام خداوندی کو بے معنی سمجھتے تھے، دنیا کی محبت میں غرق ہو گئے تھے یا آخرت کا یقین نہ تھا، جائز ناجائز، حلال و حرام کی پرواہ نہ تھی۔ آیہ کریمہ میں ہم سب کیلئے درس عبرت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكِتَابٍ فَضَّلْنَاهُ عَلَى
عِلْمِهِمْ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

بے شک ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے
جس کو ہم نے اپنے علم کے مطابق تفصیل سے
بیان کیا ہے اور وہ ایمان لانے والوں کیلئے
ہدایت ہے اور رحمت ہے (۵۲)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اہل جنت و دوزخ کی گفتگو کا ذکر تھا، اس آیہ پاک میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں
کا انجام جنت میں جانا یا جہنمی ہونا کوئی اتفاقیہ صورت نہیں بلکہ انہیں ہم نے تفصیلی کتاب قرآن پاک کے
ذریعہ ہر چھوٹی بڑی شے، اچھی بُری عادت قیامت کی آمد حساب و کتاب کے واقعات سبھی سے پہلے آگاہ کر
دیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کو سنواریں اور آخرت کے مراحل سے گزرنے کی تیاری کر لیں، کفار کو ہم بے خبر رکھ
کر یہ عذاب نہیں دے رہے ان کے پاس قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب پہنچادی تھی جس میں رحمت کا ذکر
بھی ہے اور عذاب الہی کا بھی۔ اس کتاب کی عظمت کا ذکر بھی فرمادیا اور کتاب کے عظیم اور محیط علم کا ذکر بھی
فرمادیا گیا، اس آیہ میں یہ بھی فرمایا گیا کہ قرآن پاک مومنین کیلئے ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی، اتنے کھلے
واضح دلائل کے بعد بھی یہ لوگ کافر رہے تو اب انجام تو یہی ہونا تھا جو ہو رہا ہے۔

آیہ مبارکہ میں ایک لطیف اشارہ ملتا ہے کتاب مقدس قرآن حکیم کے متعلق فرمایا گیا ”جئناہم“
ان کے پاس کتاب ہم لائے حالانکہ قرآن مقدس لائے تو رسول اللہ ﷺ ہیں حضور کا لانا ایسے ہی ہے جیسے
خدا کا لانا اس معنی سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت واضح ہو رہی ہے۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا قرآن مقدس
ہدایت بھی ہے رحمت الہی بھی مگر اس سے فائدہ وہی اٹھائے گا جو مومن ہوگا جیسے سورہ البقرہ کے شروع میں
فرمایا گیا، ”ہدی للمتقین“ کہ قرآن مقدس پر ہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے۔ بارش سے فائدہ وہی زمین
اٹھاتی ہے جو شور، بخر، خراب نہ ہو، گندی بد بودار جگہ پر بارش تعفن کا سبب بنتی ہے ایماندار کیلئے بھی یہ صورت

ہے جس قدر اس کا ایمان مضبوط، مفید، صاف، اُجلا، نکھرا ہوگا اُسی قدر وہ قرآن پاک سے فائدہ اٹھائے گا اس سے کھلا اور واضح معنی کیا جائے تو ساری آیہ پاک قرآن مقدس کی عظمت بیان کر رہی ہے یہ کتاب حق و باطل کی تفصیل بتاتی ہے، حلال و حرام کی وضاحت کرتی ہے، ہدایت و گمراہی کو کھول کھول کر سناتی ہے یہ بھی معنی ہے کہ اس کتاب میں ہم نے ایسی تفصیل بیان کی ہے کسی قسم کی الجھن نہیں یہ کتاب علم و یقین کے ساتھ ہے اس میں وہم و گمان کی گنجائش نہیں، صاحب روح المعانی نے اس کا معنی ایک اور بھی کیا ہے کہ کتاب سے مراد حضور ﷺ کا وجود مسعود ہے جو باعث ہدایت بھی ہے اور سراپا رحمت بھی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ دُخْلِقِهِ
 هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَاْوِيْلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَاْوِيْلُهُ
 يَقُولُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ
 رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شَيْءٍ لِّنُفْعَعُوْا
 لَنَا اَوْ نُرْكَبُ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ
 قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا
 كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ

ﷺ
 الْعَظِيْمُ

کیا وہ انتظار کرتے ہیں نتیجہ کا جس دن وہ وعید واقع ہوگی تو وہ لوگ کہیں گے جو پہلے بھول چکے تھے بے شک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے کیا ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں یا ہمیں دوبارہ دُنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم اُن کاموں کے خلاف کام کریں گے جو پہلے کرتے تھے بے شک انہوں نے اپنے کو نقصان میں ڈال دیا اور اُن سے وہ بہتان گم گئے جن کا افتراء کرتے تھے (۵۳)

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں ایمانداروں کا ذکر تھا جو قرآن مقدس سے ہدایت، برکت، رحمت حاصل کرتے رہے اس آیہ پاک میں ان کفار کا ذکر ہے جو قرآن پاک سے منہ موڑ گئے اور عذاب الہی کے حقدار بن گئے اور

قیامت کو بھول گئے آج قیامت کے دن انہیں یاد آنا فائدہ نہ دے گا۔

آیہ مبارکہ میں ہے کہ انہیں دنیا کی باتیں یاد آئیں گی اور اپنی بھول کا اقرار کریں گے کہ وہ غلطی پر تھے اور کہیں گے ہم آج اقرار کرتے ہیں ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے تھے اور انہوں نے ہمیں خدا کے پیغام پہنچائے تھے ہم سے غلطی ہوئی ہم نے وہ احکام نہ مانے پھر جب یہ لوگ مسلمانوں کا حال دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے فضل سے حضور ﷺ کی رحمت سے قرآن پاک اور رمضان کی سفارش سے بخشے جا رہے ہیں، دنیا میں کئے ہوئے ان کے نیک کام آج ان کی بخشش کا سبب بن رہے ہیں تو افسوس سے کہیں گے کاش آج ہماری بھی سفارش کا کوئی سامان ہوتا اگر ہمارا کوئی سفارشی نہیں تو پھر دنیا میں ہمیں لوٹا دیا جائے اور پہلے کئے گئے کاموں کے خلاف کام کریں، بجائے برائیوں کے اچھے کام کریں گے اور اللہ کے نیک بندے ثابت ہوں گے، رب قدوس فرماتا ہے ان لوگوں نے اپنے کو انتہائی نقصان میں ڈال لیا، اپنا جو کام کا وقت تھا زمین کاشت کرنے کا وقت تھا وہ برباد کر بیٹھے انہوں نے جب کچھ بویا وہی تو آج اٹھائیں گے کہ ”الدنیا مزرعة الآخرة“ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ آج کا دن جزا کا دن ہے کام کا نہیں، اب ان کے رونے چلانے سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا ان کے پاس قرآن بھیجا گیا حضور ﷺ بھیجے گئے مگر یہ ایمان نہ لائے۔ آئے تو ان کے پاس تنہا رسول تھے مگر قرآن مقدس فرماتا ہے ”جاءت رسل ربنا“ ہمارے رب کے رسول آئے گویا حضور کا آنا اور انہیں ماننا سبھی رسولوں کا ماننا ہے ان کا انکار سبھی رسولوں کا انکار ہے اگر یہ لوگ دنیا میں مان جاتے تو یہ ایمان تھا یہ ایقان تھا یہ دین تھا مگر آج قیامت کو افسوس کرنا اور ماننا بے فائدہ ہے کہ دنیا میں انہیں رسولوں نے بتا دیا تھا اگر ایمان نہ لاؤ گے تو قیامت کو عذاب پاؤ گے۔ قرآن مقدس نے فرما دیا تھا کہ نہ ماننے پر عذاب ہوگا آج بتوں کی پرستش، جھوٹوں کی اتباع انہیں کوئی کام نہ آ سکے گی اپنے جھوٹے باطل، لغو نظریات کیلئے دنیا میں جو محنت کرتے رہے وہ کوشش مفید نہ ہوگی بلکہ عذاب الہی کا سبب بنے گی دنیا میں انہوں نے دیکھا تھا کہ اسلامی تعلیمات سے کتنے بیمار شفاء یاب ہوئے مگر انہوں نے

اپنے کو بیمار سمجھا ہی نہ اور اسلامی شفا خانہ سے فائدہ ہی نہ اٹھایا۔ آج ان کا تقاضا کہ دنیا میں واپس بھیج دیا جائے وہ اعمال صالح کریں گے، بے فائدہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
 فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ
 یُغْشِی السَّیْلَ النَّهْرِ یَطْلُبُ حَیْثُ شَاءَ الشَّمْسُ
 وَالْقَمَرُ وَ الْمَجْمُوعُ مُسْتَغْنٰی بِاَمْرِہٖ اِلٰلَہُ الْخَلْقِ وَ
 اَلْاَمْرُ تَبَرَّکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان و
 زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء ہوا
 جیسا اس کی شان کے لائق ہے رات دن کو ایک
 دوسرے سے ڈھانپتا ہے اور دن اس کے پیچھے
 تیزی سے دوڑتا ہے، سورج چاند اور ستاروں کو پیدا
 فرمایا اور سب حکم کے تابع ہیں آگاہ ہو جاؤ پیدا کرنا
 اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ بڑی برکت والا اور

صلی اللہ علیہ
 وسلم

سارے جہانوں کا رب ہے (۵۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کی مجبوری کا ذکر تھا فرمایا گیا تھا ان کے جھوٹے معبودان کی مدد نہ کر سکیں گے ان کی کوئی حیثیت نہیں، اس آیہ پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ ہی قادر کریم ہے وہی زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے لوگوں کو چاہئے اُسی خالق و مالک پر بھروسہ کریں وہی ان کا خالق و مددگار ہے۔ لوگوں کو انعامات یاد دلائے جا رہے ہیں کہ وہ ان انعامات کو دیکھ کر غور کریں اور اپنے حقیقی رب کی پرستش کریں۔

آیہ مبارکہ میں کفار کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ خدا تمہارا رب ہے پالنے والا ہے، اس کی قدرت کا یہ عالم ہے اس نے زمینوں، آسمانوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسے اس کی شان کے لائق تھا، کچھ لوگوں نے اس کا معنی غلط لیا جو شان الوہیت کے خلاف ہے انہوں نے کہا اللہ کا چہرہ ہے،

آنکھیں ہیں، ہاتھ ہیں خدا پناہ اللہ جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ دن رات کو ایک دوسرے میں ڈھانپتا ہے کبھی رات آتی ہے دن چلا جاتا ہے کبھی دن آتا ہے رات چلی جاتی ہے کبھی روشنی کا دور دورہ ہے کبھی اندھیرے کا گھیراؤ ہے یہ ساری باتیں اُس کے قبضہ قدرت کو واضح کر رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر اس طرح بھی فرمایا کہ چاند اور سورج اس نے پیدا کیے اور وہ اسی وقت سے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اُسی کے حکم کے تابع ہیں، خلق بھی اسی کی ہے اُمر بھی اسی کا۔

آیہ مبارکہ میں زمین و آسمان کی پیدائش کو چھ دنوں میں پیدا فرمانے میں حکمت ہے کہ انسانوں کو اطمینان سکون سے کام کرنا چاہئے وہ چاہتا تو سب کچھ ایک آن میں بنا دیتا، بچے کی پیدائش، جانوروں کا بڑھنا، درختوں کی نشوونما، کھیتوں کے بونے، بڑھنے، کٹنے میں یہی عمل نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان نے اسی مقام پر چند ایسے کاموں کا ذکر کیا ہے جنہیں جلدی کرنا چاہئے، جوان بچی کے رشتہ مل جانے کی صورت میں نکاح جلدی کر دیا جائے، گناہوں سے توبہ کرنے میں دیر نہ کی جائے، قرض کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے، میت کو دفن کرنے میں جلدی کی جائے۔

آیہ مبارکہ میں زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر کر کے عرش کا ذکر فرمایا، اس کی عظمت اس حدیث شریف سے واضح ملتی ہے جسے سیدنا ابو ذر نے حضور ﷺ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا ابو ذر ساتوں آسمان، کرسی کے مقابلہ میں ایک انگوٹھی کی طرح ہیں جو جنگل میں پڑی ہو اور عرش کی فضیلت کُرسی پر اسی طرح ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے یہی سوال کیا اللہ کا عرش پر استواء ہونے کا معنی کیا ہے فرمایا اس کی کیفیت کا ادراک انسانی عقل نہیں کر سکتی، اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ سفیان ثوری، امام اوزاعی، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ ابن مبارک علیہم الرحمہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات ذات پر بغیر کسی تشریح تاویل کے ایمان لانا چاہئے (مظہری)

سورج، چاند، ستاروں کی تخلیق کے ذکر پر عقلمند غور کریں یہ عظیم مخلوق کب سے ہے کب تک رہے گی

نہ کبھی نقص آیا نہ خرابی بس ایک حکم کے تحت چل رہے ہیں کسی ورکشاپ میں لیجانے کی ضرورت ہے نہ کسی نئے پُرزے ڈالنے کی ضرورت ہے۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ بہت بڑی شان والا ہے، برکت والا ہے عظمت والا ہے اور جہانوں کو پالنے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
 اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَاسَمِیْعٌ
 یُّجِیْبُ الْمُتَعَذِّلِیْنَ ۚ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ
 بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا
 اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝
 اپنے رب سے دُعا کرو گڑ گڑاتے اور آہستہ بے
 شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا
 (۵۵) اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو
 اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے
 دعا کرو بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں
 کے قریب ہے (۵۶)

صَلَّى
الْحَضِيمِ

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں رب قدوس جل مجدہ نے اپنی ربوبیت والوہیت کا ذکر فرمایا اور اپنے خالق و مالک ہونے کو بیان فرمایا، ان چیزوں کا تعلق ایمان سے ہے کہ لوگ اس پر ایمان لائیں کہ وہی رب ہے وہی خالق ہے اسی کے حکم سے چاند تارے سورج گردش کر رہے ہیں۔ اس آیہ پاک میں لوگوں کو عبادت، دعا اور امن و سکون سے رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے گویا ایمانیات کے بعد عبادات کو بیان کیا گیا ہے کہ ایمان کا حُسن، اس کی خوبی اور اس کا زیور عبادت ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اس سے دُعا مانگو مگر عبادت اور دُعا کی روح عاجزی و انکساری ہے، اُس سے بے نیاز نہ ہو جانا جس قدر تمہارے اندر عاجزی ہوگی اسی قدر عبادت قبول کے قریب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ عجز کو پسند کرتا ہے تکبر و غرور سے نفرت کرتا ہے، بندے کی عاجزی و انکساری اللہ

کی رحمت کو جوش میں لاتی ہے بندے کی عاجزی پر اللہ فرماتا ہے، عبادت اور دعا میں اعتدال قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے جلیل القدر بندے اولیاء نے زمین پر امن قائم کیا، اصلاح کی اس کے بعد تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ بلکہ اُس امن سکون کو قائم رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارو۔ زمین میں فساد پھیلانے کا یہ معنی بھی ہے کہ لوگوں کے کاروبار کو برباد نہ کرو، انسانی ضروریات کو پامال نہ کرو، ملک کی معاشی اقتصادی ترقی کو نہ روکو، قتل و غارت سے بچو۔ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ عبادت کو خدا سے ڈرتے ہوئے سرانجام دو، اپنی عبادت پر نازاں نہ ہو بلکہ اس کے فضل و کرم سے اُمید رکھتے ہوئے بڑھو، یہی کامیابی ہے۔

آیہ کریمہ میں خوف اور اُمید دونوں کا ذکر فرمایا دیا گیا کہ دونوں چیزیں عبادت اور دعاؤں کو بارگاہِ قدس تک پہنچاتی ہیں، ایمان بھی اسی کا نام ہے ”الایمان بین الخوف والرجاء“ ڈر اور اُمید دونوں کی درمیانی راہ ایمان ہے، نہ تو یہ صورت حال ہو کہ میں تو بخشا ہی نہیں جاؤں گا بہت بڑا مجرم ہوں یہ تصور رحمت اور اُمید سے خالی ہے اور نہ ہی یہ صورت ہو کہ میں تو بہر حال بخشا ہی جاؤں گا یہ صورت حال ڈر سے خالی ہے اور یہ فرمادیا گیا کہ اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب رہتی ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ رحمت خداوندی کو پائیں تو اللہ کے نیک بندوں کا قرب حاصل کریں اُن کے قرب سے رب کی رحمت آسانی سے مل جائے گی۔ عبادت کو چپکے اور خفیہ سے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اس سلسلہ میں یاد رہے کہ کچھ عبادت ایسی ہیں جن کا اعلان کرنا بہتر ہے کہ لوگوں کی بدگمانی سے بچا رہے اور اس کا یہ عمل لوگوں کیلئے اصلاح کا سبب بنے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اعلان کرنا نفعی عبادت تہجد، نوافل خفیہ کرو کہ ریا سے بچاؤ رہے۔

امام احمد بن حنبل حضرت سعد بن وقاص سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر آہستہ ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جہاں حضور نے ذکر کو اونچا کرنے کا حکم دیا ہے وہاں اونچا کیا

جائے، اذان، تکبیر، اقامت، حج، تلبیہ، تکبیرات، تشریق وغیرہ میں۔

آیہ مبارکہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ حد سے نہ بڑھے، اس کا معنی یہ ہے کہ ایسی دعائیں نہ مانگیں جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی اور ایسے کام جو محال ہیں ان کی دعا سے بچے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں حوصلہ افزاء ارشاد ہے کہ اگرچہ تم کس قدر ہی مجرم ہو وہ پھر بھی کریم ہے رحیم ہے ستار ہے غفور ہے وہ چاہے تو بڑے سے بڑے مجرم کی دعا بھی قبول فرمالے، میری دعا قبول نہیں ہو رہی تو اس کا سبب میں خود ہی ہوں، جیسے حدیث شریف میں ہے، حرام رزق پیٹ میں ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی، لوگوں کے حق مارتا ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی، غیبت، چغل خوری کی عادت ہے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور وہی ہے جو اپنی رحمت (بارش) کے آگے
خوشخبری کی ہواؤں کو بھیجتا ہے، حتیٰ کہ جب وہ
ہوائیں بھاری بادل کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس کو
کسی بنجر زمین کی طرف روانہ کر دیتے ہیں پھر ہم
اس سے پانی اتارتے ہیں پھر ہم اس پانی سے
ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح مردوں کو
(قبروں سے) نکالیں گے شاید کہ تم نصیحت

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ
رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقْلَتِ سَحَابًا نَّبَأَ لَأَسْقِيَنَّ
لِبَيْدِكَ مَدِينًا فَانْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَٰلِكَ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ ﴿۵۷﴾

ﷺ
الْحَقُّ

حاصل کرو (۵۷)

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں بندے کو عجز و انکساری سے بارگاہ قدس میں حاضری کا حکم دیا گیا، دعا کا طریقہ بتایا گیا، اب بارش بھیجئے، پھل پیدا کرنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے گویا جیسے زمین بارش کی محتاج ہے

، بندو! ایسے ہی تم بھی اس کے کرم و فضل کے محتاج ہو، جیسے زمین بارش سے بے نیاز نہیں ہو سکتی ہے ایسے ہی تم بھی اس کے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، جیسے بارش سے زمین میں طرح طرح کے پودے پھول پیدا ہوئے ہیں ایسے ہی تمہاری عجز و انکساری، آہ و زاری سے دل کی زمین محبت، خوف، امید، فضل کے حسین پودے نشوونما پکڑتے ہیں جن کی مہک خوشبو سے دوسرے لوگ بھی فیض یاب ہوتے ہیں۔

آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و قوت کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم بارش سے پہلے ہوائیں بھیجتے ہیں اور یہ ہوائیں بارش سے بھرے ہوئے بادل کو اٹھا کر لاتی ہیں اور خشک زمین پر برساتی ہیں پھر ہم اس بارش کے ذریعہ ہر قسم کے پھل پودے پیدا کرتے ہیں جن سے تم اور تمہارے جانور اپنی زندگی گزارتے ہو۔

مردہ زمین سے پودوں کو اُگانے کے ذکر کے بعد آخرت پر یقین کو مضبوط کرنے کیلئے فرمایا، ایسے ہی ہم قیامت کے دن مردوں کو ان کی قبروں سے اٹھائیں گے، لوگو! جب تم دن رات یہ مناظر دیکھتے رہتے ہو تو قیامت کے دن مردوں کے اُٹھنے سے کیوں انکار کرتے ہو، غافلوں کو بیدار کیا جا رہا ہے کہ دیکھو ہماری شان ربوبیت کس قدر قوی ہے، غالب ہے، مردہ خشک زمین کو برسات سے نواز کر اس کے اندر کس طرح حیات پیدا کر دیتے ہیں، بارش مردہ زمین کی حیات کا سبب بن جاتی ہے جب یہ ہماری قدرت میں ہے تو مردوں کو قبروں سے اُٹھانا کونسا مشکل کام ہے۔

آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک عادت مقدسہ کا ذکر ہے کہ وہ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں بھیجتا ہے جن سے انسان بھی راحت محسوس کرتے ہیں اور بارش کے آنے کی خبر بھی ہوتی ہے یہ ہوائیں دو طرح سے نعمت ثابت ہوتی ہیں، انسانوں اور مخلوق کو راحت بھی ہے اور بارش کے آنے کی خبر بھی ہے۔ اس میں بھی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ بارش آنے کی اطلاع سے لوگ اپنی اشیاء ضروریات کو محفوظ کر لیتے ہیں کہیں بارش سے ان کی ضروریات کو نقصان نہ پہنچ جائے۔

تفسیر خازن میں ہواؤں کے متعلق ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں ہوائیں آٹھ ہیں، چار

رحمت کی ہیں اور چار غضب کی۔ اس مقام پر بارش لانے والی ہوائیں مراد ہیں جو رحمت کی ہوائیں ہیں پانی تو کوئی بھی ہو رحمت ہے کنویں کا ہو یا دریا کا مگر بارش کے پانی میں خصوصیت ہے اس پانی پر کسی کا بس نہیں کسی کا قبضہ نہیں دوسرے پانیوں کو روکا بھی جاسکتا ہے مگر اس کیلئے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبَتْ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ
اور اچھی زمین اپنے رب کے حکم سے پیداوار نکالتی ہے اور جو خراب زمین ہوتی ہے اس کی پیداوار صرف تھوڑی سی نکلتی ہے ہم شکر گزار لوگوں کیلئے اسی طرح بار بار آیات بیان کرتے ہیں (۵۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں بارش اُتارنے، ہواؤں کے چلنے کے انعامات کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں اچھی کھیتی اُگانے والی زمین کا ذکر ہے، ایک انعام کے بعد دوسرے انعام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اس آیہ کریمہ میں اپنی قدرت کاملہ کا ایک دوسرا انداز فرمایا گیا کہ بارش ایک ہی ہے انداز ایک ہی ہے مگر زمین سے کھیتی اُگنے میں صورتیں مختلف ہیں کسی زمین سے زیادہ اُگاؤ ہے کسی سے کم۔ زمین کی دو قسمیں بیان فرمائی گئیں، اچھی زمین اور ردی زمین، اچھی زمین سے پھول پودے، غذا، درخت اُگتے ہیں جس سے مخلوق کو فائدہ ملتا ہے، ردی زمین سے یہ صورت نہیں یہ ردی زمین ناقابل کاشت ہے غیر مفید ہے بارش ایک ہی مگر زمین کے کسی حصہ کا اثر لینا کسی کا اثر نہ لینا یہ بھی ہماری قدرت کا کرشمہ ہے، آخر میں فرمایا گیا ہم شکر گزار بندوں کے فائدہ کیلئے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔

جیسے زمین کے دو طبقے ہیں اچھا اور بُرا۔ اچھا طبقہ وہ ہے جس سے کاشتکار، زمیندار کو فائدہ ہو، بُرا وہ

ہے جس سے فائدہ نہ ہو، انسانوں میں بھی یہی صورت دکھائی دیتی ہے اچھے انسان بھی ہیں جس سے مخلوق کو فائدہ پہنچے، بُرے بھی ہیں جو مخلوق کو نقصان پہنچاتے ہیں جیسے بارش ایک ہے مگر فائدہ اٹھانے والی زمین دو قسم کی ہے ایسے ہی رب کے محبوب ﷺ کے ارشادات ایک ہیں مگر اچھے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں بُرے لوگ محروم رہتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہماری تعلیم اس بارش کی طرح ہے جو طیب زمین پر پہنچتی ہے تو پھل پھول پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی مومن کے دل میں ایمان تقویٰ، پرہیزگاری کے پھول اُگتے ہیں جن سے مخلوق خدا فائدہ اٹھاتی ہے۔

کفار و مشرکین کے دلوں میں یہ صورت حال نہیں خرابی ہی پیدا ہوتی ہے جیسے زمین کو پانی کی محتاجی ہے ایسے ہی دلوں کو رسول اللہ ﷺ کی نظر رحمت کی ہر لمحہ محتاجی ہے جیسے ہر زمین بارش سے فائدہ نہیں اٹھاتی ایسے ہی ہر بندہ ہدایت ربانی سے نفع حاصل نہیں کر سکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا
 اللَّهَ مَا لَكُمْ مِن إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ
 عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ
 مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَ
 يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اللہ
 العظیم

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا
 پس انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت
 کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک
 مجھے تم پر ایک عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے
 (۵۹) ان کی قوم کے سرداروں نے کہا بے شک
 ہم تجھے کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں (۶۰) (نوح
 نے) کہا اے میری قوم مجھ میں کسی قسم کی گمراہی
 نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے
 رسول ہوں (۶۱)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں رب قدوس کی قدرتِ کاملہ کا ذکر تھا کہ وہ بارش برساتا ہے اس کے کرم سے اچھی
 زمین اچھی انگوری دیتی ہے، گندی زمین مشکل سے تھوڑی سی پیداوار دیتی ہے یہ اس کے خالق و مالک
 ہونے کا ذکر تھا، ہواؤں کو چلانے بادلوں کو اٹھانے کا ذکر تھا یہ ساری باتیں اس کے وحدہ لاشریک ہونے کی
 دلیل ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں نبوت کا ذکر ہے انبیاء علیہم السلام میں ایک جلیل القدر نبی نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا
 ذکر فرمایا جو ساڑھے نو سو سال تک قوم کو خدا کی طرح بلاتے رہے مگر قوم نے مثبت جواب نہ دیا گویا اُلُوہیت
 کے بعد نبوت کا ذکر ہے کہ ایمان کے مکمل ہونے کیلئے اُلُوہیت اور نبوت دونوں کا اقرار ضروری ہے محبوب
 پاک علیہ السلام سے فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب! جیسے گندی زمین بارش سے فائدہ نہیں اٹھاتی ایسے ہی گندے
 دل نبوت کی بارش سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ جیسے گندی زمین بارش سے زیادہ متعفن، بدبودار ہو جاتی ہے

ایسے ہی گندے دل نبوت کی بارش سے بدبودار ہو جاتے ہیں ہم نے نوح علیہ السلام کو قوم کی طرف بھیجا آپ نے ایک طویل عرصہ تک قوم کو تبلیغ فرمائی آپ کی تبلیغ کا انداز نہایت پیارا تھا لوگو! خدا کو مانو اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اگر تم اسی سرکشی پر رہے تو مجھے تم پر قیامت کے دن عذاب کا ڈر ہے۔

آپ کے حسین انداز کو بھی انہوں نے ٹھکرا دیا اور سر پھیر لیا اور کہا نوح تو تو خود صحیح راستہ سے بھٹک گیا ہے اتنی بڑی کائنات کیلئے ایک خدا نہیں کئی خدا چاہئے، آپ نے اندازِ محبت میں بہت کچھ سمجھایا مگر وہ کفر پر اڑے رہے اور آپ پر اعتراض کرتے رہے تو کیسے نبی ہو گیا ہماری طرح تیرا چلنا، پھرنا، کھانا پینا ہے رسول کیسے ہو گیا۔ یہی جہالت آج بھی بعض ذہنوں میں موجود ہے، نبی کیلئے تو ایسا ہونا چاہئے کہ جو عام لوگوں کے ماحول سے بالکل جدا ہو، اس کا کھانا پینا چلنا پھرنا بتاتا ہے وہ عام انسانوں کی طرح ہی ایک انسان ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم آپ کے نبی ہونے کا انکار کر کے کافر ہو گئی، پتہ چلا نبوت کا انکار کفر ہے ان لوگوں نے اُلُوہیت پر زبان نہیں کھولی، نوح علیہ السلام کی نبوت کو نہیں مانا کافر ہو گئے، نوح علیہ السلام کے انداز تبلیغ سے درس ملتا ہے کہ انداز نرم ہی ہو اور خدا کا خوف بھی دلایا جائے، نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کے دور میں کفر و شرک کا مقابلہ شروع ہوا۔ نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی آٹھویں پشت میں ہیں، مستدرک حاکم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے، آدم و نوح کے درمیان دس قرن گزرے ہیں (تفسیر مظہری) ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی ولادت آدم علیہ السلام کی وفات سے ۸۲۶ سال بعد ہوئی (مظہری) مستدرک حاکم میں ابن عباس سے روایت نقل ہے کہ آپ طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے

آیہ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت صرف اپنی قوم کیلئے تھی ساری دنیا کیلئے نہیں تھی صرف حضور ﷺ ہی وہ رسول ہیں جو ساری دنیا کیلئے مبعوث ہوئے اسلام نے نوح علیہ السلام کی پاکیزگی، پارسائی، تبلیغ قوم کی اصلاح کے عنوانات کو بہت اہم طریقہ سے ذکر کیا ہے مگر افسوس ہے تو رات پیدائش کی آیات سے جو نوح علیہ السلام کا تصور ملتا ہے وہ قطعی شان نبوت کے منافی ہے، مثلاً پیدائش میں

درج ہے کہ طوفان سے بچنے کے بعد نوح نے انگور کا باغ لگایا اور اُس کی شراب پی، نشہ لیا اور برہنہ ہوا (معاذ اللہ) اسلام نے انبیاء علیہم السلام کو معصوم، پاک، طیب، طاہر بیان کیا ہے جبکہ عیسائیت نے اس کے برعکس تصور لیا ہے (معاذ اللہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اَبْلَغَكُمْ رِسَالَتِي وَالْأَصْحَابُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ
 مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ أَوْ يَحِبُّتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ
 ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ
 وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں
 اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی
 طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے
 (۶۲) کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے
 پاس تمہارے رب کی طرف سے تمہیں میں سے
 ایک مرد کے ذریعہ نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں
 ڈر سنائے تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۶۳)

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں سیدنا نوح علیہ السلام کے ایک ارشاد کا ذکر تھا کہ لوگو میں رب العالمین کی طرف سے اللہ کا رسول ہوں۔ اس آیہ مبارکہ میں نوح علیہ السلام کے دوسرے ارشاد کا ذکر ہے، آپ فرماتے ہیں میں دین کا مبلغ ہوں ایمان سکھاتا ہوں لوگو میں تم سے ہمدردی کرتا ہوں تمہیں آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہوں کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیہ کریمہ میں سیدنا نوح علیہ السلام قوم کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو واضح فرما رہے ہیں، پہلی ذمہ داری فرمائی کہ میں دین کا مبلغ ہوں خدائے قدوس کے احکام تم تک پہنچاتا ہوں، دوسری بات فرمائی کہ صرف تبلیغ نہیں کرتا تمہارا ہمدرد بھی ہوں، نصیحت بھی کرتا ہوں، تیسری بات فرمائی کیا تم اس بات پر تعجب

کرتے ہو اللہ نے نبی کیوں بھیجا؟ اور پھر یہ حیرت سے کہتے ہو انسان کو نبی کیوں بنایا؟ پھر کہتے ہو تم میں سے ایک فقیر غریب آدمی پر نبوت کیوں آئی؟ یہ اس کا کرم جسے چاہے نوازتا ہے، قوم سے فرمایا لوگو! میں تم میں اللہ کے دئے ہوئے انعامات تقسیم کرنے آیا ہوں جن میں پرہیزگاری ہے، خوفِ خدا ہے، رحمت کی عطا ہے۔ اے میری قوم! میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جس کا تمہیں پتہ نہیں میں تمہاری طرح آباؤ اجداد کی رسوم کا قائل نہیں، تمہیں احکامِ خداوندی پہنچاتا ہوں جس میں نہ کوئی میری غرض ہے نہ خدا کا فائدہ ”او عجبتکم“ کے ارشاد میں کفار کے ایک اعتراض کا جواب ہے کہ تمہارا یہ تعجب کرنا کہ انسانوں میں رسول کیسے آگیا کوئی معنی نہیں رکھتا وہ مالک ہے خالق ہے جسے چاہے نواز دے، پھر انسانوں کی تبلیغ کیلئے انسانوں میں سے نبی کا ہونا ضروری تھا کہ فائدہ اٹھا سکیں، قرب حاصل کر سکیں یہ تب ہی ہو سکتا تھا کہ ان کی جنس کا کوئی شخص نمونہ عمل بن کر دکھائے، اگر فرشتے یہ دعوت لے کر آتے تو لوگوں کو یہ عذر ہوتا کہ فرشتے تو بشری خواہشات سے پاک ہیں نہ بھوک ہے نہ نیند، نہ پیاس ہے نہ تکان ان کی اتباع کیسے کی جاسکتی ہے؟ اُن کے ذہن میں یہ تھا کہ اگر انسانوں میں سے ہی رسول بھیجنا تھا تو کسی ایسے شخص کا انتخاب ہوتا جو معاشرہ میں دولت، حکومت کی وجہ سے شہرت یافتہ ہوتا لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہوتی، نوح علیہ السلام کے پاس نہ مال نہ حکومت۔

اس آیہ کریمہ میں نبی کے حوصلہ، ہمت، صبر، درگزر کا بھی درس ہے قوم نے آپ کو واضح طور پر کہا تو گمراہی میں ہے مگر آپ نے جواب میں مشفقانہ انداز اختیار فرمایا کہ میں رسول ہوں تمہیں پیغامات پہنچاتا ہوں، سخت کلامی کا تصور بھی نہیں جس سے سبق ملتا ہے کہ مبلغ کو چاہئے وہ حوصلہ، ہمت اور صبر سے یہ خدمات انجام دے جیسے کہ انبیاء علیہم السلام نے خدمات انجام دیں، مبلغ دین کا نمائندہ ہے اُسے اپنے اندر وہی اوصاف پیدا کرنے چاہئے جو دین کے راہنماؤں انبیاء علیہم السلام نے اپنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِ
وَأَعْرَضْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا
قَوْمًا عَصِيَيْنَ

صَلَّى
الْحَقِّ
عِظَمِ

تو انہوں نے اُسے (نوح کو) جھٹلایا تو ہم نے
اُسے اور جو کشتی میں تھے نجات دے دی اور ہم
نے غرق کر دیا انہیں جنہوں نے ہماری آیات کو
جھٹلایا بے شک وہ لوگ اُندھے تھے (۶۳)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں نوح علیہ السلام کی قوم کی سرکشی، عناد اور کبر و غرور کا ذکر تھا کہ نوح علیہ السلام کے
انتہائی محبت بھرے خطاب اور حسین انداز سے ان کی گفتگو کا انہوں نے اچھا نتیجہ نہ لیا۔ اس آیہ پاک میں
ان کی سرکشی کا ذکر ہے کہ انہیں اُن کے تکبر و غرور اور سرکشی، نبی سے بغاوت کے انجام میں ڈبو دیا گیا،
انہوں نے نوح علیہ السلام کو کئی طرح سے جھٹلایا، آپ کی بات نہ مانی یہ بھی انہیں جھٹلانا ہے ان کے احکامات
کے خلاف عمل کرنا بھی انہیں جھٹلانا ہے قوم نے نوح علیہ السلام کے عقائد کے خلاف عقائد اختیار کیے یہ بھی
جھٹلانا ہے، قوم کے ان باغیانہ اعمال کے نتیجے میں انہیں طوفان میں برباد کر دیا گیا وہ لوگ جو نوح علیہ السلام
کے دامن رحمت میں آگئے، احکام مان لئے انہیں کشتی میں بٹھا کر بچالیا گیا، کفار کے ڈوبنے کا سبب نبی کے
ساتھ بغاوت تھی۔

اُن کے کفر کی وجہ کو بیان فرمایا گیا کہ وہ لوگ دل کے اندھے تھے اور دل کے اندھا ہونے کا سبب
نوح علیہ السلام سے بغاوت تھی جو لوگ دامن نوح میں آگئے وہ بچ گئے جس سے پتہ چلتا ہے نیکوں کی صحبت
سے نجات ملتی ہے اور گندی صحبتوں سے بربادی آتی ہے، بُری صحبت سے بندہ برباد ہو جاتا ہے اور اچھی
صحبت سے جانور بھی بچ جاتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار سارے جانور بچ گئے تھے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا یہ لوگ دل کے اندھے تھے جیسے قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اسی
عنوان کو اس طرح فرمایا ہے ”وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ“ لیکن ان کے دل اندھے ہو

گئے جو سینوں میں ہیں۔ ابن کثیر میں ہے حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں قوم نوح پر طوفان کا عذاب اس وقت آیا جب یہ لوگ کثرت قوت کے لحاظ سے بلندی پر تھے، عراق کی زمین اس کے پہاڑ ان کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کا دستور ہمیشہ یہی رہا کہ نافرمان لوگوں کو ڈھیل دیتا ہے جب وہ بدست ہو جائیں تو عذاب بھیج دیتا ہے۔

نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتنے تھے؟ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (۸۰) افراد تھے جن میں ایک کا نام جرہم تھا یہ عربی بولتا تھا چالیس مرد تھے اور چالیس عورتیں۔ طوفان کے بعد یہ سب موصل میں جس جگہ مقیم ہوئے اس بستی کا نام ثمانون مشہور ہو گیا۔

لوگوں کو قصہ نوح بیان کر کے سبق دیا جا رہا ہے کہ وہ انبیاء دشمنی سے بچیں اس بد عملی سے بربادی ہوتی ہے نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کو تورات نے بھی متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، کتاب پیدائش میں ہے جب نوح علیہ السلام کی عمر چھ سو سال ہوئی تو طوفان آیا، نوح علیہ السلام کی کشتی کے نیچے اوپر تین درجے تھے تورات نے کتاب پیدائش میں اس کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ بتائی ہے۔ تفسیر ماجدی کے مطابق یہ کشتی ۱۵۰ دن یا پانچ ماہ تک چلتی رہی۔ بعض مفسرین نے کہا یہ طوفان پہاڑوں سے ۲۲ فٹ اونچا تھا کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں طوفان نہ آیا ہو۔ نوح علیہ السلام کی قبر مبارک کے متعلق ابن جریر لکھتے ہیں مسجد حرام میں ہے البدایہ والنہایہ نے بھی نقل کیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالِی عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا
 اللَّهُ مَا لَکُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۶۵﴾
 قَالَ الْمَلَأُ الَّذِینَ کَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا نَرَاکَ
 فِی سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکَاذِبِینَ ﴿۶۶﴾
 قَالَ یَقَوْمِ لَیْسَ بِی سَفَاهَةٌ وَلَکِنِّی رَسُولٌ
 مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِینَ ﴿۶۷﴾

اللہ
 الصّٰلِحِ
 العظِیْمِ

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا
 انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو
 اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے
 نہیں (۶۵) ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا
 بے شک ہم تجھے حماقت میں مبتلا پاتے ہیں اور
 بے شک ہم آپ کو جھوٹوں میں سے گمان کرتے
 ہیں (۶۶) انہوں (ہود) نے کہا اے میری قوم
 مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن میں رب العالمین
 کی طرف سے رسول ہوں (۶۷)

تفسیر

پہلی آیہ پاک میں سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا ذکر ہے کہ قوم اپنی سرکشی کے انجام میں
 برباد ہو گئی اس آیہ پاک میں ہود علیہ السلام کی قوم عاد کا ذکر ہے کہ یہ بھی اپنے نبی کی مخالفت کر کے برباد
 ہو گئی۔ یہ قوم بھی اپنی حکومت، فرماں رواںی میں مشہور تھی، عاد بن عوص کی یہ اولاد تھی، ہود علیہ السلام بھی اسی
 قوم کے چشم و چراغ تھے یہ قوم یمن کے علاقہ میں تھی یہ علاقہ نہایت سرسبز تھا اس قوم نے اپنے مختلف کاموں
 کیلئے مختلف خدا بنا رکھے تھے ہود علیہ السلام نے انہیں حق کی طرف بلایا، عاد نوح علیہ السلام کی پانچویں
 پشت میں سام کی اولاد سے ہے۔

پہلے پانی کے عذاب کا ذکر تھا اب ہوا کے عذاب کا ذکر ہے، حضور ﷺ سے قوم نوح کی بربادی کا ذکر
 سنانے کے بعد ایک دوسری قوم کی سرکشی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے اسی قوم سے ہود علیہ السلام کو بھیجا
 انہوں نے اپنی قوم کو یہی دعوت حق دی کہ میری قوم! اللہ پر ایمان لاؤ صرف اسی کی عبادت کرو اس کے سواء

کوئی سچا معبود نہیں تم نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی سن چکے، ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ جماعت کے کافر سرداروں نے کہا ہودؑ تو جہالت میں ہے تو جو اپنے کو اللہ کا رسول کہتا ہے یہ جھوٹ ہے ایک خدا اتنی بڑی کائنات کو کیسے چلا سکتا ہے؟ تجھ ایسے غریب آدمی کو نبی بنانا بھی عقل سے باہر ہے آپ (ہود علیہ السلام) نے نہایت محبت سے فرمایا مجھ میں بے عقلی نہیں میں بے وقوفی سے محفوظ ہوں، میں تو اللہ رب العالمین کا رسول ہوں، جیسے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ماں ایک ہوتی ہے، باپ ایک ہوتا ہے ایسے یہ حقیقت بھی اٹل ہے کہ خدا ایک ہی ہے باقی تمہارے معبودانِ باطل وہ باطل ہی ہیں۔

سیدنا ہود علیہ السلام کے انداز تبلیغ سے بھی مبلغین کو یہ درس ملتا ہے کہ لوگوں کو اخلاص، اخلاق، نرمی اور پیار سے دعوت دی جائے۔ انبیاء علیہم السلام کو کم علم، کم عقل، جاہل کہنا بے دینی ہے، گمراہی ہے انبیاء علیہم السلام علم، عقل کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے ہیں نبی کے بارہ میں شک و شبہ اور تردد کرنا کفار کا طریقہ ہے اس عمل کو ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔

آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ نبوت اور جہالت اکٹھے نہیں ہو سکتے جیسے روشنی، اندھیرا اکٹھے نہیں ہو سکتے علم اور جہالت اکٹھے نہیں ہو سکتے ایسے ہی نبوت اور جہالت کا اکٹھا ہونا محال ہے۔ جو نبی ہے وہ جاہل نہیں اور جو جاہل ہے وہ نبی نہیں۔

سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو بت پرستی سے ایک خدا کی طرف دعوت دی یہ لوگ اپنے نشے میں رہے انکار کیا ان پر پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک بارش نہ ہوئی، آباد زمینیں برباد ہو گئیں، باغات برباد ہو گئے اس پر بھی یہ لوگ تاب نہ ہوئے۔ پھر انہوں نے ایک بادل اٹھتا دیکھا اور خوش ہوئے کہ اب قحط سالی ختم ہو جائے گی مگر یہ بڑے زور کی آندھی تھی جو آٹھ دن مسلسل چلتی رہی اس آندھی کے مقابلے میں درخت تنکوں کی مانند اڑتے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَبْلَغَكُمْ رِسَالَتِي وَإِنَّا لَكُم نَاجِعٌ أَمِينٌ ۝
 أَوْ عَجَبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ
 مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَأَذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ
 خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَرَادَّكُمْ فِي الْخَلْقِ
 بَصْطَةً قَدْ ذُكِّرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝

اللہ
 الصّٰدِق
 العظیْم

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں
 اور میں تمہارا قابل اعتماد خیر خواہ ہوں (۶۸) کیا
 تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس
 تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک
 مرد کے ذریعہ نصیحت آئی ہے تاکہ وہ تمہیں
 ڈرائے اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اللہ نے
 تمہیں ان کا جانشین بنا دیا اور تمہارے قدو
 قامت کو بڑھا دیا تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم
 کامیاب ہو (۶۹)

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں سیدنا ہود علیہ السلام کا ذکر ہے اس آیت پاک میں آپ کے فرائض کا ذکر ہے
 اور یہ بتایا ہے کہ ہود علیہ السلام معاذ اللہ جاہل نہیں وہ اللہ کے نبی ہیں ان کی خدمات بتاتی ہیں وہ جاہل نہیں
 اس آیت پاک میں ہود علیہ السلام کے سب سے بڑے کارنامے کا ذکر ہے آپ فرماتے ہیں اے میری قوم!
 میں تو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں یہ تبلیغ دین ہے، ہر نبی نے اپنے قول، اپنے فعل، اپنے ہر انداز سے
 اس عمل کو جاری رکھا کہ وہ قوم کو خدا کے احکام پہنچائیں۔ دوسری بات فرمائی میری قوم! میں تمہارا خیر خواہ
 ہوں، آج بھی مبلغ کے سامنے لوگوں کی خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضور
 ﷺ کی پوری حیات طیبہ لوگوں سے اخلاص اخلاق اور خیر خواہی کے جذبات سے بھرپور دکھائی دیتی ہے۔
 ہود علیہ السلام نے جو قوم کو تیسری بات فرمائی وہ اپنا امین ہونا بتایا ہے کہ میں امانت دار ہوں خائن
 نہیں تمہیں اللہ کے احکام ٹھیک ٹھیک بتاتا ہوں کوئی کمی نقص نہیں، تمہارے ساتھ کاروبار، لین دین میں امین

ہوں جب ان معاملات میں خیانت نہیں تو خدا کے احکام پہنچانے میں کیسے ہوسکتی ہے۔

آپ کے یہ ارشادات کفار کی اس بات کی تردید ہے کہ آپ کم عقل ہیں (معاذ اللہ) خیر خواہی، امانت داری ایسے معاملات کم عقل انجام دے ہی نہیں سکتا۔ خیر خواہی کے ارشاد میں بہت وسعت ہے لوگو! تمہارے ماں باپ، بہن بھائی صرف دنیاوی زندگی میں خیر خواہی کر سکتے ہیں، میں تمہاری خیر خواہی عذاب سے بچانے کیلئے کر رہا ہوں، رب کی رحمت پہنچانے کیلئے کر رہا ہوں میری خیر خواہی دنیاوی بھی ہے دینی بھی ہے تمہارے عزیزوں کی خیر خواہیاں محض عارضی ہیں میری خواہی مستقل ہے دائمی ہے تمہارے دنیاوی خیر خواہ ذرا گڑبڑ ہونے پر منہ پھیر جاتے ہیں میں نے تمہاری طرف سے گالی گلوچ، بدگمانی، ظلم و ستم کے باوجود تم سے منہ نہیں پھیرا ہمیشہ تمہارے ساتھ حسن سلوک کا پہلو پیش نظر رکھا۔

اس آیہ کریمہ میں رب قدوس جل مجدہ کے کئی انعامات کا ذکر ہے جو قوم پر کئے گئے ایک کرم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ قوم نوح کی تباہی کے بعد تمہیں زمین میں آباد کیا، مالک بنایا پھر فرمایا گیا تمہیں قوت بخشی گئی جو کسی دوسرے کیلئے نہ تھی تم طاقتور تھے، قد آور تھے کئی کئی گز کے لمبے چوڑے جوان تھے یہ بھی فرمایا گیا کہ تمہیں صحت دی، دولت دی، اولاد دی ان تمام نعمتوں کو یاد کرو تم آخرت میں کامیاب ہو گے۔ ہود علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کے ان انعامات کو ان پر بیان کیا کہ وہ اللہ کے شکر گزار بندے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ”او عجبتہم“ کا ارشاد کہ تم تعجب کرتے ہو کہ رسول انسانوں میں کیسے آگیا یہی اعتراض نوح علیہ السلام کی قوم نے کیا تھا تو فرمایا گیا کہ یہ تعجب کی بات نہیں کہ کوئی انسان نبی و رسول بن کر آئے اور لوگوں کو ڈرائے، دراصل انسانوں کو سمجھانے کیلئے انسان ہی کا رسول و پیغمبر ہونا مؤثر ہوسکتا ہے۔ نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کے واقعات میں غافل انسانوں کیلئے نبی کی ہدایت اس کی اطاعت پر عمل کا درس ملتا ہے اور علماء، مبلغین کو پیغمبرانہ طریق پر اصلاح و تبلیغ کی تعلیم ہے۔

نوح اور ہود علیہ السلام کے واقعات میں یہ واضح ہے کہ جب قوم نے ان پر اعتراضات کئے تو ان

دونوں انبیاء علیہم السلام نے خود جواب دیئے مگر قربان جانیں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ پر جب قوم نے آپ پر اعتراضات کئے تو حضور ﷺ خود خاموش رہے اور جوابات اللہ کی طرف سے دیئے گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 قالوا اٰجئتنا لتعبد الله وحده ونذكر
 ما كان يعبد اباؤنا قالنا بما تعدنا ان
 كنت من الصادقين قال قد وقع
 عليكم من ربكم رجس وغضب
 اتجاد لونني في اسماء سميتموها انتم
 واباؤكم ما نزل الله بها من سلطان
 فانتظروا لى معكم من المنتظرين
 انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے پاس اس لئے
 آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان
 معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے
 باپ دادا کرتے تھے ہمارے پاس وہ عذاب لے
 آئیں جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں
 اگر آپ سچوں میں سے ہیں (۷۰) (ہوود علیہ
 السلام نے کہا) یقیناً تمہارے رب کی طرف سے
 تم پر عذاب اور غضب نازل ہو گیا کیا تم مجھ سے
 ان ناموں (معبودوں) پر جھگڑ رہے ہو جو تم نے
 اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن کے
 متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی سو تم
 (عذاب کا) انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے
 ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں (۷۱)

للہ
 الصلوات
 العظيمة

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں سیدنا ہوود علیہ السلام کے خطاب کا ذکر ہے کہ آپ نے کس قدر حسین انداز سے
 قوم کو ہدایت کی طرف بلایا ان آیات مقدسہ میں قوم کے غلط رویہ اور سخت جوابات کا ذکر ہے کہ انہوں نے

ہود علیہ السلام سے کس قدر مخالفانہ انداز اختیار کیا اور کہا ہود! کیا اب اس لئے ہمارے پاس آئے کہ ہم آپ کی باتوں پر عمل کریں گے عقل کے خلاف ایک اللہ کی عبادت کرنے لگیں اور اپنے باپ، دادوں کی مخالفت کریں۔ اے ہود! اگر آپ اپنے معاملہ میں سچے ہیں تو ہم پر وہ عذاب لائیں جس سے ہمیں ڈرا رہے ہو۔ ہود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تم پر اللہ کی طرف سے عذاب اور غضب نازل ہو گا، آنے میں کچھ دیر ہے۔ (جس کا معنی دل کی سیاہی بھی کیا گیا ہے جو حق کے انکار سے دل پر جم جاتی ہے اور دل کی نورانیت کو ختم کر دیتی ہے ان کے کفر کرنے کے ساتھ یہ سیاہی بھی جم گئی اور عذاب بھی نازل ہو گیا) تم میرے ساتھ اُن باطل معبودوں کی حمایت میں لڑتے ہو جن کے نام تم نے خود طے کئے ہیں اور انہیں معبود مانے بیٹھے ہو ان کی عبادت کا ذکر نہ کسی رسول نے کیا نہ کسی آسمان سے حکم نازل ہوا نہ کسی کتاب نے حکم دیا اب تم عذاب الہی کا انتظار کرو میں تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

آیہ مبارکہ میں ایک درس یہ ملتا ہے کہ نبی کے مقابلہ میں باپ، داداؤں کی رسموں کو ماننا جہالت اور کفر ہے اچھے اور خوش نصیب لوگ نبی کی اطاعت کرتے ہیں، جاہل ظالم دشمنی کرتے ہیں اور بالآخر اسی دشمنی کی پاداش میں برباد ہو جاتے ہیں۔

نوح علیہ السلام نے قوم کی طرف سے عذاب کا مطالبہ کرنے پر بددعا کر دی اُن پر عذاب الہی آیا، طوفان میں برباد ہو گئے، ہود علیہ السلام نے بددعا نہیں کی صرف عذاب آنے کی خبر دی ہے یہ بھی درس ملتا ہے کہ انبیاء سے بحث جھگڑا، انکار کفار کا طریقہ ہے ایمانداروں کا نہیں۔ منکرینِ ہود علیہ السلام پر جب عذاب الہی آیا تو آپ نے اپنے ماننے والوں کو لے کر ایک جگہ پناہ لی یہ عجیب بات تھی کہ شدید طوفانی ہوا سے بڑے بڑے محلات تو تباہ ہو گئے مگر مختصر سی جائے پناہ میں ہود علیہ السلام اور آپ کے رفقاء بڑے اطمینان سے بیٹھے رہے قوم کے ہلاک ہو جانے کے بعد ہود علیہ السلام مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے قوم عاد پر سخت ہوا کے عذاب کا بھی ذکر ہے اور سخت آواز سے بربادی کا بھی ان دونوں میں اختلاف نہیں ہو سکتا، سخت آواز بھی ہوئی اور ہوا، طوفان بھی۔ ہود علیہ السلام نے عذاب کی شدت اور سختی کا ذکر نہیں کیا صرف یہی فرمایا کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو چونکہ یہ لوگ طوفانِ نوح کے عذاب سے واقف ہو چکے تھے، سن چکے تھے۔

فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَعْنَا
دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ

حمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
پھر ہم نے ہود کو اور اُن کے ساتھیوں کو اپنی
خاص رحمت سے نجات دے دی اور ان لوگوں
کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو
جھٹلایا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے (۷۲)

صَلَّى
الْعِظْمَاءِ

تفسیر

آیہ پاک میں ہود علیہ السلام کی شفقتوں اور محبتوں سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کے انجام کا ذکر فرمایا
جا رہا ہے کہ آخر کار یہ نافرمان، سرکش برباد ہو گئے۔ حضور ﷺ سے قوم کی سرکشی کے انجام کو بیان فرمایا جا رہا
ہے کہ جب کسی قوم نے اپنے نبی سے بغاوت کی اور سرکشی سے کام لیا تو ہماری طرف سے اس کا انجام تباہی
ہوتا ہے۔ فرمایا ہم نے سرکشوں کی جڑ کاٹ دی ان کا ایک فرد بھی باقی نہ بچا، بستی اُجاڑ دی گئی۔

آیہ مبارکہ میں ہود علیہ السلام کی نجات کا ذکر پہلے فرمایا گیا اور آپ کے ساتھی ایمانداروں کی نجات کا
بعد میں، جس میں یہ اشارہ واضح معلوم ہوتا ہے قوم کی نجات نبی کے سبب سے ہے اور پھر اس نجات کو اپنی
خاص رحمت کے ساتھ وابستہ کیا کہ یہ عظیم نجات ہماری خاص رحمت سے ہے، نبی کا وجود بھی رب کی رحمت
ہے جن کے سبب بچنے والوں کو رب کی خاص الخاص رحمت نصیب ہوئی، نبی کا ساتھ ہی عذاب سے بچاتا
ہے جیسے یہ لوگ ہود علیہ السلام کے ساتھ رہنے سے بچ گئے، نوح علیہ السلام کے ساتھ جو کشتی پر سوار ہوئے
عذاب سے بچ گئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو حضور کے ساتھ رہے، بدر میں بھی ساتھ، غار میں بھی ساتھ،
قبر میں بھی ساتھ وہ کیسے رحمتوں سے محروم ہو سکتے ہیں۔ جھوٹوں پر عذاب کی نوعیت کو اس طرح فرمایا گیا کہ
ہم نے ان کی جڑ کاٹ دی جس سے پتہ چلتا ہے ان گستاخوں کی نسل نہیں بڑھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالِی تَمُودَ أَخَاهُمُ صَالِحًا قَالَ يَقُومُوا عِبُدُوا اللَّهَ
مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ عِندَكُمْ قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ
مِنْ رَبِّكُمْ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا
تَأْكُلْ فِي أََرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا يُسْوَءَ
فِي أَخْذِكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

صلی اللہ علیہ وسلم
العظیم

اور ثمود کی طرف ان کی قوم سے صالح کو بھیجا
آپ نے فرمایا اے میری قوم! اللہ کی عبادت
کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک
تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے
روشن دلیل آئی یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے
نشانی ہے اسے چھوڑ دو اللہ کی زمین میں کھائے
اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگانا تمہیں دردناک
عذاب پکڑ لے گا (۷۳)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں ہود علیہ السلام اور آپ کی قوم عاد کا ذکر تھا اس آیت پاک میں صالح علیہ السلام
اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ فرمایا جا رہا ہے، یہ قوم بھی دولت مند تھی، بہادر تھی سنگ تراشی کے فن میں ماہر تھی
بڑے بڑے محلات بنانے میں دلچسپی رکھتی تھی، پہاڑوں کو کھود کر مکانات بنانا معمولی شغل تھا۔ قوم عاد، قوم
ثمود ایک ہی والد کی اولاد ہیں۔

صالح علیہ السلام کا واقعہ ہود علیہ السلام کے واقعہ کی تائید ہے جیسے قوم ہود اپنی بد اعمالیوں کے سبب
برباد ہو گئی ایسے ہی قوم صالح بھی انجام کو پہنچ گئی، دونوں واقعات میں دونوں انبیاء علیہما السلام کی دینی
خدمات اور تبلیغ کا ذکر ہے۔ ان دونوں واقعات میں دونوں قوموں کی نبی دشمنی کے انجام میں بربادی کا ذکر
ہے۔ یہ قوم ثمود مقام حجر میں آباد تھی، حجر حجاز اور شام کا درمیانی علاقہ ہے اس علاقہ میں پانی تھوڑا تھا اسی
باعث اسے قوم ثمود کہا جاتا تھا، ”تھوڑے پانی والی قوم“ حضور ﷺ اس وادی سے گذرے ہیں آپ نے
صحابہ کو اس کنویں کے پانی سے روکا ہے۔

صالح علیہ السلام، نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ صالح علیہ السلام کا انداز تبلیغ محبت بھرا ہے ”اے میری قوم“ ان الفاظ میں پیار ہے، محبت ہے، فرماتے ہیں میری قوم! اللہ کی عبادت کرو تمہارے پاس میری نبوت اور اللہ کی الوہیت کی دلیلیں آگئی ہیں۔ قوم نے صالح علیہ السلام سے کہا آپ اپنے رب سے دعا کریں اگر آپ کی دعا قبول ہوگئی تو ہم آپ کو مان لیں گے آپ نے فرمایا بتاؤ کیا دعا کروں؟ قوم کے سردار ”جندع“ نے کہا ہمہ پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا اگر اس پہاڑ سے موٹی تازی اونٹنی نکل آئے اور نکلتے ہی بچہ دے تو ہم مان لیں گے آپ نے دعا کی فوراً قبول ہوئی، پھر پھٹا اونٹنی نکلی اُس نے نکلتے ہی بچہ جنا، صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ اونٹنی ہے جس کا تم نے مطالبہ کیا تھا۔

یہ نشانی اس لئے ہے کہ پھر سے نکلی، موٹی بھی ہے جیسے تم چاہتے تھے پیدا ہوتے ہی بچہ جنا پھر یہ بچہ بھی اس کے برابر کا ہے، یہ ایک دن چھوڑ کر پانی پیتی تھی پانی ختم ہو جاتا تھا دودھ اتنا دیتی تھی کہ ساری قوم شہود کو کافی ہوتا تھا۔ انہیں معاملات کے باعث نشانات قدرت سے ایک نشانی تھی قوم سے فرمایا اسے پکڑنا نہیں، چھیڑنا نہیں اللہ کی زمین سے جو چاہے کھائے، چرے، پھرے اور تم نے اسے کسی قسم کے بُرے ارادے سے ہاتھ بھی نہیں لگانا ورنہ تمہیں عذاب پکڑ لے گا اسے نہ ڈانٹنا ہے نہ کسی کھیت، باغ سے نکالنا، نہ زخمی کرنا، نہ ذبح کرنا ورنہ مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔

آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کو حوصلہ بھی دیا جا رہا ہے کہ محبوب! آپ کفار کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا ہوتا آیا ہے اس اونٹنی کو اللہ سے نسبت ہوگئی کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی اگر کسی بندے کو اللہ کی نسبت حاصل ہو جائے تو وہ یقیناً بلند مرتبہ ہے جیسے اولیاء اللہ، اللہ کے ولی! انہیں اللہ سے نسبت ہے اس لئے اونچے ہیں، سرفراز ہیں، بلند مقام ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور یاد کرو جب تمہیں عاد کا جانشین کیا اور ملک
میں جگہ دی نرم زمین میں محل بناتے ہو اور
پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو اللہ کی نعمتیں یاد کرو
اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھر (۷۴)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ كُنَّا إِذْ جَعَلْنَا خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ
بُكْرًا فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا
قُصُورًا وَلَتَجْنُونَ إِلَيْهَا أَيْبَاءَ الْوُدَّ
اللَّهُ لَا تَعْلَمُونَ فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

تفسیر

پچھلی آیات کریمہ میں قوم ثمود کو دلائل اور ڈر کے ذریعہ ایمان کی دعوت دی گئی ہے کہ عقلمند کیلئے دلیل
کا وجود بڑی بات ہے نوح علیہ السلام کے عذاب کا ڈر سنا کر بھی متوجہ کیا گیا کہ یہ قوم کسی طرح ہی راہ
راست پر آجائے۔

اس آیت کریمہ میں قوم کو اللہ کی طرف سے دی گئی نعمتیں یاد کرائی جا رہی ہیں، اُن انعامات سے ایک
انعام یہ تھا کہ تمہیں عاد کے بعد زمین میں پھیلا یا اور جگہ دی قوم عاد احتاف میں تھی اور قوم ثمود مقام حجر میں۔
ایک اور انعام کا ذکر فرمایا کہ تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا ٹھہرایا، ایک اور انعام کا ذکر اس طرح فرمایا کہ تم نرم
زمین میں محل بناتے تھے تمہیں محلات بھی دئے، مال و دولت سے بھی نوازا، عمارت سازی کا فن بھی دیا،
ایک اور انعام کا ذکر اس طرح فرمایا کہ تم پہاڑوں کو کھود کر عمدہ کوٹھیاں بناتے تھے، فرمایا گیا ان انعامات کو یاد
کرو ان انعامات کے ساتھ ساتھ تمہیں جسمانی قوت بخشی، صحت سے نوازا، عمریں لمبی دیں، دولت وافر تھی،
یہ بھی ہماری ایک عظیم نعمت تھی کہ تمہیں صالح علیہ السلام دیئے جو تمہاری اصلاح کرنے میں مصروف رہے
اور انہوں نے تمہیں حکم دیا کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

ہماری طرف سے دی گئی نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم اپنی اصلاح کرتے مگر تم نے فتنے فسادات
پھیلانے میں دلچسپی لی، کفر کیا، قتل کرتے، چوری کے عادی بن گئے، ڈکیتی اپنا وطیرہ بنا لیا، نا انصافی،
بداخلاقی، حق تلفی ایسے جرائم تم نے پھیلانے میں کمی نہ کی۔

آیہ مبارکہ میں درس دیا گیا ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرو دوسری آیہ میں ارشاد ملتا ہے کہ اگر میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو زیادہ دوں گا، لوگ جہاں اپنے مال دولت میں اضافہ کیلئے کئی طریقے استعمال کرتے ہیں سب طریقوں سے افضل اور بہتر عمدہ طریقہ یہ بھی ہے کہ شکر کرو اچھی رہائش، اچھا مکان، سکون کی جگہ، انعامات الہیہ سے بڑا انعام ہے جس پر شکر کیا جائے۔

آیہ مبارکہ میں فتنے فسادات، شرانگیزی سے روکا گیا ہے۔ آیہ مبارکہ میں قوم ثمود کے مال و دولت، سرکشی کا بھی ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے مال و دولت کی فراوانی گستاخ اور سرکش بھی بنا دیتی ہے، اللہ کا فضل و کرم بھی شامل حال ہو تو دولت مفید رہتی ہے ورنہ دنیا داری عذاب کا سبب بن جاتی ہے مال و دولت ہو اور اُس سے حقوق بھی ادا ہوں تو یہ دنیا داری نہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

چست دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و روزی و فرزند وزن

خدا سے غافل ہونے کا نام دنیا ہے، کاروبار و اولاد سے غفلت پیدا نہیں ہوئی، حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی رہی تو یہ بھی دین ہے۔

قوموں کی تباہی و بربادی کا ذکر کر کے لوگوں کو اصلاح کی طرف توجہ دی جا رہی ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ
لِلَّذِينَ اسْتَضَعُوا إِلَيْنَا أَمِنْ مِنْهُمْ
اتَّعَلَمُونَ أَنْ صَلِحًا مَرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا
إِنَّا بِنَا أَرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا
إِنَّا بِالذِّنِّ امْتَنَّا بِهِ كَفَرُونَ ۝

صَلِحٌ
الْحَقِيمُ

قوم کے متکبر لوگوں نے ان کمزور لوگوں سے کہا
جو اُن میں سے ایمان لا چکے تھے، تمہیں اس پر
یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے مبعوث
کئے گئے ہیں انہوں نے کہا وہ جس چیز کے ساتھ
بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں
(۷۵) متکبر لوگوں نے کہا تم جس پر ایمان لائے
ہو ہم اس کا کفر کرنے والے ہیں (۷۶)

تفسیر

پہلی آیات مقدسہ میں صالح علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا ذکر تھا کہ قوم کو اپنے رب کی طرف بلانے
کا ارشاد تھا، اس آیت پاک میں قوم کے انکار اور سرکشی کا ذکر فرمایا گیا اور یہ فرمایا گیا ہے کہ کچھ لوگ صالح علیہ
السلام پر ایمان لے آئے اور کچھ کافر ہو گئے۔ صالح علیہ السلام کے فرمان پر قوم کے متکبر اور سرکش لوگوں
نے غریب لوگوں سے کہا کیا تم یہ جانتے ہو صالح علیہ السلام جیسا غریب بندہ رسول بن کر بھیجا جاسکتا ہے؟
ساتھی اس کا کوئی نہیں، ہمنو! اُس کا کوئی نہیں اگر اللہ نے کوئی بھیجنا ہی تھا تو کسی امیر کا انتخاب کرتا نبی قوم کا
حاکم ہوتا ہے اُسے صاحب طاقت ہونا چاہئے، غریبوں سے کہا تم نے ہمارے مشورے، فیصلے کے بغیر ہی
اسے نبی مان لیا ہے اب ہماری تمہاری راہیں الگ الگ ہیں، غریب ایمانداروں نے کہا ہم تو صالح علیہ
السلام کے ارشاد سن کر اُن پر ایمان لا چکے ہیں وہ بہت پاکیزہ صفات کے مالک ہیں ان کے معجزات
دیکھ چکے ہیں تم نے اُن کی روحانی طاقت کا مشاہدہ نہیں کیا ان کے معجزات نہیں دیکھے وہ پہاڑ سے خدا کی دی
ہوئی طاقت سے اونٹنی نکال سکتے ہیں تمہیں اس پر غور کرنا چاہئے ہم نے دیکھا، جانا، سمجھا ہم ایمان لے آئے
تم سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔

غریب ایمانداروں کے اعلانیہ ایمان لانے پر کفار جل بھن گئے اور کہا جن چیزوں کو تم مانتے ہو ہم اُن کا انکار کرتے ہیں ہم کافر ہیں، متکبرین نے خود ہی اپنی زبان سے کافر ہونے کا اعتراف جرم کر لیا۔
 آیہ کریمہ میں قوم کے کافر ہونے کا سبب ان کا تکبر و غرور فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کبر و غرور بہت بڑی لعنت ہے اسی نے شیطان کو آدم علیہ السلام سے دُور کیا، یہی بیماری تھی جس نے لوگوں کو صالح علیہ السلام سے دُور کیا، تکبر و غرور سے دل پتھر ہوتا ہے جیسے پتھر لی زمین پر سبزہ نہیں اُگتا ایسے ہی پتھر دلوں پر ایمان، اخلاص، اخلاق کے پودے جڑ نہیں پکڑتے، غربت و فقر ایسی نرم زمین ہے جس سے اطاعت، پیار، نیکیوں کی محبت کے پھول دکھائی دیتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ملتا ہے ”بدء الاسلام غريبا“ اسلام غریبوں سے شروع ہوا۔ صالح علیہ السلام کی قوم کے غریب لوگ ہی آپ کے قریب ہوئے، کفار کی ہلاکت کا سبب صالح علیہ السلام کی دشمنی بنی، نبی کا قُرب حیات ہے، نبی سے دُوری موت ہے غریب لوگوں کے محبت بھرے جواب پر چاہئے تھا کہ کفار غور کرتے مگر اپنی سرکشی کے باعث ایمان سے دور رہے، نبی سے اُن کی دوری دُنیا کی محبت، دولت اور قوت کے نشہ کے سبب ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 فَعَقَرُوا الشَّاقَّةَ وَعَتَبُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ
 وَقَالُوا يُصَلِّهِ أَثْمَنًا بِمَا وَعَدْنَا إِنْ كُنْتَ
 مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٥٠﴾
 پس انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور
 اپنے رب کی سرکشی کی اور بولے (اے صالح)
 اگر تم سچے رسولوں سے ہو تو ہم پر (وہ عذاب)
 لے آؤ جس کا وعدہ کرتے تھے (۷۷)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں صالح علیہ السلام کی قوم کی سخت زبانی، آپ کے بارہ میں غلط الفاظ کا ذکر تھا اب اس آیہ پاک میں ان کی عملی بدکرداری کا ذکر ہے کہ انہوں نے اونٹنی کا پہاڑ سے نکلنے کا معجزہ دیکھ لیا اور

پھر اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اونٹنی کو مارنے کا سبب یہ بنا کہ اونٹنی ہر تیسرے دن کنویں کا پانی سارا پی جاتی اور کنواں خشک ہو جاتا پھر دیر کے بعد پانی جمع ہوتا تو انہیں ملتا اُن کیلئے یہ بڑی مصیبت تھی، ایک وجہ یہ بھی بنی کہ یہ اونٹنی اور اس کا بچہ عام چلتے پھرتے کسی بھی کھیت میں چلے جاتے تو زُکاوٹ نہ تھی کسی کو مارنے، نکالنے کی اجازت نہ تھی کفار کے غصہ کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ اونٹنی خاصی موٹی تازی اونچی تھی کفار کے جانور اسے دیکھ کر بدکتے تھے، یہ تھے وہ اسباب جن کے باعث کفار اونٹنی کو ہلاک کرنے پر تل گئے۔

روح البیان میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح سے ملتی ہے کہ قوم میں دوسرے خواتین تھیں جنہیں صالح علیہ السلام سے سخت عداوت تھی ان کی کھیتی باڑی بہت تھی ان کی خواہش تھی کہ اونٹنی کو مار دیا جائے ایک خاتون ”صدقہ“ نامی نے اپنے چچا زاد بھائی ”مصدق“ کو بلایا اور کہا اونٹنی کو ہلاک کر دے میں تجھ سے نکاح کر لوں گی ایک اور شخص ”قدار“ کو کہا تو بھی اونٹنی مارنے میں اس کی مدد کر اور میری بیٹیوں سے جس کے ساتھ چاہے نکاح کر لینا۔ دونوں شخص اس پیشکش پر راضی ہو گئے اور اونٹنی ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا لیا انہوں نے اپنے ساتھ نو (۹) آدمی اور ملائے، صالح علیہ السلام دن بھر شہر میں رہتے، رات کو شہر سے باہر پہاڑ کے دامن میں ایک مسجد میں قیام کرتے یہ لوگ ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے کہ صالح علیہ السلام جب نکلیں گے تو شہید کر دیں گے پھر اونٹنی کو ہلاک کر دیں گے۔ ان آدمیوں پر غضب الہی اس صورت میں آیا کہ غار ان پر گر گئی اور یہ سارے ہلاک ہو گئے لوگوں نے شور مچایا کہ صالح علیہ السلام نے ہمارے آدمی مار دیئے۔

اس پرستی کے لوگ غصہ میں آئے اور کہا اب ہم اونٹنی کو ضرور ہلاک کریں گے چنانچہ یہ اونٹنی جب باہر نکلی ”تو مصدع“ نے تیر مارا جس سے اونٹنی کے پاؤں زخمی ہو گئے اور گر گئی پھر ”قدار“ نے تلوار سے اونٹنی کے پاؤں کاٹے پھر زخم کر لیا، اونٹنی کا بچہ پہاڑ میں گیا وہ پھٹا اور بچہ وہاں سما گیا۔ اونٹنی کو مارنے والے دو شخص تھے، مصدع اور قدار مگر قرآن مقدس نے مجرم سب کو قرار دیا کہ باقی لوگوں نے اس گناہ میں تعاون کیا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ
جُثِيمٍ ۝ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ
اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَلَٰكُنْتُ لَكُمْ وَلِيًّا
لَا تَحِبُّونَ الْبَصِيحِينَ ۝

ﷺ
الْحَظِيمِ

تو انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا اور صبح کو اپنے گھروں
میں اوندھے پڑے رہ گئے (۷۸) (صالح علیہ
السلام) نے اُن سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے
میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا
دیا اور تمہاری بھلائی چاہی مگر تم خیر خواہوں کو
پسند نہیں کرتے (۷۹)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں قوم کی سرکشی کا ذکر تھا کہ انہوں نے صالح علیہ السلام کے معجزہ سے ظاہر ہونے
والی اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور خوش ہوئے کہ بہت بڑا کام کیا ہے۔ اس آیہ کریمہ میں ان کی اس فحیح حرکت پر
ان پر عذاب الہی نازل ہونے کا ذکر ہے، اس آیہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے نبی صالح علیہ السلام کی دعوت
قبول نہ کرنے کا انجام کس قدر سخت ہوا، ان پر سخت زلزلہ آیا اور برباد ہو گئے حضرت صالح علیہ السلام اپنے
ماننے والوں کو لے کر اس بستی سے دُور نکل گئے، راستہ میں اس اُجڑی بستی کو دیکھ کر لاشوں سے گزرے،
نفرت سے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے میری قوم! میں نے تو تجھے بچانا چاہا تھا مگر تیری سرکشی اس حد تک
بڑھ گئی تو نے اپنے خیر خواہوں کی پرواہ نہ کی بلکہ میرا مذاق اڑاتے رہے۔

اس قوم نے بدھ کے دن اونٹنی کو ہلاک کیا تھا صالح علیہ السلام نے فرمایا کل جمعرات کو تمہارے
چہرے پیلے پڑ جائیں گے پرسوں جمعہ کو سرخ ہوں گے ہفتہ کے دن کالے ہو جائیں گے پھر اتوار کو تم پر
عذاب نازل ہو گا چنانچہ اللہ کے جلیل القدر نبی صالح علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ایسا ہی ہوا اور ایک
دوسرے سے کہنے لگے ہم پر عذاب کا وقت آ گیا ہے اتوار کے دن آسمان سے ایک زبردست کڑک کی سی
آواز آئی جس سے زمین میں زلزلہ پیدا ہوا سب کے دل پھٹ گئے اور ہلاک ہو گئے۔

حضور ﷺ ایک غزوہ میں جاتے ہوئے اس جگہ سے گزرے جہاں قوم ثمود پر عذاب آیا تھا آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہاں ٹھہرو نہیں، خوفِ الہی سے روتے ہوئے گزر جاؤ کچھ لوگوں نے وہاں کے پانی سے آٹا گوندھا، حضور ﷺ نے حکم دیا کہ گوندھا ہوا آٹا ضائع کر دو اور کبھی اپنے نبی سے معجزات نہ مانگو، قوم ثمود نے اپنے نبی صالح علیہ السلام سے معجزہ مانگا پھر انکار کر دیا تو انجام کیا ہوا کہ برباد ہو گئے۔

حضرت صالح علیہ السلام پر چار ہزار آدمی ایمان لائے تھے آپ مکہ مکرمہ میں رہے، وہیں وصال ہوا مطاف شریف میں آپ کی قبر ہے۔

اس قوم کے پاس عمارات، محلات اور ساز و سامان کی کمی نہ تھی مگر عذابِ الہی سے نہ بچ سکی اس عذاب سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ دامنِ نبوت میں پناہ لے لیتے، صالح علیہ السلام نے قوم کی لاشوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میری قوم! میں نے تمہیں خدا کے احکام پہنچائے مگر تم نہ مانے، حضور ﷺ نے بھی وادی بدر میں کفار کی لاشوں سے مخاطب ہو کر باتیں کی تھیں۔

آیہ مبارکہ میں صالح علیہ السلام کا قوم سے اندازِ محبت بھی واضح ہو رہا ہے میں نے تمہیں پیغام پہنچایا یا نصیحت کی مگر تم نہ مانے اور برباد ہو گئے۔ تفسیر مظہری نے اس مقام پر ایک شخص ابودغال کا ذکر کیا ہے جو عذاب سے بچ گیا تھا اس کے بچنے کا باعث یہ بنا وہ حرم مکہ میں پہنچا ہوا تھا، احترامِ حرم کے سبب بچ نکلا۔ حضور ﷺ نے مکہ کے باہر لوگوں کو ابودغال کی قبر کا نشان بھی دکھایا اور فرمایا اس کے ساتھ سونے کی ایک چھڑی بھی دفن ہو گئی تھی، مظہری نے یہ بھی لکھا ہے کہ طائف کے باشندے بنو ثقیف اسی ابودغال کی اولاد میں سے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ
بَهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۖ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ
الزَّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النَّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ
قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۖ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا
أَن قَالُوا أَأَخْرَجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ لِأَنَّهُمْ أُنَاسٌ
يَعْتَصِرُونَ ۖ

صلی اللہ علیہ
الصلوات

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہوں
نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کرتے
ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے
نہیں کی (۸۰) بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر
مردوں کے پاس نفسانی خواہش کیلئے آتے ہو
بلکہ تم تو حد سے گزرنے والے ہو (۸۱) ان کی
قوم کا یہی جواب تھا کہ انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی
سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاکیزہ بنتے ہیں (۸۲)

تفسیر

پچھلی آیات کریمہ میں نوح، ہود، صالح علیہم السلام کی دینی خدمات اور ان کی قوموں کی سرکشی کا ذکر
ہوا، ان قوموں کی اسی نبی دشمنی کی بناء پر ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ اس آیت کریمہ میں ایک چوتھے نبی
حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔ پہلے تینوں نبی ابراہیم علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں اب
لوط علیہ السلام کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے ہم زمانہ ہیں۔

لوط علیہ السلام حضرت خلیل علیہ السلام کے بھتیجے ہیں ان کا وطن بصرہ کے قریب ”ارض بابل“ کے نام
سے مشہور تھا، ابراہیم علیہ السلام جب اپنے گھر سے نکلے ہیں تو آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ حضرت سارہ اور
حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مقام سدوم کے لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا تھا یہ
چار پانچ بستیاں، سدوم، عمورہ، اومہ، صوبیم اور بابل بڑی سرسبز تھیں۔

لوط علیہ السلام نے قوم کو کفر و شرک سے بچنے کے حکم کے ساتھ انہیں ایک بد عملی سے روکنے کا حکم بھی
دیا، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب! اپنی امت کو لوط علیہ السلام کا واقعہ بھی سناؤ، جب انہوں نے

سodom کے باشندوں سے کہا تم ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو جو پہلوں میں سے کسی نے نہیں کیا یہ قوم لڑکوں سے زیادتی کی عادی بن گئی تھی اور حد سے گزر گئی تھی بجائے اس کے قوم اپنے نبی کی بات مانتی اور اس قبیح گناہ سے رکتی، قوم نے کہا لوط کو اپنی بستی سے نکال دو یہ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔

قوم لوط کی بستیاں نہایت سرسبز و شاداب تھیں، باغات سے مزین تھیں، لہلہاتے کھیت تھے، نہریں بہتی تھیں اس قوم کے قرب و جوار کے لوگ ان بستیوں میں آتے، سکون حاصل کرتے۔

اس قوم کی اس قبیح حرکت کے آغاز کو تفسیر خازن نے اس طرح درج کیا ہے شیطان ایک خوبصورت بچے کی شکل میں ایک باغ میں آیا اور پھل توڑنے لگا تو باغ کے مالک نے پکڑ لیا، سزا دینا چاہی تو ابلیس نے کہا مجھے مارو نہ میرے ساتھ یہ قبیح حرکت کر لو، باغ والے نے ایسا ہی کیا اور آہستہ آہستہ یہ حرکت عام ہو گئی اور یہ قوم تھی تو انسانوں کے روپ میں مگر حیوانوں سے بھی بدتر ہو گئی، ایسا بُرا کام شروع کیا جو پہلے کسی نے کیا ہی نہ تھا قوم کی نبی سے دشمنی، اپنی بستی سے نکالنا، اس قوم کی بربادی کا سبب بن گیا۔ قوم لوط کی بدکاری کی سزا انہیں آسمان سے پتھر برسا کر دی گئی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسا بُرا کام کرنے والے کو ایسی ہی سزا چاہئے جیسے قوم لوط کو دی گئی ایسے شخص کو پہاڑ سے گرا کر پتھر مارے جائیں۔

قرآن مقدس نے زنا کا ذکر اس طرح فرمایا ہے ”انہ کانه فاحشه“ مگر اس برائی کا ذکر فرماتے ”الفاحشه“ فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بدکاری زنا سے بھی بدترین ہے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا تم حد سے گزرنے والے ہو اور ایسی قوم کو سزا بھی ایسی ہی چاہئے تھی افسوس ہے اس دور میں یورپ کے کئی اہل علم اس بد فعلی کو جائز قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ جرمنی نے اس قبیح حرکت کو قانون میں جائز قرار دے دیا ہے، اللہ ایسی قبیح حرکتوں سے پناہ دے اور نبیوں کی اطاعت کی توفیق بخشے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَافِلِينَ
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

پس نجات دی ہم نے اس کو اور اُس کے گھر
والوں کو مگر اس کی عورت پیچھے رہ جانے والوں
میں ہوئی (۸۳) اُن پر ایسا مینہ برسایا، دیکھو
مجرموں کا انجام کیسا ہوا (۸۴)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں لوط علیہ السلام کی قوم کے جرموں کا ذکر تھا اس ارشاد میں ان کے عذاب کا ذکر
ہے یا ایسے ہے کہ قوم نے لوط علیہ السلام کی گستاخی کی نافرمانی کی مرتکب ہوئی تو ان کی اپنے نبی سے دشمنی کا
نتیجہ انہیں عذاب الہی سے ملا وہ جیسے بھی بدکردار لوگ تھے ان پر عذاب نہ آیا، عذاب آیا تو نبی کی دشمنی کے
سبب آیا۔

اس عذاب کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کے گھر والے، ان کی بیٹیاں، ان کے
خدا م اور ایمانداروں کو محفوظ رکھا، ان کی بیوی ”واہلہ“ عذاب میں مبتلا ہو گئی کہ آپ پر ایمان نہیں لائی تھی
قوم پر عذاب کی صورت یہ تھی کہ ان پر پتھر برسائے گئے جس سے وہ برباد ہو گئے حضور ﷺ کے ذریعہ سے
لوگوں کو فرمایا جا رہا ہے نبی کی دشمنی سے بچو، اس کی گستاخی سے دور رہو، پہلی قوموں کا عذاب دیکھو کہ وہ
اپنے نبی کی دشمنی کر کے کس قدر مصیبت میں پھنس گئے۔

قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل ہونے کا ایک خاص واقعہ یہ بھی ہے کہ عذاب لانے والے فرشتے
پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے انہیں اس واقعہ کی اطلاع دی اور پھر عذاب لائے اس لئے کہ لوط
علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا سے نبی بنے تھے اس لئے ابراہیم علیہ السلام کے علم میں لا کر
سب کچھ کیا گیا۔

اس عذاب کے واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے نبی کے گھر والا وہی امن پاتا ہے جو نبی پر ایمان لائے

آپ کی بیوی گھر والی ہے مگر ہلاک ہو گئی کہ نبی پر ایمان نہ تھا کافرہ تھی نبی کی بیوی کافرہ تو ہو سکتی ہے (جیسے وہلہ تھی) مگر زانیہ نہیں۔ لوط علیہ السلام کی بیوی وہلہ کے بارہ میں دو روایتیں ملتی ہیں ایک یہ کہ وہ سدوم سے نکلتے وقت ساتھ ہی نہیں گئی تھی، دوسری روایت ہے کہ کچھ دور تک ساتھ گئی مگر حکم خداوندی کے خلاف پیچھے مڑ گئی، بستی والوں کا حال دیکھنا چاہتی تھی تو اُسے عذاب نے پکڑ لیا۔ نجات پانے کی صورت یہ تھی کہ لوگ آخرات بستی سے نکل جائیں اور مڑ کر نہ دیکھیں۔

سورہ ہود شریف کے اندر اس عذاب کی تفصیل ملتی ہے کہ ہم نے اس قوم کو تہہ وبالا کر دیا اور پتھر برسائے بعض مفسرین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ہر ایک پتھر پر اس شخص کا نام تھا جس پر وہ پڑا۔ سورہ حجر شریف کی آیات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان پر سخت آواز بھی آئی، چنگھاڑ کے بعد زمین کا تختہ الٹ دیا گیا پھر مزید رُسا کرنے کیلئے پتھروں کی بارش ہوئی، یہ بھی ممکن ہے پہلے پتھراؤ کیا گیا پھر زمین کا تختہ الٹا دیا گیا آج بھی اُردن کے قریب ”بحر مُردار“ کے علاقہ کو ”بحر لوط“ کہا جاتا ہے اس سخت ترین عذاب سے نتیجہ نکلتا ہے قوم لوط کا عمل بھی بدترین اور سخت تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ کو خط لکھا کہ بچوں سے لواطت کی سزا کیا ہے؟ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے مجرم کی سزا قتل ہے اور پھر قتل کے بعد لاش جلادی جائے۔ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حاکم وقت کو اختیار ہے کہ ایسی عبرتناک سزا دے کہ پھر کسی کو بد فعلی کی جرأت نہ ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالِی مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شَعِیْبًا قَالَ یَقُوْمُ
عِبَادُ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَدْرًا قَدْ جَاءَتْكُمْ
بَیِّنَاتٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَآوْهُوا النَّكِیْلَ وَالْیَزَانَ وَلَا
تَبْغُسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَهُمْ وَلَا تَفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ
بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اِذْ لَكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِیْنَ ۝

اللہ
الصلی
العظیم

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب
(علیہ السلام) کو بھیجا اور کہا (شعیب نے) اے
میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا
کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے
رب کی طرف سے روشن دلیل آئی تو ناپ اور
تول پورا کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور
زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو یہ تمہارے
لئے بہتر ہے اگر ایمان والے ہو (۸۵)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں لوط، ہود، صالح علیہم السلام کی قوموں کا ذکر تھا، جنہوں نے اپنی بدکرداری کی
وجہ سے اپنے انبیاء سے عداوت کی اس آیت پاک میں شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس نے
اپنے خراب معاملات کی وجہ سے عذاب لیا یہ قوم شعیب پہلی قوموں کی طرح کی بدکردار نہ تھی لوگوں سے لین
دین کے معاملہ میں بددیانت تھی لوگوں کے حق مارتی تھی، گاہک سے پیسے پورے لیتی مگر مال کم دیتی، اس
قوم پر اسی بد عملی کی وجہ سے عذاب نازل ہوا۔

مدین ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے پھر ایک قبیلہ کا نام مدین مشہور ہو گیا پھر جس بستی
میں یہ قبیلہ آباد ہوا وہ بستی مدین کہلائی۔ قرآن مقدس نے قوم شعیب کو کہیں اہل مدین فرمایا، کہیں اصحاب
مدین فرمایا، کہیں اصحاب ایکہ کے نام سے ذکر کیا۔ یہ لوگ حقوق اللہ کو نہ ماننے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو
بھی پامال کرتے تھے راستوں کی ناکہ بندی کر کے راہگیروں کو لوٹتے بھی تھے۔

حضور ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے بعد ایک اور نبی اور اس کی قوم کا ذکر سنایا جا رہا ہے ہم نے

مدین کی طرف ان کی قوم کے ایک شخص شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم سے نہایت اخلاص، اخلاق سے کہا، اے میری قوم! خدا کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تم اس کی عبادت کرو، میرا وجود اللہ کی کھلی دلیل ہے مجھے نبی مانو، مجھ پر ایمان لاؤ، تمہیں ہدایت کرتا ہوں لین دین کے معاملہ میں دیانتداری سے کام لو، ناپ تول پورا کرو کسی کو ان کے حق میں دھوکہ نہ دو، زمین میں چوری ڈکیتی، بدمعاشی سے فساد نہ پھیلاؤ۔ یہاں پر اصلاح ہو چکی ہے میں نبی آچکا ہوں میری ہدایت پر عمل کرنے سے تمہاری روزی میں برکت ہوگی تمہاری عزت بھی ہوگی، تمہارا اعتبار بھی ہوگا، وقار بھی بڑھے گا۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہوا کہ ایمان لانے کے بعد لوگوں سے بہتر تعلقات حقوق العباد کی ادائیگی بھی اشد ضروری ہے، ایمان پہلے، اعمال بعد میں۔

آیہ مبارکہ میں تاجر طبقہ کو بالخصوص حکم ہے کہ ناپ تول، لین دین میں دیانت ایمانداری کا خاص خیال رکھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کی تجارت، اخلاص دیانت کو دیکھ کر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے، نفس کی اصلاح ہو جائے تو ایسے معاملات خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں ہر انسان تاجر ہے اس کے پاس شریعت کا ترازو چاہئے جس سے خالق و مخلوق کے حقوق سمجھ اور ادا کرے۔ شعیب علیہ السلام نے قوم کو خصوصاً تین باتوں پر ہدایت فرمائی، ناپ تول میں کمی نہ ہو، دوسرا لوگوں کو گھٹا کر نہ دو یہ حکم بڑا عام ہے جیسے کم تولنا حرام ہے ایسے ہی حقوق انسانی میں کمی کرنا بھی حرام ہے کسی کی عزت و آبرو پر حملہ یہ بھی اس کی حق تلفی ہے، کسی کے درجہ کے مطابق اس سے سلوک نہ کرنا یہ بھی اس کی حق تلفی ہے جس کی اطاعت واجب ہے اس کی اطاعت نہ کرنا یہ بھی حق تلفی ہے، کسی کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی برتنا یہ بھی حق تلفی ہے، یہ سب جرائم قوم شعیب علیہ السلام میں پائے جاتے تھے یہ سارے کام زمین میں فساد ہیں تو حید کی جگہ شرک اور ہدایت کی جگہ گمراہی سب سے بڑا فساد ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَ
تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَ
تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا
فَكَذَّبَكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم
العظیم

تفسیر

اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور
اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اُس پر ایمان لائے
اور اس میں ٹیڑھا پن چاہو اور یاد کرو جب تم
تھوڑے تھے اور اس نے تمہیں بڑھایا اور دیکھو
فسادیوں کا کیا انجام ہوا (۸۶)

پچھلی آیات میں شعیب علیہ السلام کی قوم کی گستاخیوں کا ذکر تھا، اب اس آئیہ کریمہ میں ان لوگوں کی
دوسری طرز کی گستاخیوں کا ذکر ہے شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم مدین کی طرف
آنے والے راستوں پر نا کہ بندی کرنا، مسافروں کو لوٹنا یا انہیں ایمان سے ہٹانا یہ کردار بھی چھوڑ دو تمہارا
لوگوں کو ڈرانا، دھمکانا اللہ کی راہ سے روکنا انہیں مرتد کرنے کی کوششیں کرنا تمہارے یہ سارے معاملات
غضب الہی کو دعوت دیتے ان سے بچو ہمیشہ تم ٹیڑھی راہیں اختیار کرتے ہو سیدھی راہوں سے نفرت کرتے
ہو تمہیں یہ بھی یاد کرنا چاہئے کہ تم غریب تھے، فقیر تھے تعداد میں تھوڑے تھے اللہ نے تمہیں عزت دی،
برکت دی، طاقت بخشی تمہیں اُن انعامات الہیہ کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے تمہیں پہلی قوموں کی بربادی سے سبق
حاصل کرنا چاہئے کہ ان کا انجام کیا ہوا، آباد بستیاں اجڑ گئیں اگر تم نے بھی وہی انداز اختیار کیا تو وہی حشر ہو
گا ہوش کرو اور میری مخالفت سے باز آؤ۔

آئیہ مبارکہ میں ڈکیتی، راہزنی، دہشت گردی کی مذمت ہے جس سے پتہ چلتا ہے یہ بیماری پہلی
قوموں میں بھی تھی اور آج بھی ہے، افراد کی کثرت، مال کی زیادتی اللہ کا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا
چاہئے یہ بھی سبق ہے کہ اپنے پچھلے دور کو، غربت کو، فقر کو یاد رکھنا چاہئے کہ شکر کا جذبہ بڑھتا رہے۔
علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو لوگ راستوں کی نا کہ بندی کر کے لوٹ کھسوٹ کا کام کرتے

ہیں وہ قوم شعیب کی قوم ہیں بلکہ اس سے زیادہ ظالم ہیں۔ راستوں میں خلاف شرع ناجائز ٹیکس وصول کرنے کیلئے چوکیاں بنانا بھی جبر و ظلم کی قسم ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں مسافروں کو لوٹنے کیلئے ناکہ بندی، خدا کی راہ سے لوگوں کو روکنے کو حرام قرار دیا گیا ہے خدا کی نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم ہے، فتنہ بازوں اور فساد یوں کے انجام سے سبق سیکھنے کا حکم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لا چکا ہے جس

کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان

نہیں لایا تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ فیصلہ کر دے

ہمارے درمیان اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں

بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۸۷)

وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ

بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ

اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۸۷﴾

ﷺ
العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں شعیب علیہ السلام کے قوم کو ڈرانے کا ذکر تھا اب ایمانداروں سے حوصلہ دلایا جا رہا ہے کہ صبر کرو اللہ ہمارے درمیان بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ گزشتہ آیات میں شعیب علیہ السلام کی قوم کے چند ایک اعتراضات کا ذکر تھا، قوم نے یہ بھی کہا آپ کا کلام کلام الہی نہیں کہ وہ ہمارے دلوں پر اثر ہی نہیں کرتا۔ یہ بھی کہا لوگو! اللہ ہم پر راضی ہے کہ اس نے ہمیں امیر بنایا ہے، عزت دی ہے وقار بخشا ہے۔ جناب شعیب علیہ السلام نے قوم کو ہر طرح سمجھایا کہ تمہارے یہ سارے نظریات غلط ہیں مگر قوم نہ مانی تو آپ نے فرمایا کچھ لوگ ایمان لا چکے کچھ منکر ہو گئے۔ لوگوں کا یہ انداز کوئی نیا نہیں پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے، تمہارا یہ سوال تم امیر ہو، ایماندار غریب ہیں یہ بھی کوئی وزنی بات نہیں بارش سے ہر زمین فائدہ نہیں اٹھاتی، نبی بھی رب کی رحمت ہے اس کے فضل کی بارش ہے غریبوں کے دل نرم زمین ہیں

جنہوں نے بارش سے فائدہ اٹھا لیا ہے کفار کے دل سخت زمین ہے جو محروم رہی۔ ایمان اسی کا نام ہے کہ نبی کے لائے ہوئے تمام احکام مانے جائیں، نبی کی ذات ہی معیار ایمان ہے اس کی محبت ایمان ہے اُس سے بغض کفر ہے۔

آیہ مبارکہ میں قوم شعیب کی بد اعمالیوں میں خاص کر کے اُن کی غنڈہ گردی، دہشت گردی، لوٹ مار، زبردستی، بھتہ وصول کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ آج ہمارے اس دور میں بھی بعض جماعتوں کی لوٹ مار واضح نقشہ پیش کرتی ہے۔ اللہ پناہ دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ